قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین

نورانیتِ مصطفیٰ ﷺ

المعروف

حقیقتِ محمدیہ ﷺ نبوتِ مصطفیٰ ﷺ اعلانِ نبوۃ سے پہلے

قرآن حدیث کے دلائل کی روشنی میں

استاذ العلماء حضرت علامہ پیر محمد منور شاہ مدظلہ العالی

المعروف

حقیقتِ محمدیہ ﷺ نبوتِ مصطفیٰ ﷺ اعلانِ نبوۃ سے پہلے

قرآن حدیث کے دلائل کی روشنی میں

استاذ العلماء
حضرت علامہ سید محمد منور شاہ مدظلہ العالی

اویسی بک سٹال جامع مسجد رضائے مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
پیپلز کالونی گوجرانوالہ 0333-8173630

600

224

180

انتساب

بارگاہ نور رب کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہدیہ نور" نورانیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المعروف حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس عظیم شخصیت کے ساتھ منسوب کرتا ہوں۔ جس نے مظہر نور ازلی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حمراء وادی میں مستنیر ہو کر عرض کیا۔

اس صورت نوں میں جان آکھاں جانان کہ جان جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی میں شان آکھاں جس شان توں شاناں سب بنیاں

یعنی فانی فی اللہ باقی باللہ آیات من آیات اللہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ۔

چہ عجب گر بنوازند گدارا

سید محمد منور شاہ

عرض ناشر

ہمیں فخر ہے کہ حضور سید المرسلین منبع جود و سخا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کی نورانیت پر قابل فخر اور مستند کتاب نورانیت مصطفےٰ المعروف حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم شائع کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ اور ہم اس کے لئے سید محمد فاروق شاہ صاحب سرپرست اعلیٰ ادارہ قمرالاسلام یو کے' کے بے حد شکر گذار ہیں۔ جنہوں نے ہمیں اس کتاب کی اشاعت کی ذمہ داری تفویض کی۔ اور مالی معاونت بھی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

دراصل یہ کتاب پہلے لیتھو پر شائع ہوئی تھی۔ اور اس کو الف سے ی تک از سرنو مولانا عبدالحق ظفر چشتی صاحب دامت برکاتھم العالیہ نے ترتیب دیا اور اس پر سیر حاصل مقدمہ بھی تحریر فرمایا مولانا منیر احمد یوسفی صاحب اور مفتی ضیاء الحبیب صابری صاحب نے معاونت فرمائی۔ اور اس جدید ایڈیشن کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کی گئی۔ کتاب نو کی ترتیب میں مصنف کتاب ہذا سے بذریعہ رسل و رسائل رابطہ رہا۔ اور ان کے مشورے شامل حال رہے۔ اس کے باوصف ناظرین حضرات سے ملتمس ہیں۔ کہ اگر کہیں کوئی سقم نظر آئے تو بندگان عاصی سمجھ کر معاف فرمائیں اور ادارے کو مطلع فرمائیں۔ تاکہ دوسرے ایڈیشن میں اصلاح کر دی جائے۔ ادارے نے اس کتاب کی اشاعت میں بڑی محنت شاقہ اور ذمہ داری سے کام لیا ہے۔

آئینہ

کتاب کا دوسرا حصہ علم النبی الکریم

ابتدائیہ

میرے نزدیک یہ سوال ہی جہالت کی پیداوار ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور ہیں یا بشر۔ کیونکہ نور کی ضد بشر نہیں اور نہ بشر کی ضد نور ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہوا جیسے کوئی پوچھے بتاؤ وہ فلاں شخص کالا تھا یا ٹھگنا۔ اسے کہو بھئی کالے کا متضاد ٹھگنا نہیں' سفید ہے۔ اور ٹھگنے کی ضد کالا نہیں لمبا تڑنگا ہے۔ یا اگر کوئی پوچھے کہ فلاں صاحب پڑے لکھے ہیں یا اپاہج۔ اس سے کہا جائے گا ارے احمق! پڑے لکھے کا متضاد اپاہج نہیں بلکہ پڑے لکھے کا متضاد جاہل ہے۔ اور اپاہج کا متضاد تندرست و توانا ہے۔ بعینہ اگر حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کوئی سوال کرے کہ بتاؤ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور ہیں یا بشر تو ہم کہیں گے۔ اے کور مغز! تمہارا یہ سوال ہی غلط ہے کیونکہ نور کی ضد بشر نہیں ظلمت ہے اور بشر کی ضد نور نہیں بلکہ جن یا فرشتہ ہے۔ اس وضاحت کے بعد اس سے کہو کہ اب سوال کرو کہ نعوذباللہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور ہیں یا ظلمت یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر ہیں یا جن یا فرشتے۔

میرے خیال میں احمق سے احمق ترین انسان بھی یہ سوال لب پر نہ لاسکے گا اور وہ اپنی تمام تر خباثت نفسی کے باوجود وہ یہ سوال دہرا ہی نہیں سکے گا۔ تو نتیجہ یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظلمت نہیں ہیں بلکہ نور ہیں۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرشتے یا جن نہیں ہیں بلکہ بشر ہیں۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور بھی ہیں اور بشر بھی یعنی آپ بے مثل نوری بشر ہیں۔

ہمارے نزدیک حضور رحمتہ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے بارے میں رب کے نور ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نور کا ٹکڑا ہیں اور نہ ہی یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کا مادہ۔ رب کا نور ہے۔ نعوذباللہ اور اس کا یہ مفہوم بھی ہرگز نہیں کہ حضور پرنور شَافِعٌ یَوْمِ النُّشُوْرِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اللہ تعالیٰ کے نور کی طرح ازلی و ابدی ہے اور اس کا یہ مقصد و مفہوم بھی نہ سمجھا جائے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں سرایت اور حلول کرگیا ہے۔

یہ جملہ امور غلط فہمی کی پیداوار ہیں۔ جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ذات سے بلاواسطہ فیض لینے والے ہیں۔ جیسے ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلا کر پھر اس چراغ سے آگے ہزاروں لاکھوں چراغ جلا لیے جائیں۔ یا ایک آئینہ سورج کے سامنے رکھا جائے اور ہزاروں آئینے اندھیرے کمرے میں ہوں تو پہلا آئینہ سورج سے بلاواسطہ چمک اور دمک حاصل کرتا ہے۔

اس کا دوسرا رخ اندھیرے کمرے میں پڑے ہزاروں آئینوں کی طرف بھی ہو۔ تو وہ اس سورج سے بالواسطہ نور لینے والے سے نور لے کر روشن ہو جائیں گے۔

اب ظاہر ہے کہ پہلے آئینے میں سورج نہ تو سرایت کیا ہے اور نہ حلول کیا ہے۔ اس کے باوجود اگر یہ آئینہ درمیان میں سے ہٹا دیا جائے تو باقی آئینے پھر اندھے کے اندھے ہو کر رہ جائیں۔ اگر پوری کائنات میں بے حدوعد علم و فضل کے چراغ روشن ہیں۔ تو یہ صرف اسی آئینہ حق نما صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی کا احساس دلاتے ہیں۔ وہ آئینہ آج بھی ذات باری تعالیٰ سے فیض یاب ہو کر پوری کائنات کو منور کر رہا ہے۔

نور کو دو طرح سے سمجھا جاسکتا ہے۔ ایک نور حسی جسے آنکھوں سے محسوس کیا جاسکے جیسے دھوپ' چاندنی' روشنی' بجلی' چمک وغیرہ یہ اجالا بھی نور ہی کہلاتا ہے اور اسے ہر شخص محسوس کرتا ہے۔ دوسرا نور عقلی جسے آنکھوں سے محسوس تو نہ کیا جاسکے البتہ عقل تسلیم کرتی ہے کہ یہ نور ہے۔ جیسے علم و فن' ہدایت و راہنمائی' حقیقت و معرفت کی پہچان' دین اسلام' کتاب ہدایت' تجربات فہم و بصیرت یہ ایسا نور ہے۔ جو صرف دل بینا کو نظر آتا ہے اور صاحب بصیرت ہی دیکھ سکتا ہے کہ جاہل و عالم میں کیا امتیاز ہے۔ تجربہ کاری و ناتجربہ کاری میں کیا فرق ہے اور دین دار اور بے دین میں کیا فرق ہے۔ یہ فرق کر سکنا بھی نور ہے۔ آنکھ کو تو بظاہر اس میں کوئی وجہ امتیاز نظر نہیں آتی لیکن دونوں کے اعضاء جسمانی ایک سے ہیں۔ دونوں کا انداز رفتار و گفتار تقریباً ایک سا ہے۔ اس لئے جاہل نہیں پہچان سکتا۔ اس نور کو تو صرف نور والا ہی پہچان سکتا ہے۔

نور کی ایک صفت یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ خود بھی ظاہر ہوتا ہے اور دوسروں

کو بھی ظاہر کرتا ہے اور یہ نور بھی حسی و عقلی ہوتا ہے۔ سورج' چاند' ستارے' بجلی' گیس' چراغ' شمع خود بھی منور ہیں دوسروں کو بھی منور کرتے جاتے ہیں۔ اندھیرے چھٹ جاتے ہیں' ظلمتیں کافور ہو جاتی ہیں' یہ نور حسی ہے۔ یہ نور بھی صرف دیدۂ بینا والے کو نظر آتا ہے۔ دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے۔ دوسرا نور عقلی ہے جس سے ایک عالم و فاضل' صاحب فن' صاحب تقویٰ یا دنیاوی اعتبار کے تجربہ کار خود بھی آگاہ ہوتا ہے اور وہ اس آگاہی کا نور آگے بھی پھیلاتا چلا جاتا ہے اور چراغ سے چراغ روشن ہوتے جاتے ہیں۔ کیا اس ہدایت و راہنمائی کو نور نہیں کہا جاسکتا۔ اس نور کو بھی صرف وہی دیکھ سکتا ہے جو اس وادی میں قدم رکھنے والا ہے۔ ایک جاہل مطلق کیلئے اس منارۂ نور اور ایک عام انسان میں کوئی وجہ امتیاز نظر نہیں آئے گی۔

یہ نور ابو جہل کو نظر نہیں آیا اور نہ وہ دیکھ سکا۔ یہ نور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نظر آیا' دیکھا' پہچانا' پسند کیا' پھر اسی نور سے ان کی راہیں منور ہوئیں اور آیئے دیکھیں وہ کس طرح اس نور کا اعتراف فرماتے ہیں۔

وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِکَ الْاُفُقُ
فَنَحْنُ فِیْ ذٰلِکَ الضِّیَاءِ وَفِی النُّوْرِ سُبُلُ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

یعنی جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے نور سے زمین و آسمان کے کنارے چمک اٹھے۔ تو ہم اسی نور سے منور روشنی میں بستے ہیں اور اسی نور سے ہدایت کے راستے تلاش کرتے ہیں۔

کیا زمین و آسمان کے کنارے' آپ کی ولادت باسعادت سے روشن منور

ہوتے ہوئے عرب کے ان ہزاروں انسانوں کو نظر آئے ؟ جنہیں آپ کی ہدایت نصیب نہیں ہوئی۔ نہیں' واقعی ایسے لوگوں کو وہ روشن کنارے نہ جب نظر آئے تھے' نہ آج نظر آرہے ہیں۔ حالانکہ دیکھنے والے جب بھی دیکھتے تھے اور آج بھی دیکھتے ہیں کہ آپ کی ولادت باسعادت سے پوری کائنات جب بھی منور ہوئی تھی آج بھی منور ہے اور تاقیامت منور رہے گی۔ آپ نے اپنے پروردگار عالم سے فیض نور بصیرت لیا اور پھر جو آپ کے قریب آتا گیا روشنی کا مینار بنتا چلا گیا۔ وہ نور آج بھی چار دانگ عالم میں پھیلا ہوا نظر آرہا ہے۔

ان کیفیات نور میں ڈوب کر دیکھنے والوں مین چند ایک کے احساسات مزید ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چرہ انور میں نور جیسی چمک تھی۔

۲۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کا آپ کا چرہ مبارک چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔

۳۔ حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اگر ہم آپ کو دیکھتے تو ایسا محسوس کرتے کہ سورج نکل آیا ہے۔

۴۔ حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"وچوں آں حضرت عین نور باشد نور را سایہ نمی باشد۔" (سبحان اللہ) یعنی چونکہ آپ سراپا نور تھے تو نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

۵۔ حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مشرق و مغرب میں انتہائی طور پر چمک رہا ہے کہ

آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نور فرمایا ہے۔

۶ - حضرت امام بوصیری رحمتہ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔

فَاِنَّکَ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ کَوَاکِبُهَا
یُظْهِرُوْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِی الظُّلَمِ

یعنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ بزرگی کے سورج ہیں۔ اور سارے نبی حضور آپ کے تارے ہیں جو آپ ہی کا نور لوگوں کیلئے اندھیروں میں پھیلا رہے ہیں۔

۷ - حضرت امام جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں فرمایا۔

عکس نور حق ہمہ نوری بود
عکس دور از حق ہمہ دوری بود

یعنی اللہ تعالیٰ کے نور کا سایہ بھی نور ہوتا ہے۔ جو خدا سے دور ہوں ان سے ان کا سایہ بھی دور ہے۔

ایں خورد گردد پلیدی زیں جدا
آں خورد گردد ہمہ نور خدا

جو ہم کھاتے ہیں اس سے ناپاکی ظاہر ہوتی ہے۔ اور جو حضور کھاتے ہیں وہ سب خدا کا نور بن جاتا ہے۔ (سبحان اللہ)

۸ - امام احمد بن محمد عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا' اے آدم اپنا سر اوپر اٹھا۔ انہوں نے اپنا سر اٹھایا۔

تو عرش کے پردوں میں ایک نور دیکھا۔ عرض کیا اے مولا یہ نور کیسا ہے؟ فرمایا' یہ نور ایک نبی کا ہے۔ جو تمہاری اولاد میں سے ہوں گے۔ ان کا نام آسمان میں احمد ہے اور زمین میں محمد ہے۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر وہ نہ ہوتے تو ہم نہ آپ کو پیدا کرتے نہ آسمان کو اور نہ زمین کو۔

۹۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نشر الطیب کے مضمون کا آغاز اس طرح کرتے ہیں۔

پہلی فصل نور محمدی کے بیان میں۔ اس فصل میں نور کی وہ تمام احادیث تحریر فرماتے ہیں جو اہلسنت اکثر بیان کرتے ہیں۔ آپ اپنی کتاب "ثلج الصدور" میں لکھتے ہیں۔

در شعاع بے نظیرم لاشوید
ورنہ پیش نور من رسوا شوید

دوسری جگہ اس کتاب میں فرماتے ہیں۔

نبی خود نور اور قرآن ملا نور
نہ ہو پھر مل کے کیوں نور علی نور

۱۰۔ حضرت شاہ عبدالرحیم' حضرت شاہ ولی اللہ کے والد ماجد رحمتہ اللہ علیہما "انفاس رحیم" میں لکھتے ہیں۔

"فرش سے عرش تک اور اعلیٰ فرشتے اسفل کی جنس سب کی سب حقیقت محمدیہ ﷺ سے پیدا ہوئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کا فرمان ہے۔ "سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا' اگر آپ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ نہ آسمانوں کو پیدا کرتا اور نہ اپنی ربوبیت کو ظاہر کرتا۔"

۱۱۔ حضرت علامہ حسین احمد "الشہاب الثاقب" میں لکھتے ہیں۔

" ہمارے حضرات اکابر کے اقوال و عقائد کو ملاحظہ فرمائیے۔ یہ جملہ حضرات ذات حضور پرنور علیہ السلام کو ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک واسطہ فیوضات الہیہ و سراب رحمت غیرمتناہیہ اعتقاد لئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ازل سے ابد تک جو جو رحمتیں عالم پر ہوئی ہیں۔ اور ہوں گی عام ہے وہ نعمت وجود کی ہو یا کسی اور قسم کی۔ ان سب میں آپ کی ذات پاک اسی طرح واقع ہوئی ہے کہ پہلے آفتاب سے نور چاند میں آیا اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں۔ غرضیکہ حقیقت محمدیہ واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیان ہے۔ یہ ہی معنی **لَوْلَاکَ لَمَاخَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ** (اور) **اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَاَنَا نَبِیُّ الْاَنْبِیَاءِ** کے ہیں۔"

۱۲۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوھی "امدادالسلوک" میں لکھتے ہیں۔

اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں فرمایا کہ "تمہارے پاس حق تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب مبین آئے۔" نور سے مراد حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک ہے۔ نیز حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے آپ کو گواہ اور بشیر و نذیر اور اللہ تعالیٰ کی طرف

بلانے والا اور چمکانے والا سورج بنا کر بھیجا۔" منیر روشن کرنے والے

اور نور دینے والے کو کہتے ہیں۔

۱۴۳۔ ایک اور مقام پر اسی کتاب میں لکھتے ہیں۔

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حضرت آدم کی اولاد سے

ہیں۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح پاک و

صاف کیا کہ آپ خالص نور ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نور

فرمایا۔ یہ حدیث تواتر سے ثابت ہو چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم سایہ نہ رکھتے تھے۔ اور ظاہر ہے نور کے سوا تمام جسم سایہ

رکھتے ہیں۔"

گویا ہم ان بزرگان دین کے عقائد اور نظریات سے اس نتیجہ پر پہنچے کہ نور وہ نور ہے جو خود بھی ظاہر ہو اور دوسروں کو بھی ظاہر کرے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ایسے ظاہر کہ انہیں سے بحر و بر، خشک و تر، شجر و حجر، آسمان کا ہر ستارہ، زمین کا ہر ذرہ پہچانتا ہے۔ انسان انہیں پہچانیں، اور انہیں جانیں، کنکریوں کو ان کا کلمہ ازبر ہو، پتھر ان کی گواہی دیں، غرضیکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ایسے چمکے کہ کسی سے چھپ نہ سکے اور دوسروں کو ایسا چمکا دیا کہ جس جس کو ان سے نسبت ہو گئی وہ بھی چمک چمک اٹھے۔ مدینہ منورہ کی گلیاں حضور سے چمکیں۔ مکہ مکرمہ کے کوچہ و بازار آپ سے چمکے۔ خانہ کعبہ کے در و دیوار، نقش و نگار آپ ہی سے جگمگائے۔ آپ ہی کے وسیلہ سے آپ ہی کی نسبت سے بلکہ آپ ہی کی وجہ سے حلیمہ دائی کی عظمت کے گیت دنیا گا رہی ہے۔

دنیا کہتی ہے کہ حلیمہ تو نے نبی کو پالا ہے
میں کہتا ہوں تجھ کو حلیمہ میرے نبی نے پالا ہے

اندھا راستہ نہیں دکھا سکتا' غافل کسی کا راہبر نہیں بن سکتا' جاہل علم کی روشنی نہیں بانٹ سکتا' جو خود سونے والا ہے وہ دوسروں کو کیسے جگا سکتا ہے۔ اسی طرح ساری کائنات انسانی از آدم تا آخر فطرتاً" روشنی کی متلاشی ہے۔ اس روشنی کے بانٹنے کا فرض اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے سپرد کیا اور یہ انبیاء کرام خود اس منصب پر فائز نہیں ہوتے بلکہ خود خالق کائنات نے یہ کام ان کے سپرد کیا۔ لہٰذا ان انبیاء کرام کو اس عظیم منصب کے حوالہ سے جس جس جبلت کی ضرورت تھی وہ اس نے خود ان میں پیدا کر دی۔ انہیں عام انسانوں سے ہر اعتبار سے ممتاز کیا۔ ان کی سیرت' ان کا کردار' ان کی نشست و برخاست' خوردونوش' آمدورفت غرض ہر نبی ہر اعتبار سے انوکھا اور نرالا ہے۔ یہ صفات بھی خود ان کی اپنی ذات میں اپنی پیدا کردہ نہیں ہیں بلکہ خود خالق ارض و سما نے ان میں پیدا کیں۔ یہ کفر و ضلالت' جہالت و گمراہی میں بھٹکنے والوں کو مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ لانے والے کیا خود بے نور تھے؟ نعوذباللہ' ہر گز نہیں۔ وہ نور تھے' سراپا نور تھے اور ہونا چاہئے تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو فطرت کے بالکل خلاف ہوتا۔

نبی آخرالزمان رحمت کائنات معلم علم و حکمت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ہم اسی لئے نور سمجھتے ہیں کہ اگر خدانخواستہ نور نہیں تھے تو کیا ظلمت تھے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ آپ کے بشر ہونے میں تو کسی کو اختلاف ہی نہیں۔ اگر

اختلاف ہے تو اتنا ہے کہ بشر تو تھے لیکن ایسے نہیں جیسے کافر سمجھتے تھے کہ اس میں اور ہم میں کیا فرق ہے۔ اگر صورت کے اعتبار سے تمام انسان ایک جیسے ہوتے تو ابوجہل اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیا فرق تھا۔

گر بصورت آدمی یکساں بودے

احمد و بوجہل ہم یکساں بودے

اگرچہ آپ سراپا نور ہیں کہ آپ کا نور ہونا فطرت کے عین مطابق ہے اور ارشادات نبوی ﷺ اس پر گواہ ہیں کہ آپ نے اپنی ذات کی طرف نور ہونے کی نسبت کو بیان فرمایا۔ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وغیرھم جیسی بے شمار احادیث موجود ہیں۔ اس کے باوصف وہ مستجاب الدعوات شخصیت جو دعا مانگ رہی ہے۔ وہ بھی ملاحظہ فرمایئے۔ آپ فرماتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا" وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا" وَفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا" وَفِیْ فَوْقِیْ نُوْرًا" وَفِیْ تَحْتِیْ نُوْرًا" وَفِیْ اَمَامِیْ نُوْرًا" وَفِیْ خَلْفِیْ نُوْرًا" وَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا" فِیْ نُوْر

یعنی اے اللہ تعالیٰ تو میرے قلب میں نور پیدا کر دے' تو میرے آنکھ میں نور بھر دے' تو میرے کانوں میں نور سما دے' میرے اوپر بھی نور ہو' میرے نیچے بھی نور ہو اور میرے دائیں بھی نور ہو' میرے منہ میں بھی نور ہو اور میرے پیچھے بھی نور ہو۔ بلکہ مجھے نور ہی نور بنا دے۔

ان دعائیہ کلمات کے بعد اگر کوئی یہ کہے ہو سکتا ہے کہ آپ کی دعا منظوری ہی نہ ہوئی ہو۔ تو ایسی فکر رکھنے والا احمقوں کی دنیا میں بستا ہے۔

قرآن گواہ ہے۔ **وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ۔ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا۔** گویا وہ تو چاہتا ہے کہ میرا محبوب طلب کرے اور میں اس کی چاہتوں، خواہشوں کو مرضیوں کو پورا کروں۔ لہٰذا یقیناً یہ دعا بھی آپ کی پوری ہو گی۔ لہٰذا آپ نور ہیں، نور علیٰ نور ہیں۔ اور جو جو بھی آپ کے قریب آتا گیا، وہ بھی منور ہوتا چلا گیا۔ روشنی کا مینار بنتا گیا۔

راقم الحروف جب یہ کتاب شائع کرنے لگا تو اس موضوع پر کتب بینی کرنے لگا تو رسائل **نعیمیہ** بھی نظر نواز ہوا۔ ان میں ایک رسالہ نور بھی ہے اس میں حضرت العلامہ شیخ الاسلام والمسلمین صاحب چشم بصیرت حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان **نعیمی** رحمتہ اللہ علیہ کا یہ فقرہ بہت پسند آیا۔ لہٰذا اسی فقرہ نے مجھے یہ چند سطور بطور تبرک لکھنے پر آمادہ فرمایا۔

"میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمک کھایا ہے۔ ان کے نام پر پلا ہوں۔ ان کے دروازے کے ٹکڑوں سے گزارا کر رہا ہوں۔ ان کی غلامی سے عزت ملی ہے۔ نمک حلال نوکر کو اپنے آقا کی توہین یا اس کے کمال کا انکار برداشت نہیں ہوتا۔ مجھے اس سے دکھ پہنچا۔ صرف چوب قلم ہاتھ میں ہے۔ یہ تو میسر نہ ہوا کہ بدر و حنین کا میدان ہوتا اور ان پر جان نچھاور کرتے ہوئے کفار کے تیر و تلوار اپنے اوپر لیتے۔"

جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں کی لیتے اترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

اگر وہ نصیب نہ ہوا تو کم از کم چوب قلم سے بدگویوں کا مقابلہ کریں اور

دشمنوں کے لسان قلم کو اپنے پر جھیلیں۔ شاید اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور غازیان بدر و حنین کے غلاموں میں حشر نصیب ہو جائے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے نعلین برداروں میں قیامت کے دن اٹھائے"

یہ مد نظر رکھتے ہوئے فقیر نے اس رسالہ کے لکھنے کی ہمت کی ہے۔ جس میں ثابت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نور ہیں اور سارے عالم کا ظہور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نور سے ہے۔

حضرت قبلہ حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری دامت برکاتہم العالیہ نے خصوصاً ارشاد فرمایا کہ "رسالہ حقیقت محمدیہ" کے ابتدائیہ کے طور پر نجات آخروی کی نیت سے کچھ لکھ لو۔ تو میں نے یہ چند سطور لکھنے کی سعادت حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ شرف قبولیت عطا فرما کر نجات آخروی کا سامان فرمائے۔

عبدالحق ظفر چشتی

۲۴ اکتوبر ۱۹۹۴ء مصطفےٰ آباد' لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"الحمد للہ الذی بدا خلق الانسان من سلالۃ من طین۔ ثم جعل نسلہ من نطفۃ فی قرار مکین۔ فصدرہ وصورہ فی احسن تقویم۔ والصلوۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد سیدٌ ولزادہ النبی صورتہٗ صورۃ البشر و حقیقۃ نوراضوء من ضیاء البدر وعلی الہ و اصحابہ ھو ارفع نورا من نور القمر"

امابعد میں اس رسالہ کو ایک مقدمہ اور ایک مقصد پر مرتب کرتا ہوں۔ مقدمہ میں بھی چند فصول ہیں اور مقصد میں بھی چند فصول اور خاتمہ ہے۔

مقدمہ

غرض رسالہ : اس میں رسالہ لکھنے کی غرض اور اس کے موضوع کا بیان ہے۔ غرض یہ ہے کہ ثابت کیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت نور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ تمام کائنات سے پہلے اس نور کو پیدا کیا۔ پھر اس نور سے ساری کائنات' عرش' کرسی اور لوح و قلم پیدا کئے۔ پھر اسی نور سے جنت و دوزخ' فرشتے' آسمان پیدا کئے۔ اسی طرح زمین' پہاڑ' سمندر' ہوائیں اس نور سے پیدا کیں۔ انسان' جن' درندے' پرندے اور چرندے پیدا کئے۔ اس نور کو آدم علیہ السلام کی

پیدائش سے ہزاروں سال پہلے پیدا کیا اور نور کو نبوت سے متصف فرمایا اور صفت ختم نبوت سے متصف فرمایا۔ یہ نور جو حقیقت محمدیؐ ہے آدم علیہ السلام سے پہلے موجود فی الخارج تھا اور صفت ختم نبوت سے بھی متصف تھا۔ آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد حتیٰ کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہونے کے بعد صورت بشری حاصل ہوئی۔

موضوع رسالہ : مقدمہ میں دوسری چیز موضوع رسالہ ہے۔ اس کا موضوع آیات قرآنی' احادیث و اقوال آئمہ ہیں جو نور ثابت کرنے کے لئے پیش کئے جائیں گے۔

فصل اول : مقدمہ کی پہلی فصل۔ قرآن مجید کی رو سے یہ حقیقت واضح ہے کہ اشیاء کبھی صورت اور حقیقت کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں۔

پہلی مثال : پہلی مثال ہاروت اور ماروت دو فرشتے تھے۔ صورت بشری میں تھے۔ لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے تھے۔

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ○

(پارہ۱ رکوع۱۲ سورۃ البقرہ)

ترجمہ : یہود نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا اور اس کے پیچھے پڑ گئے جو شیطانوں نے ملک سلیمان میں پڑھا اور سلیمان علیہ السلام نے کفر نہ کیا لیکن شیطانوں نے کفر کیا' لوگوں کو جادو سکھاتے اور یہود اس کے پیچھے پڑ گئے۔ جو دو فرشتوں پر بابل شہر میں اتارا گیا۔ فرشتوں کا نام ہاروت اور ماروت تھا۔ یہ فرشتے کسی کو جادو نہ سکھاتے مگر پہلے بطور نصیحت کہتے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف امتحان ہیں جو ہم سے علم سحر سیکھے گا اور اسے برائے ایذا استعمال کرے گا کافر ہو جائے گا۔ اور جو سیکھے گا اور جو اپنا بچاؤ کرے گا ایمان پر ثابت رہے گا۔ تم اسے ایذا رسانی میں استعمال کر کے کافر نہ بننا۔ لوگ ان سے جادو سیکھتے اور استعمال میں لا کر میاں بیوی میں جدائی ڈالتے اور وہ کسی کو نقصان نہ پہنچاتے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ کیونکہ کوئی سبب مؤثر بالذات نہیں لوگ جو کچھ سیکھتے وہ نقصان دہ تھا انہیں فائدہ نہ دیتا۔

بعض مفسرین قرطبی وغیرہ کا خیال ہے کہ ہاروت ماروت فرشتے نہ تھے بلکہ انسان تھے ان کا لقب ملک تھا۔ قوت خداداد سے جادو کے علم میں مہارت حاصل کی۔ انزال سے مراد قوت ذہنی ہے' انزال وحی مراد نہیں۔ کیونکہ جادو کے انزال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا خطا ہے لیکن ابن جریر الطبری نے اس خیال کو رد کیا ہے۔

ابن جریر الطبری کا قول : قَالَ ابْنُ جَرِيْرِ الطِّبْرِيِّ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ عَرَّفَ عِبَادَهُ بِجَمِيْعِ مَا اَمَرَهُمْ بِهٖ بِجَمِيْعِ مَا نَهَاهُمْ عَنْهُ اَمَرَهُمْ وَ نَهَاهُمْ بَعْدَ

الْعِلْمِ مِنْهُمْ بِمَا يُؤْمَرُوْنَ بِهِ وَيُنْهَوْنَ عَنْهُ وَلَوْكَانَ الْاَمْرُ عَلٰی غَيْرِ ذَالِكَ لَكِنَّ الْاَمْرَ وَالنَّهْيُ مَعْنًی مَفْهُوْمٌ وَالسِّحْرُ مِمَّا يُنْهٰی عَنْهُ عِبَادَهٗ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ فَغَيْرُ مُنْكَرٍ اَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَّمَهُ الْمَلَكَيْنِ اللَّذَيْنِ سَمَّاهُمَا فِیْ تَنْزِيْلِهٖ وَجَعَلَهُمَا فِتْنَةً لِعِبَادِهٖ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ كَمَا اَخْبَرَ عَنْهُمَا اَنَّهُمَا يَقُوْلَانِ مَنْ جَاءَ يَتَعَلَّمُ مِنْهُمَا ذَالِكَ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ لِيَخْتَبِرَ بِهِمَا عِبَادَهُ الَّذِيْنَ نَهَاهُمْ عَنِ السِّحْرِ وَعَنِ التَّفْرِيْقِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ فَيَتَمَحَّصُ الْمُؤْمِنُ بِتَرْكِهِ التَّعَلُّمَ مِنْهُمَا وَلِيَخْزِیَ الْكَافِرَ بِتَعَلُّمِهِ الْكُفْرَ وَالسِّحْرَ مِنْهُمَا وَيَكُوْنُ الْمَلَكَانِ فِیْ تَعْلِيْمِهِمَا مَا عَلَّمَاهُ مِنْ ذَالِكَ مُطِيْعَيْنِ لِلّٰهِ تَعَالٰی اِذْ كَانَ عَنْ اِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰی لَهُمَا بِتَعْلِيْمِ ذَالِكَ وَغَيْرَ ضَارِّهِمَا سِحْرُ مَنْ سَحَرَ مِمَّنْ تَعَلَّمَ ذَالِكَ مِنْهُمَا بَعْدَ نَهْيِهِمَا اِيَّاهُ عَنْهُ بِقَوْلِهِمَا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ اِذْ كَانَا اَدَّيَا مَا اُمِرَا بِهٖ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو وہ سب چیزیں بتلا دی ہیں جن کا انہیں کرنے کا حکم دیا اور وہ سب بھی بتلا دی ہیں جن سے انہیں روکا ہے۔ پھر انہیں کرنے کا حکم بھی دیا ہے اور روکا بھی ہے۔ اس علم کے بعد کہ یہ مامور بہ ہیں اور یہ منھی عنہ ہیں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو امر اور نہی کا مفہوم ہی کیا، امر اور نہی لغو ہو نگے۔ جادو ان چیزوں سے ہے جن سے روکا گیا ہے۔ جادو کا انزال فرشتوں پر ہوا جن کا نام قرآن مجید میں ہاروت ماروت تھے۔ اس لیے وہ پہلے نصیحت کرتے اور کہتے کہ ہم فتنہ ہیں تو اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کو جادو سکھایا ہو اور انہیں بنی آدم کے لیے

فتنہ بنایا ہو جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو شخص ان سے جادو سیکھنے آتا اسے بطور نصیحت کہتے کہ ہم فتنہ ہیں۔ جادو سیکھ کر کافر نہ بن تاکہ بندوں کا امتحان لے۔ انہیں جادو سے اور میاں بیوی میں تفریق سے منع کیا تاکہ جادو کی تعلیم چھوڑ کر مومن مخلص مومن بنے اور کافر کو اللہ جادو سیکھنے اور کفر کرنے پر سزا دے تو فرشتے جادو کی تعلیم میں اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار۔ بنے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سکھانے کا اذن دیا ہے اور جو ان سے جادو سیکھ کر جادو کرتا اس کا جادو انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔ کیونکہ انہیں جو امر کیا گیا تھا اس کو انہوں نے ادا کر دیا۔ (خازن جلد اول صفحہ ۷۴)

ہاروت اور ماروت فرشتے تھے اور صورت بشری میں تھے عوارضات بشری ان پر طاری تھے۔ پاؤں سے چلنا' پھرنا اور بیٹھنا عوارض بشری ہیں۔ زبان سے بولنا' حواس کا استعمال عوارض بشری ہیں۔ جو ان دو فرشتوں پر طاری ہوتے تھے۔ ہاروت ماروت فرشتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر صفحہ ۱۴۳ جلد اول عن الحسن البصری فی تفسیرہ)

نَعَمْ اُنْزِلَ الْمَلَكَانِ بِالسِّحْرِ۔ تفسیر روح المعانی جلد اول صفحہ ۳۰۶

مَااُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ (الایہ) وَ هٰذَ لِاَنَّ الْمَلَكَانِ اُنْزِلَا لِتَعْلِيْمِ السِّحْرِ اِبْتِلَاءٍ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لِلنَّاسِ فَمَنْ تَعَلَّمَ وَ عَمِلَ بِهٖ كَفَرُوْا مَنْ تَعَلَّمَ وَ تَوَقّٰى عَمَلَهٗ ثَبَتَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَلِلّٰهِ تَعَالٰى اَنْ يَّمْتَحِنَ عِبَادَهٗ بِمَاشَاءَ كَمَا امْتَحَنَ قَوْمَ طَالُوْتَ بِنَهْرٍ وَ اَنْ يَّمِيْزَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ

الْمُعْجِزَہِ حَيْثُ اِنَّهٗ كَثُرَ فِیْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ وَاَظْهَرَ السَّحَرَۃُ اُمُوْرًا غَرِيْبَةً وَقَعَ الشَّكُّ بِهَا فِی النُّبُوَّۃِ فَبَعَثَ اللّٰهُ الْمَلَكَيْنِ لِتَعْلِيْمِ اَبْوَابَ السِّحْرِ حَتّٰى يُزِيْلَا الشُّبْهَةَ وَيُمِيْطَا الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ

ترجمہ : یہ دو فرشتے جادو سکھانے کے لئے اتارے گئے تاکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا امتحان لے۔ پس جس نے جادو سیکھا اور اسے استعمال کیا کافر بنا اور جس نے سیکھا اور بچاؤ کیا وہ ایمان پر ثابت رہا۔ اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ اپنے بندوں سے جس طرح چاہے امتحان لے۔ جیسے طالوت قوم کا امتحان پانی کی نہر سے لیا کہ جو پانی پیئے گا وہ ہم سے نہ ہو گا۔ نیز جادو اس لئے سکھایا کہ جادو اور معجزہ میں فرق کیا جاسکے۔ کیونکہ سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں جادو زیادہ تھا۔ جادو گروں کے ہاتھوں عجیب و غریب امور سرزد ہوتے تھے اور ان کے نبی ہونے کا شک گزرتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کو جادو دے کر بھیجا تا کہ جادو کی تعلیم دیں اور شبہ نبوت دور کریں اور رستہ سے اس گندگی کو ہٹائیں۔ (تفسیر کبیر جلد ثالث صفحہ ۲۱۹)

اِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَهُمَا فِیْ صُوْرَةِ رَجُلَيْنِ وَكَانَ الْوَاجِبُ عَلَى الْمُكَلَّفِيْنَ فِیْ زَمَانِ الْاَنْبِيَاءِ اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ اَنْ لَّا يَقْطَعُوْا عَلٰى مَنْ صُوْرَتُهُ الْاِنْسَانُ اَنْ يَّكُوْنَ اِنْسَانًا كَمَا اَنَّ فِیْ زَمَانِ رَسُوْلِنَا كَانَ الْوَاجِبُ عَلٰى مَنْ شَاهَدَ دِحْيَةَ الْكَلْبِیَّ اَنْ لَّا يَقْطَعَ بِكَوْنِهٖ مِنَ الْبَشَرِيْنَ الواجب توقف فيه

ترجمہ : ہاروت و ماروت کو اللہ تعالیٰ نے دو مردوں کی صورت میں نازل فرمایا۔ سابقہ نبیوں کی امتوں پر لازم تھا کہ جس شخص کو انسان کی صورت میں دیکھیں ضروری نہیں کہ وہ انسان ہو' اس کے انسان ہونے پر یقین نہ کریں اور ہمارے نبی کی اُمت پر واجب ہے کہ جب وہ دحیہ الکلبی کو دیکھیں تو یقین نہ کریں کہ یہ انسان ہے بلکہ توقف کریں۔

تفسیر ابن کثیر' روح المعانی' تفسیر کبیر کی وضاحت سے معلوم ہوا کہ ہاروت و ماروت فرشتے تھے اور دو مردوں کی صورت میں تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص انسانی صورت میں ہو ضروری نہیں کہ بشر ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ صورت بشری ہو اور حقیقت میں ملکی ہو' بلکہ ہمیں توقف کرنا ہو گا اور یہ فیصلہ اپنی عقل سے کرنا ہو گا اور یہ صحیح نہیں ہو گا کہ ہر صورت رکھنے والا بشر ہو۔ ہو سکتا ہے کہ واقع میں وہ فرشتہ نوری ہو۔

آیت وَمَا تَتْلُوا الشَّيَاطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمَانَ (الآیہ)

شان نزول :

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ بْنُ يَسَارٍ عَمَدَتِ الشَّيَاطِيْنُ حِيْنَ عَرَفَتْ مَوْتَ سُلَيْمَانَ بْنُ دَاوٗدَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَكَتَبُوْا اَصْنَافَ السِّحْرِ مَنْ كَانَ يُحِبُّ اَنْ يَّبْلُغَ كَذَا وَ كَذَا فَلْيَفْعَلْ كَذَا اَوْ كَذَا حَتّٰى اِذَا صَنَعُوْا اَصْنَافَ السِّحْرِ جَعَلُوْهُ فِىْ كِتَابٍ ثُمَّ خَتَمُوْهُ بِخَاتَمٍ عَلٰى

نقش سليمان وكتبوا في عنوانه هذا ما كتب آصف بن برخيا الصديق للملك سليمان بن داود من ذخائر كنوز العلم ثم دفنوه تحت كرسيه واستخرجه بعد ذالك بقايا بني إسرائيل حتى احدثوا ما احدثوا فلما عثروا عليه قالو والله ما كان ملك سليمان إلا بهذا نافشوا السحر في الناس فتعلموه وعلموه فليس هو في أحد اكثر منه في اليهود لعنهم الله تعالى فلما ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما انزل عليه سليمان بن داود عليهم السلام وعده في من عد من المرسلين قال من كان في المدينة من اليهود الا تعجبون من محمد يزعم ان ابن داود كان نبياء والله ما كان نبيا ما كان الا ساحرا فانزل الله تعالى هذا الايه

ترجمہ: محمد بن اسیار کہتے ہیں کہ جب شیاطین کو سلیمان علیہ السلام کی موت کا علم ہوا تو انہوں نے حسب منشاء جو کچھ جادو پھیلانا اور پہنچانا چاہتے تھے کتابی صورت میں جمع کیا اور اس پر سلیمان علیہ السلام کی مہر کا نقش کیا اور اس کے عنوان میں لکھا یہ وہ علم ہے جسے آصف بن برخیا سلیمان بن داود علیہ السلام کے صدیق نے لکھا ہے جو کہ علم کے ذخائر سے ہے۔ پھر اسے سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے نیچے دفن کر دیا۔ بعد میں یہود سے جو لوگ باقی تھے انہوں نے ان کتابوں کو نکال لیا اور ان گنت باتیں کیں۔ وہ جب اس

جادو کے سیکھنے میں کامیاب ہوئے تو کہنے لگے کہ سلیمان بن داؤد کے ملک کا سہارا یہی جادو تھا۔ جادو کو لوگوں میں خوب پھیلایا۔ لوگوں نے جادو پڑھا اور پڑھایا۔ جادو کا علم جتنا یہود میں تھا اتنا کسی قوم میں نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلیمان علیہ السلام کی وحی کا اظہار کیا اور انہیں نبیوں کی فہرست میں شمار کیا تو مدینہ کے یہود نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تعجب ہے کہ سلیمان علیہ السلام کو نبیوں میں شمار کرتے ہیں حالانکہ وہ جادوگر بادشاہ تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرمائی کہ یہود تورات کو چھوڑ کر شیطانوں کے من گھڑت جادو کے تابع ہوئے اور اس سے سیکھا اور سکھایا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نہ جادوگر تھے اور نہ انہوں نے جادو پر عمل کیا۔

یہ آیت سلیمان علیہ السلام کی برئت میں نازل ہوئی امام قرطبی نے **وما انزل علی الملکین** میں مانافیہ بتایا ہے اور ہاروت و ماروت کے فرشتہ ہونے کا انکار کیا ہے اور اس کا بھی انکار کیا ہے کہ فرشتوں پر جادو نازل ہوا اور قرآنی عبارت کو آگے پیچھے کر کے اس طرح کی تفسیر کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مانافیہ ہے اور اس کا عطف **مَاکَفَرَ سلمیان** پر ہے اور ہاروت و ماروت کو اَلشَّیَاطِیْنُ سے بدل بنایا ہے اور آیت کو اس طرح پڑھا ہے **وَمَا کَفَرَ سُلَیْمَانُ وَمَا اُنْزِلَ عَلَی الْمَلَکَیْنِ وَلٰکِنَّ الشَّیَاطِیْنَ ہَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ کَفَرُوْا یُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ بِبَابِلَ**

ترجمہ: "نہ سلیمان علیہ السلام نے کفر کیا اور نہ فرشتوں پر کوئی چیز اتری بلکہ شیطانوں ہاروت اور ماروت نے کفر کیا لوگوں کو جادو سکھاتے شہر بابل

ہیں۔"

امام آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی نے امام قرطبی پر سخت تنقید کی ہے کہ اس طرح قرآن کو مسخ کرنا ہے۔ قرآن پاک کی بلاغت و فصاحت کو ادنیٰ درجہ کلام بنانا ہے۔ اور ہاروت و ماروت کے فرشتہ ہونے کا انکار ایک واضح حقیقت کا انکار ہے کیونکہ تمام محققین، مفسرین نے ماموصولہ یا موصوفہ بنایا اور ہاروت اور ماروت کو ملکین تسلیم کیا ہے اور ان پر ازال جادو ثابت کیا ہے۔

سحر کا تعلم اور تعلیم

اس میں اختلاف ہے، محققین کے نزدیک جائز ہے۔ علامہ بیضاوی، علامہ آلوسی، فخرالدین رازی تینوں اس پر متفق ہیں۔ لیکن علامہ ابن کثیر عدم جواز کے قائل ہیں۔ تفسیر ابن کثیر جلد اول صفحہ ۱۴۴۔

اَلْمَسْئَلَةُ الْخَامِسَةُ فِیْ مَنِ الْعِلْمِ بِالسِّحْرِ لَیْسَ بِقَبِیْحٍ وَ مَحْظُوْرٍ۔ اِتَّفَقَ الْمُحَقِّقِیْنَ عَلٰی ذَالِکَ لِاَنَّ الْعِلْمَ بِالذَّاتِ شَرِیْفٌ وَاَیْضًا لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی عُمُوْمًا" هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَایَعْلَمُوْنَ وَلِاَنَّ السِّحْرَ لَوْلَمْ یَکُنْ یَعْلَمُ لَمَّا لٰکِنَّ الْفَرْقُ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ الْمُعْجِزِہٖ وَالْعِلْمُ بِکَوْنِ الْمُعْجِزِ بِمُعْجِزًا" وَاجِبٌ وَمَا یَتَوَقَّفُ عَلَیْہِ الْوَاجِبُ فَهُوَ وَاجِبٌ اِلَیْنَا فَهٰنَا یَقْتَضِیْ اَنْ یَکُوْنَ تَحْصِیْلُ الْعِلْمِ بِالسِّحْرِ وَاجِبًا

فَمَا يَكُوْنُ وَاجِبًا كَيْفَ يَكُوْنُ حَرَامًا" وَقَبِيْحًا" وَ
هٰذَا الْكَلَامُ فِيْهِ نَظَرٌ- مِنْ وُجُوْهٍ اَحَدُهَا قَوْلُهُ الْعِلْمُ
بِالسِّحْرِ لَيْسَ بِقَبِيْحٍ اِنْ عَنٰى بِهٖ عَقْلًا فَمِنّيْ لَفُوْهُ مِنْ
الْمُعْتَزِلَةِ يَمْنَعُوْنَ هٰذَا وَاِنْ عَنٰى بِهٖ اَنْ لَيْسَ بِقَبِيْحٍ
شَرْعًا" فَفِى الْاٰيَةِ تَشْنِيْعٌ بِتَعَلُّمِ السِّحْرِ وَفِى الْحَدِيْثِ
الصَّحِيْحِ مَنْ اَتٰى عَرَّافًا اَوْ كَاهِنًا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ
عَلٰى مُحَمَّدٍ فِى السُّنَنِ مَنْ عَقَدَ عُقْدَةً وَنَفَثَ فِيْهَا
فَقَدْ سَحَرَ- فَقَوْلُهُ لَامَحْظُوْرٌ" اِتَّفَقَ الْمُحَقِّقُوْنَ-
كَيْفَ لَايَكُوْنُ مَحْظُوْرًا" مَعَ مَاذَكَرْنَا مِنَ الْاٰيَتِهِ
وَالْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ- وَاتِّفَاقُ الْمُحَقِّقِيْنَ يَقْضِيْ اَنْ
يَكُوْنَ قَدْنَصَّ عَلٰى هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ اَئِمَّةُ الْعُلَمَاءِ
اَوْاَكْثَرُهُمْ وَاَيْنَ نُصُوْصُهُمْ ثُمَّ اِدْخَالُ عِلْمِ السِّحْرِ فِىْ
عُمُوْمِ قَوْلِهٖ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ
لَايَعْلَمُوْنَ فِيْهِ نَظَرٌ لِاَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ اِنَّهَادَلَّتْ عَلٰى مَدْحِ
الْعَالِمِيْنَ الْعِلْمُ الشَّرْعِيُّ وَلِمَ قُلْتَ هٰذَا مِنْهُ ثُمَّ تَرَقِّيَهُ
اِلَى وُجُوْهِ تَعَلُّمِ بِاَنْ لَاتَحْصِلُ الْعِلْمُ بِالْمُعْجِزِ اِلَّابِهٖ
ضَعِيْفٌ بَلْ فَاسِدٌ بِاَنَّ اَعْظَمُ مُعْجِزَاتِ رَسُوْلِنَا عَلَيْهِ
الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ هِيَ الْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ
بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ هٰكِيْمٍ حَمِيْدٍ مِنْ ثُمَّ اِنَّ
اِلٰعِلْمَ بِاَنَّهٗ مُعْجِزَةٌ يَتَوَقَّفُ عَلٰى عِلْمِ السِّحْرِ اَصْلًا ثُمَّ

اِنَّ مِنَ الْعُلُوْمِ بِالضَّرُوْرَةِ اَنَّ الصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِیْنَ وَاَئِمَّةَ الْمُسْلِمِیْنَ رِعَایَتِهِمْ کَانُوْا یُعَلِّمُوْنَ الْمُعْجِزَ وَیُفَرِّقُوْنَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ غَیْرِهٖ وَلَا یَکُوْنُوْنَ یُعَلِّمُوْنَ السِّحْرَ وَلَا تُعَلِّمُوْهُ وَلَا عَلِمُوْهُ۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

ترجمہ : پانچواں مسئلہ :۔ جادو کا علم قبیح اور محظور نہیں۔ محققین نے اس پر اتفاق کیا ہے کیونکہ علم بالذات خود شریف ہے۔ نیز آیت قرآنی ہے کہ جاننے والا نہ جاننے والا برابر نہیں۔ اس آیت میں علم سے مراد عام علم ہے جس میں جادو بھی داخل ہے۔ اگر جادو کا علم نہ ہو تو جادو اور معجزہ میں فرق نہ ہو گا۔ حالانکہ معجزہ کو بطور معجزہ جاننا ضروری ہے اور جس چیز پر واجب موقوف ہو اس کا علم بھی واجب ہوتا ہے۔ پس واجب چیز کیسے قبیح اور محظور ہو سکتی ہے۔

اس کلام میں کئی وجہ سے نظر ہے۔

نمبرا علم بالسحر قبیح نہیں۔ اس سے کیا مراد ہے کہ کیا عقلاً" قبیح نہیں یا شرعاً" قبیح نہیں۔ اگر عقلاً" کیا جائے تو معتزلہ جو عقل کے تابع ہیں وہ اس کا کیوں انکار کرتے ہیں اور شرعاً" ہے تو پھر بھی صحیح نہیں کیونکہ یہ آیت **اِتَّبَعُوْا مَاتَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ (الآیۃ)** جادو سے متعلق تشنیع ہے اور حدیث صحیح میں ہے جو عراف اور کاہن کے پاس گیا اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا انکار کیا۔ نیز حدیث میں ہے **مَنْ عَقَدَ عُقْدَةً ثُمَّ نَفَثَ فِیْهِ فَقَدْ سَحَرَ"** (ترجمہ) جو شخص جادو کر کے ایک گرہ لگاتا ہے اور اس میں پھونکتا ہے وہ جادوگر ہے اور یہ قول **لَامَحْظُوْرَ اِتَّفَقَ الْمُحَقِّقُوْنَ** کیسے صحیح ہو سکتا

ہے۔ کیونکہ آیت اور حدیث اس کے خلاف ہے اور محققین کے اتفاق کی کوئی نص نہیں۔ پھر علم سحر کو عموم علم آیت قرآنی میں داخل کرنا بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ علماء شرع کی مدح میں ہے۔ پھر یہ کہنا کہ معجزہ کا معجزہ ہونا سحر پر موقوف ہے یہ صحیح نہیں کیونکہ قرآن حکیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا معجزہ ہے۔ اس کا اعجاز علم سحر پر موقوف نہیں صحابہ' تابعین' آئمہ مسلمین سب اعجاز قرآن پر ایمان رکھتے ہیں. لیکن نہ انہوں نے جادو سیکھا اور نہ سکھایا۔

عقلی اور نقلی دلائل کا جواب :

علامہ آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی نے ان سب دلائل کو جواب دیا ہے نمبرا پہلی نظر کا جواب علم سحر کا علم شرعا" قبیح نہیں کیونکہ آیت **وما تتلوا الشیاطین علیٰ ملک سلیمان** جادو کے علم پر تشنیع نہیں بلکہ یہود کے اتباع پر تشنیع کیونکہ **یتلوا** کا صلہ جس وقت **علیٰ** ہو تو اس کا معنی افترا ہوتا ہے آیت کا معنی یہ ہو گا کہ یہود نے شیاطین کے افتراء کردہ جادو کی اتباع کی اور کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیا۔ تو یہ تشنیع یہود کے اتباع پر ہے۔ نہ علم سحر کے علم پر ہے۔

نمبر ۲ دوسری نظر کا جواب :۔ حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص کاہن اور عراف کے پاس برائے استعمال جادو گیا اس نے تعلیم محمدیہؐ کی تکذیب کی۔ نہ تعلم علم جادو سے تکذیب ہوتی ہے اور استعمال جادو کی حرمت پر کسی کو کلام نہیں۔

نمبر ۳ تیسری نظر کا جواب :۔ دوسری حدیث مَنْ عَقَدَ عَقْدَہٗ ثُمَّ نَفَثَ فِیْہِ فَقَدْ سَحَرَ" اس کا مطلب یہ ہے کہ تھوڑا جادو کرنا بھی جادو ہے کیونکہ حرام کلا" اور جزا" ہر طرح حرام ہوتا ہے۔

نمبر ۴ چوتھی نظر کا جواب :۔ صحابہ میں آنحضرت ﷺ موجود تھے انہیں جادو اور اعجاز میں کوئی اشتباہ نہ تھا۔ اس لئے انہیں جادو پڑھنے اور پڑھانے کی ضرورت نہ تھی۔ کلام اس صورت میں ہے جو اشتباہ ہو۔ اس نظر کا جواب کہ اتفاق محققین پر نص موجود نہیں ہے کہ رئیس المفسرین ابن جریر طبری نے ثابت کیا ہے ماموراتِ بہا اور منہیات عنہ کا علم مکلفین کے لئے ضروری ہے۔ ورنہ امر و نہی لغو ہونگے۔ ہاروت اور ماروت پر انزال جادو بھی سب محققین، مفسرین تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ بیضاوی، علامہ فخرالدین رازی اور علامہ آلوسی سب نے تسلیم کیا ہے کہ انزال علی الملکین ہوا اور قرطبی کے قول کو مَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ میں مانافیہ ہے اور انزال نہیں ہوا۔ اس کو علامہ آلوسی نے سخت رد کیا ہے۔ تو یہ چاروں مفسرین اس بات پر متفق ہیں، علم سحر جائز ہے نہ حرام ہے یہی نص ہے کہ محققین کا اتفاق ہے۔

دوسری مثال : اشیاء کے ظاہر اور باطن میں اختلاف کی دوسری واضح مثال دوسری آیت جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شی کی حقیقت اور ہوتی ہے اور اس کی صورت اور ہوتی ہے۔

وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ مَرْیَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا
مَكَانًا شَرْقِیًّا فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَا

اِلَیۡہَا رُوۡحَنَا فَتَمَثَّلَ لَہَا بَشَرًا سَوِیًّا ٭ قَالَتۡ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِالرَّحۡمٰنِ مِنۡکَ اِنۡ کُنۡتَ تَقِیًّا ٭ قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوۡلُ رَبِّکِ ٭ لِاَہَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا ٭ قَالَتۡ اَنّٰی یَکُوۡنُ لِیۡ غُلٰمٌ وَّ لَمۡ یَمۡسَسۡنِیۡ بَشَرٌ وَّ لَمۡ اَکُ بَغِیًّا ٭ قَالَ کَذٰلِکِ ۚ قَالَ رَبُّکِ ہُوَ عَلَیَّ ہَیِّنٌ ۚ (پارہ ۱۶ - رکوع ۵)

ترجمہ : قرآن کریم میں حضرت مریم کا واقعہ ذکر کرو جب وہ گھر والوں سے ایک مشرقی مکان میں علیحدہ ہو گئیں تو ان کے سامنے پردہ ڈال دیا۔ پس ہم نے اس کی طرف اپنا جرائیلؑ بھیجا جو مکمل صورت بشری میں ان کے سامنے آئے۔ مریم بولیں میں اللہ مہربان کے ساتھ تجھ سے پناہ چاہتی ہوں۔ اگر تو پرہیزگار ہے۔ جرائیلؑ نے کہا میں تو صرف تیری طرف تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تجھے ایک بچہ عطا کروں۔ مریم بولیں میرا بچہ کیسے ہو گا۔ حالانکہ مجھے اس سے پہلے کسی بشر نے چھوا نہیں اور نہ میں بدچلن ہوں کہ کوئی مجھے چھوئے گا۔ جرائیلؑ نے کہا بات اسی طرح ہے لیکن تیرے رب نے کہا ہے کہ ایسا کرنا میرے لئے آسان ہے۔

مریم اس تنہا مکان میں جرائیلؑ کو بشری صورت میں دیکھتی ہیں۔ جرائیلؑ جس کی حقیقت نور ہے بشری صورت میں نمودار ہوئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شی کی حقیقت اور ظاہر میں اختلاف ہو سکتا ہے پھر اس طرح اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام درحقیقت نور تھے اور صورت بشری میں پیدا ہوئے۔ صورت اور حقیقت سے عیسٰی علیہ السلام

بشر نہ تھے کیونکہ حقیقی بشر وہ ہوتا ہے جو مرد کے نطفہ سے ہو اور یہ نطفہ مادر کے شکم میں نطفہ مادر سے مل کر رحم میں پرورش پائے اور کم از کم چھ ماہ رحم میں رہے تب ظاہر اور باطن کے لحاظ سے بشر ہوتا ہے۔ یہاں یہ فطری عمل موجود نہیں۔ نہ تو نطفہ مرد ہے اور نہ عورت کے نطفہ سے مرکب ہوا ہے۔ صرف اتنا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بصورت اصل صورت بشری میں دنیا میں تشریف لائے ہیں۔

اس آیت سے دو مثالیں حاصل ہوئیں۔ ایک جبرئیل علیہ السلام کہ نوری حقیقت بشری صورت میں نمودار ہوئی اور دوسری مثال عیسیٰ علیہ السلام کہ جن کی حقیقت مِنْ رُّوْحِنَا یعنی نورالٰہی ہے۔ صورت بشری میں پیدا ہوئے تو حقیقت نور ہے اور صورت بشر ہے۔ اس آیت سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش محض نور سے ہے نطفہ مریم بھی اس کی حقیقت میں داخل نہیں کیونکہ نطفہ مادر کے لئے مَسّ مِنَ الذَّکَرِ ضروری ہے اور مَسّ عَنِ الذَّکَرِ موجود نہیں کیونکہ آیت کے الفاظ وَلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ اس کی صاف نفی کر رہے ہیں۔ اگرچہ علامہ بیضاوی نے نطفہ مادر رحم میں گرنے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ تفسیر بیضاوی مکمل مطبوعہ بیروت صفحہ ۴۰۴

اَتَاهَا جِبْرِئِیْلُ فَتَمَثَّلَ بِصُوْرَتِ شباب امر وَ سَوِیِّ الْخَلْقِ لتسانس بِکَلَامِهٖ وَلَعَلَّهٗ لِیُهِیْجَ شَهْوَتَهَا بِهٖ تَنْحَدِرُ نُطْفَهَا اِلٰی رَحِمِهَا

ترجمہ: حضرت جبرائیلؑ نوجوان مرد بے ریش صورت میں مریم کے

سامنے آیا تاکہ مریم اس کی کلام سے مانوس ہو اور مریم کا نطفہ ان کی رحم میں گرے۔ یعنی جبرائیلؑ نوجوان امرد کی صورت میں اس کے سامنے آئے کہ مریم سے ہمکلام ہو کر مریم کی شہوت ابھاریں اور باتوں باتوں میں ابھرنے سے نطفہ مریم رحم مریم میں چلا جائے۔ اس طرح گویا صورت بشری حاصل ہوئی۔ ورنہ عیسیٰ علیہ السلام سراپا نور صورت بشری میں تھے۔

فائدہ : بیضاوی صفحہ ۴۰۴ عیسیٰ علیہ السلام کی مدت حمل سات ماہ تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چھ ماہ تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک گھڑی تھی۔ حضرت مریم کی عمر میں بھی اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے تیرہ سال' دوسری میں دس سال اور حضرت مریم کو ابھی صرف دو حیض آئے تھے۔ تفسیر خازن جلد سوم صفحہ ۲۳۱ میں آتا ہے کہ روحنا سے مراد روح عیسیٰؑ ہے جو بطن مریمؑ میں پڑ کر مکمل بشری شکل میں پیدا ہوئے۔ اس توجیہ کے مطابق بھی عیسیٰ علیہ السلام حقیقت میں نور تھے اور صورت میں بشر تھے۔

فصل اول کے اہم مسائل :

پہلا مسئلہ :۔ ہاروت اور ماروت دو فرشتے تھے تعلیم سحر کے لئے زمین پر اتارے گئے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف بندوں کے امتحان کے لئے کہ جادو سیکھیں اور اسے عمل میں لائیں۔ یہ علم انہیں اس لئے دیا گیا کہ معجزہ اور جادو میں فرق کر سکیں۔ نبی اور ساحر میں فرق ہو۔ جو اسے تمیز اور بچاؤ کے لئے سیکھے گا وہ مومن ہو گا اور جو اس کے ذریعے ایذا رسانی کرے گا وہ کافر ہو گا۔

دوسرا مسئلہ :۔ ہاروت اور ماروت دو فرشتے تھے' صورت بشری میں تعلیم

دیتے تھے اور سیکھنے والے کو پہلے سمجھاتے تھے کہ ہم امتحان کے لئے اترے ہیں۔ جادو سیکھو اور اس کے ناجائز استعمال سے کافر نہ بننا۔

تیسرا مسئلہ :۔ سابقہ امتوں پر ضروری تھا کہ جس کو بشری صورت میں دیکھیں یقین نہ کریں کہ بشر ہے کیونکہ ہو سکتا ہے بشری صورت میں فرشتہ یا جن ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر ضروری ہے کہ اگر وحیہ کلبی اصحابی کی صورت میں جس انسان کو دیکھیں یقین نہ کریں کہ یہ بشر ہے بلکہ توقف کریں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ فرشتہ بصورت وحیہ کلبی ہو۔

دوسری فصل : مقدمہ کی دوسری فصل کوئی بشر کسی فرشتہ کو اس کی اصل صورت میں نہیں دیکھ سکتا اور نہ اس کے ساتھ بات کر سکتا ہے اور نہ اس سے کچھ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

وَلَوْنَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَاباً فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ
بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ
وَقَالُوْا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكاً لَّقُضِيَ الْاَمْرُ
ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكاً لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلاً
وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ۝ (پارہ ۷ - رکوع ۷)

ترجمہ : اگر ہم آپ پر قرآن مجید کو کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب کی صورت اتارتے پھر وہ اسے اپنے ہاتھوں سے ٹٹولتے تو پھر بھی وہ کہتے کہ یہ صاف جادو ہے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فرشتہ ان کی تائید کے لئے کیوں نہیں آتا۔ اگر ہم فرشتہ کو اتارتے تو مرد کی شکل میں اتارتے

اور ہم ان پر وہی شبہ ڈالتے جس میں وہ پہلے مبتلا ہیں۔

تشریح : کفار کے ایمان نہ لانے میں کئی بہانے تھے۔

(پہلا بہانہ) کہ قرآن کاغذ پر لکھا ہوا کتابی صورت میں کیوں نہیں اتارا گیا۔ تو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ کفار اس صورت میں یہ کہتے کہ یہ صاف جادو ہے۔

(دوسرا بہانہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کے لئے رسول بھیجنا تھا تو رسول فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا۔ ان دونوں بہانوں کے جواب میں فرمایا کہ اگر فرشتہ کو تائید کے لئے بھیجتے یا فرشتہ کو خود رسول بنا کر بھیجتے تو وہ مرد کی صورت میں ہوتا۔ اس صورت میں کافر یہ کہتے کہ یہ انسان کہیں سے پھر رسول بن کر آگیا ہے۔ تو ان کا بہانہ اور شبہ بدستور قائم رہتا۔ دوسرے اور تیسرے بہانہ کے جواب میں جو یہ کہا گیا ہے کہ اگر فرشتہ تائید کے لئے اترتا یا خود رسول بن کر اترتا تو وہ اپنی صورت میں نہ آتا بلکہ وہ مرد کی صورت میں آتا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ وہ اپنی اصلی صورت میں کیوں نہ آتا۔ تو مفسرین نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ انسان فرشتہ کو اس کی اصل صورت میں نہیں دیکھ سکتا۔ تفسیر حقانی جلد چہارم۔

ملائکہ اجسام لطیفہ میں، اس کے بغیر کہ وہ محسوس چیز کی شکل میں متشکل ہوں، ان کے نظر آنے کی صورت بھی فرشتہ کو اس کی اصل صورت میں نہیں دیکھا جاسکتا۔ اس لئے کہ بغیر اپنی اصلی صورت کے کسی محسوس چیز کی شکل میں نمودار ہو گا۔ (تفسیر خازن و مدارک جلد ثانی مطبوعہ مصر صفحہ ۵)

لَوْجَعَلْنَاهُ قَالُوْا اَرْسَلْنَا اِلَيْهِمْ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ فِیْ
صُوْرَهِ رَجُلٍ وَ ذَالِکَ لِاَنَّ الْبَشَرَ لَايَسْتَطِيْعُوْنَ اَنْ
يَّنظُرُوْا اِلَی الْمَلَائِکَةِ فِیْ صُوَرِهِمُ الَّتِیْ خُلِقُوْا عَلَيْهَا
لَوْنَظَرَ نَاظِرٌ اِلَی الْمَلَکِ لَصَعِقَ عِنْدَ رُؤْيَتِهٖ
وَلِذَالِکَ تَاتِیْ الْمَلَائِکَةُ فِیْ صُوْرَةِ الْاِنْسِ کَمَا جَاءَ
جِبْرَائِيْلُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سوره
دَحْيَةَ الْکَلْبِیِّ وَکَذَالِکَ جَاءَ الْمَلَکَانِ اِلٰی دَاؤُدَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ فِیْ صُوْرَهِ رَجُلَيْنِ وَ کَذَالِکَ اَتَی
الْمَلَائِکَةُ اِلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَ لُوْطٍ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فِیْ
الصُّوْرَةِ الْبَشَرِیِّ وَلَمَّا رَاٰی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ جِبْرَائِيْلَ فِیْ صُوْرَةِ اِلٰی خُلِقَ عَلَيْهَا صعقد
وغشی علیه

ترجمہ : اگر ہم اہل مکہ کی طرف فرشتے بھیجتے تو مرد کی صورت میں بھیجتے یہ اس لئے کہ بشر فرشتوں کو ان کی اصل صورت میں دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اگر انسان انہیں ان کی اصل صورت میں دیکھے تو غش کھا کر گر پڑے۔ اس لئے ملائکہ انبیاء کی طرف انسانی صورت میں اترتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دحیہ کلبی کی صورت میں آتے اور داؤد علیہ السلام کے پاس دو مردوں کی صورت میں آئے اور ابراہیم اور لوط علیہم السلام کے پاس بھی مردوں کی صورت میں آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب غار حراء میں تھے اور وحی کا آغاز ہونے والا تھا اور جبرائیلؑ کو اپنی اصلی

صورت میں دیکھا تو بوجہ صورت بشری غش کھا کر گر گئے اور بدن پر کپکپی بھی ہوئی۔ یہ صرف پہلی دفعہ ہوا پھر نہ کپکپی پیدا ہوئی اور ض ے ی ق د غش ہوا چنانچہ آگے آئے گا۔

اسی آیت کے تحت روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۸۵

لَوْجَعَلْنَا النَّذِيْرُ الَّذِیْ اِقْتَرَحَم اَنْزَالَهٗ مَلَكًا لَمَثَّلْنَا ذَالِكَ الْمَلَكُ رَجُلٌ العلم لستطاعتكم مُعَايَنَهُ الْمَلَكِ عَلٰى هَيْكَلَةِ الْاَصْلِيَّةِ

ترجمہ : اگر ہم تمہارے مطالبہ کے مطابق رسول نذیر فرشتہ بھیجتے تو وہ مرد کی صورت میں آتا کیونکہ تم فرشتہ کو اصلی صورت میں دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

اسی آیت کے متعلق تفسیر ابن کثیر کا فیصلہ :-

تفسیر ابن کثیر جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۱۲۴ حضرت ابن عباس نے روایت کی ہے کہ اگر فرشتہ ان کے پاس آتا تو مرد کی صورت میں آتا۔ کیونکہ وہ فرشتوں کو ان کی اصلی صورت میں دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ تفسیر کبیر جلد نمبر ۱۲ صفحہ ۱۶۲ **لِاَنَّ الْبَشَرَ لَا يُطِيْقُ رُؤْيَةَ الْمَلَكِ فِیْ صُوْرَتِهٖ** کیونکہ فرشتہ کو اس کی اصلی صورت میں دیکھنے کی طاقت بشر سے باہر ہے۔

تیسری فصل : مقدمہ کی تیسری فصل۔

کوئی بشر دنیا میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا

وَلَمَّا جَاءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْ

اَنْظُرْ اِلَیْکَ قَالَ لَنْ تَرٰانِیْ وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَہٗ فَسَوْفَ تَرٰانِیْ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَکَ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ (پارہ ۹، رکوع ۷، سورۃ الاعراف)

ترجمہ : اور جب آئے موسیٰ علیہ السلام ہمارے مقرر کردہ وقت پر اور ان کے رب نے ان سے کلام کی تو عرض کرنے لگے اے میرے رب مجھے اپنا آپ دکھا تاکہ میں تیری طرف نظر کر سکوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا لیکن ذرا پہاڑ کی طرف دیکھو اگر پہاڑ اپنی جگہ برقرار رہا تو پھر تم مجھے دیکھ لو گے پس اس کے رب نے پہاڑ پر جلوہ کیا تو پہاڑ پاش پاش کر دیا اور موسیٰ غش کھا کر گر گئے۔ پھر جب ہوش آئی تو کہنے لگے اے اللہ تو عیب سے پاک ہے میں تیری طرف توبہ کرتا ہوں اور میں پہلا مومن ہوں۔

خلاصہ کلام : جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کے ساتھ باتیں کیں تو باتوں باتوں میں شوق دیدار پیدا ہوا۔ کیونکہ فطرت انسانی ایسی ہے کہ مخاطب کی باتوں میں اس کے دیدار کا لازماً شوق ہوتا ہے۔ تو مجھے دیکھ نہیں سکتا یہ پہاڑ میرا جلوہ برداشت نہیں کر سکتا جو اتنا بڑا ہے۔ بھلا تم مجھے کیسے دیکھو گے۔ سمجھانے کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا پہاڑ پر نظر رکھو اور منظر دیکھو جب پہاڑ پر جلوہ الٰہی ہوا تو پہاڑ پاش پاش ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام غش کھا کر گر گئے۔ جب ہوش آیا تو توبہ کی اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور عرض کی

کہ اے اللہ میں بغیر دیکھے سب سے پہلا مومن ہوں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان دنیا میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا۔ تفسیر حقانی جلد نمبر ۴ صفحہ ۵۴ تفسیر خازن جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۳۵

لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اَنْ يَّرَانِيْ فِى الدُّنْيَا وَلَا يُطِيْقُ النَّظَرَ اِلَىَّ وَاِنْ نَظَرَ فِى الدُّنْيَا مَاتَ

ترجمہ : انسان دنیا میں مجھے نہیں دیکھ سکتا اگر میری طرف نظر کرے تو مر جائے۔ (تفسیر ابن کثیرؒ جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۴۴)

يَا مُوْسٰى لَا يَرَانِيْ حَيٌّ اِلَّا مَاتَ وَلَا يَابِسٌ اِلَّا تَدَهْدَهٗ اے موسیٰ جو کوئی زندہ مجھے دیکھ لے مر جائے اور جو غیر روح ہے دیکھے تو پاش پاش ہو جائے۔ (تفسیر روح المعانی جلد نمبر ۹ صفحہ ۴۰)

لَنْ تَرَانِيْ اَىْ لَاقَابِلِيَّة لَكَ لِرُؤْيَتِيْ وَاَنْتَ عَلٰى مَا اَنْتَ عَلَيْهِ اے موسیٰ تو انسانی صورت میں مجھے دیکھنے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ (تفسیر کبیر جلد ۱۴ صفحہ ۲۳۴)

اِعْلَمْ اَنَّ الْقَوْمَ تمسكوا بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ عَلٰى عَدَمِ الرُّؤْيَةِ لعبادى تَعَالٰى مِنْ وُجُوْهٍ اس سے قوم نے اللہ کے دیدار کی نفی پر دلیل کی ہے۔

چوتھی فصل : مقدمہ کی چوتھی فصل :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کی آنکھوں سے جبرائیلؑ کو دیکھا (قول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ)۔

دوسرا قول ابن عباس، انس بن مالک، حسن بصری، عکرمہ اور ابن مسعود رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ اس اختلاف کا مبنی اللہ تعالیٰ کا قول (عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ذُوْمِرَّةٍ) ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شدید القوی ذومرہ نے تعلیم دی ہے۔ شدید القوی اور ذومرہ دو صفتیں جن کے موصوف میں اختلاف ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک قول کے مطابق اس کا موصوف جبرئیل علیہ السلام ہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرائیلؑ طاقتور اور عقلمند نے تعلیم دی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے قول کے مطابق اس کا موصوف اللہ تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ طاقتور اور عقلمند نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تعلیم دی۔ انس بن مالک، حسن بصری اور حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی یہی قول ہے۔

اب تفصیل ملاحظہ ہو۔

سورۃ النجم : وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ○ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ○ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ذُوْمِرَّةٍ - فَاسْتَوٰى وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى - ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ○ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى - فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى - مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى - اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى - عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى - عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى اِذْ يَغْشَى

السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى - مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى - لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ○ (پارہ ۲۷ رکوع ۵ سورئہ النجم)

ترجمہ : پہلے قول کے مطابق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیلؑ کو دیکھا۔ ترجمہ اس طرح ہو گا قسم ہے نجم کی جب وہ ڈھلے' تمہارا ساتھی نہ بھولا اور نہ بھٹکا۔ اپنی خواہش کی باتیں نہیں کرتا بلکہ اس کی باتیں وحی کردہ باتیں ہیں۔ تعلیم دی آپ کو جبرائیلؑ طاقتور دانا نے۔ پس جبرائیلؑ سیدھا کھڑا ہو گیا جبکہ وہ افق کے بلند مقام پر تھا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا اور جھکا پس اتنا قریب کہ دو کمانوں کے درمیان کا فاصلہ رہ گیا۔ بلکہ اس سے بھی کم۔ پس وحی کی جبرائیلؑ نے اللہ کے بندے کی طرف جو اللہ نے وحی بھیجی تھی۔ اس نے جھوٹ نہ سمجھا جو آنکھوں نے دیکھا۔ اے کفار تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رویت کے معاملہ میں جھگڑتے ہو۔ آنحضرت ﷺ نے جبرائیلؑ کو دوسری دفعہ کہاں دیکھا' سدرۃ المنتھیٰ کے پاس دیکھا جہاں جنت الماویٰ ہے۔ کس وقت دیکھا جب سدرۃ المنتھیٰ کو ڈھانپا تھا جو کہ اسے ڈھانپتا تھا۔ آنکھ نے دیکھنے میں کوتاہی نہ کی کہ ادھر ادھر دیکھتی اور نہ تجاوز کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے اپنے رب کی بڑی آیات دیکھی۔

خلاصہ آیات : آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرائیلؑ کو اس وقت دیکھا جب جبرائیلؑ افق اعلیٰ پر تھے۔ پھر جبرائیلؑ آپ ﷺ کے قریب ہوئے اور وحی کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیلؑ کو خوب غور سے

دیکھا' نظر جما کر دیکھا' دیکھنے میں کوتاہی نہ کی' پورے غور سے دیکھا۔ یہ دیکھنا کوئی خواب و خیال نہ تھا۔ آپ ﷺ کے دل نے آنکھوں کے دیکھے کو سچا سمجھا۔ مقام رویت بتایا کہ ایک دفعہ افق اعلیٰ پر دیکھا پھر دوبارہ سدرۃ المنتھیٰ کے پاس دیکھا جہاں جنت الماویٰ ہے۔ کب دیکھا' جب سدرۃ المنتھیٰ کو ڈھانپنے والے نے ڈھانپ رکھا تھا۔ اس قول کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیلؑ کو دو دفعہ اصلی صورت میں دیکھا۔ خوب دیکھا' غور سے دیکھا' نظر جما کر دیکھا۔ نہ آپؐ پر غشی طاری ہوئی' نہ آپؐ بے ہوش ہوئے۔ ایک دفعہ افق اعلیٰ پر دیکھا جبکہ جبرائیلؑ آپ ﷺ کے بالکل قریب تھا۔ جبرائیلؑ اور آپؐ کے درمیان صرف دو کمانوں بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ تھا۔ دوسری دفعہ اپنے رب کی ملاقات کے بعد واپسی پر سدرۃ المنتھیٰ کے پاس دیکھا جہاں جنت الماویٰ ہے جبکہ سدرۃ المنتھیٰ حجاب الٰہی میں مستور تھا۔

دوسرے قول کے مطابق تشریح اور ترجمہ۔

دوسرے اقوال کے مطابق آیات کا ترجمہ یوں ہو گا۔ تعلیم دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ طاقتور دانا نے۔ پس (شب معراج میں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قصد کیا سیدھے کھڑے ہو کر جبکہ وہ افق اعلیٰ پر تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے قریب ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور میں جھکے۔ اتنے قریب ہوئے کہ درمیان میں دو کمانوں کا بھی فاصلہ نہ تھا۔ پھر وحی کی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو وحی کی جو وحی کی۔ آنکھوں نے جو دیدار الٰہی کیا دل حضور اقدس نے اسے سچا سمجھا' اس کی تصدیق کی۔ اے کفار تم رویت سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑتے ہو

بے سود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ (واپسی پر) بھی اپنے رب کو دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا جہاں جنت الماویٰ ہے۔ جب سدرۃ المنتہیٰ کو حجاب الٰہی نے ڈھانپ رکھا تھا۔ آنکھوں نے دیدار الٰہی خوب کیا۔ نظر جما کر دیکھا' غور سے دیکھا اور ماندہ نہ ہوئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کی بڑی آیات دیکھیں۔ اس قول کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ یہی قول راجح ہے اس کی کئی وجہیں ہیں۔

وجہ اول : جبرائیلؑ اللہ کے بندے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم پیغمبر ہیں۔ جبرائیلؑ کی حیثیت ایک پیغام رسان فرشتہ کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت جبرائیلؑ کی ذات سے بہت بلند ہے۔ اگر یہاں جبرائیلؑ اور آپ ﷺ کی ملاقات کا معاملہ ہے تو اس اہتمام سے قسم اٹھا کر بیان کا کیا مقصد؟ بندہ کی ملاقات کا معاملہ صرف ایک سادہ فقرہ میں ادا ہو سکتا تھا۔ قرآن کا یہ طرز بیان اور یہ اہتمام ظاہر کرتا ہے کہ عبد اعلیٰ کی ملاقات ہے۔ رب جل و علیٰ کی ملاقات ہے۔ اس لئے یہ اہتمام مد نظر رکھا گیا ہے۔

وجہ ثانی : کفار کہتے ہیں کہ قرآن آنحضرت نے خود گھڑا ہے یا کوئی اور شخص انہیں گھڑ کر لا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید کی کہ قرآن نبی یا کسی دوسرے شخص کا گھڑا ہوا نہیں بلکہ خود اللہ تعالیٰ طاقتور دانا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پڑھایا ہے جبرائیلؑ یا کسی بشر نے گھڑ کر نہیں دیا۔

وجہ ثالث : اگر جبرائیل علیہ السلام مراد ہوں تو انتشار ضمائر لازم آتا ہے۔ جو بلاغت قرآن کے مخالف ہے۔ اوحی کی ضمیر غائب کا مرجع جبرائیلؑ ہو گا اور عبدہ میں ضمیر غائب کا مرجع اللہ تعالیٰ ہوں گے۔ پھر مااوحی کی ضمیر کا مرجع جبرائیلؑ ہو گا یا اللہ تعالیٰ ہو گا۔ اس قسم کا انتشار فی الضمائر فصاحتؓ و بلاغت قرآن کے بالکل منافی ہے۔ بلغاء اسے عیب فی اللسان شمار کرتے ہیں۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ۔

وجہ رابع : یہ آیات معراج ہیں جو واقع اسراء کو بیان کرتی ہیں اور احادیث معراج جو واقعہ اسراء بیان کرتی ہیں۔ ان آیات اور احادیث میں تطابق اسی وقت ممکن ہے جب شدید القویٰ اور ذومرۃ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہو۔ احادیث صحیح سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جبرائیلؑ ساتویں آسمان سے آگے صحبت رسول ﷺ میں نہ تھے۔ ساتویں آسمان سے آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہا سفر پیا ہوئے۔ فرض صلوٰۃ خمسہ کا وحی جو وحی کا اہم حصہ تھا وہ بلاواسطہ جبرائیلؑ ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرض فرمانے والے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تخفیف کراتے رہے تھے۔ حتیٰ کہ صرف پانچ نمازیں باقی رہ گئیں۔ یہ تعلیم صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی۔ واسطہ جبرائیلؑ بالکل منقطع تھا۔ (دیکھیں مشکوۃ شریف صفحہ نمبر۵۲۹ / ۵۲۸ حدیث متفق علیہ مسلم بخاری۔)

دیدار الٰہی کے متعلق تفسیر حقانی کی وضاحت

دوسرے قول کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ

کے قریب ہو کر اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔ (مفسرین کی رائے ملاحظہ ہو۔)

صحابہ کی ایک جماعت جس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرفہرست ہیں اور خلف میں سے ایک جماعت ان کی متبع ہوئی خصوصاً صوفیائے کرام اسی طرف ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھ سے دیکھا اور آیت **فاستوی** سے آخر تک اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا باہم قرب اور دنو ہے۔ اس تقدیر پر آیات کے معنی ہوں گے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوت رسالت میں حد کمال کو پہنچے۔ یعنی ملکیت اور روحانیت کا ان پر غلبہ ہوا یعنی **استواء** سے مراد کہ آپ بشریت کے افق اعلیٰ پر تھے۔ بشریت کے دائرہ سے نکلنے والے تھے کہ روحانیت محضہ میں داخل ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے یہاں تک قریب ہوئے کہ درمیان میں دو قوسوں کا فاصلہ تک نہ رہا۔ یعنی آپ میں قوسی حدوث اور امکان اور اللہ تعالیٰ میں قوس وجوب و قدوم اتصال حقیقی سے مانع تھا۔ جب یہ تقرب حاصل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو جو چاہا بتلا دیا۔ یہ ہے وحی کی حقیقت یعنی بندہ اور ذات قدوس میں ایسا تقرب ہوا جس کی کیفیت حد بیان سے باہر ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے سے ہمکلام ہو کر جو چاہا بتایا۔ یہ وحی کی پہلی قسم ہے جس کا نام غیر متلو ہے۔ پھر اے کفار تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی دیکھی ہوئی چیز میں جھگڑتے ہو۔ اس کی آنکھ نے دیکھا جو نور الٰہی سے سرمگیں تھیں۔ جو دل کا حکم رکھتی تھیں۔ پھر **وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی** پھر شب معراج میں آسمان پر دوبارہ دیدار الٰہی سے مشرف ہونے کا بیان شروع ہوتا

ہے۔ فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باردگر سدرۃ المنتہی کے پاس اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ سدرۃ المنتہی جو جنت ماوئ میں ہے۔ وہ کوئی دنیا کا درخت بیری وغیرہ کا نہیں بلکہ وہ صوفیائے کرام کے نزدیک عبارت ہے روح اعظم ہے جس کے اوپر کوئی تعین اور مرتبہ نہیں اور اس کے اوپر بحر ہویت محضہ کے اور کچھ نہیں اور اس لئے اس کے پاس رویت واقع ہوئی کیونکہ یہاں فناء محضہ سے بقاء محضہ کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے وادی مبارکہ میں ایک درخت پر تجلی ہوئی۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنت الماوئ میں جو وادی مبارکہ سے بدرجہا بہتر ہے۔ اس درخت کے صورت میں تجلی ہوئی جو تمام ارواح کی جڑ ہے۔ آپ نے وجود حقانی میں متحقق ہو کر چشم حقیقت میں جس کے آگے کوئی چیز حاجب نہیں تھی خداوند تعالیٰ کو عیانا دیکھا **مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی** کے یہی معنی ہیں۔ مسلم اور ترمذی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دو بار دیکھا۔ اور احمد وغیرہ محدثین نے بسند صحیح اس بات کو ثابت کیا ہے اور تصدیق کیا ہے۔ (تفسیر حقانی جلد ششم صفحہ ۳۲۴)

امام نوادی کا فیصلہ متعلق رویت الٰہی

رویت الٰہی کے متعلق محققین کا فیصلہ ملاحظہ ہو۔ تفسیر خازن جلد چہارم مطبوعہ مصر نمبر ۲۰۷۔

فَصْلٌ فِیْ كَلَامِ الشَّیْخِ مُحْیُ الدِّیْنَ النوادی فِیْ مَعْنٰیہٗ

قَوْلُهٗ وَلَقَدْرَاهُ نَزْلَةً اُخْرٰی۔ هَلْ رَائِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهٗ عَزَّوَجَلَّ لَيْلَةَ الْاَسْرٰی وَقَالَ الْقَاضِیُ عَيَّاضٍ اِخْتَلَفَ السَّلْفُ وَالْخَلْفُ هَلْ رَاٰی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْاَسْرٰی رَبَّهٗ عَزَّوَجَلَّ فَاَنْكَرَتْ عَائِشَةُ كَمَا وَقَعَ حَدِيْثُ صَحِيْحُ مُسْلِمٍ وَجَاءَ مِثْلُهٗ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَ جَمَاعَتِهٖ وَهُوَالْمَشْهُوْدُ عَنِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَاِلَيْهِ ذَهَبَ جَمَاعَتُهٗ مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ وَالْمُتَكَلِّمِيْنَ وَرُوِیَ عَنْ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّهٗ رَاٰهُ بِعَيْنِهٖ وَ مِثْلُهٗ عَنْ اَبِیْ ذَرٍ وَ حَسَنٍ وَ كَعْبٍ وَالْحَسَنُ كَانَ يَحْلِفُ عَلٰی ذَالِكَ وَحُكِیَ مِثْلُهٗ عَنْ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ وَاَبِیْ هُرَيْرَةَ وَاَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَحَكَا اَصْحَابُ الْمَقَالَاتِ عَنْ اَبِی الْحَسَنِ الْاَشْعَرِیِّ وَجَمَاعَتُهٗ مِنْ اَصْحَابِهٖ وَ وَقَفَ بَعْضُ مَشَائِخِنَا فِیْ هٰذَا۔ وَقَالَ لَيْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلٌ وَاضِحٌ وَلٰكِنْ رُؤْيَتِهٖ جَائِزَةٌ فِی الدُّنْيَا۔ وَسُؤَالُ مُوْسٰی اِيَّاهَا دَلِيْلٌ عَلٰی ذَالِكَ اِذْلَايَجْهَلُ نَبِیٌّ مَايَجُوْزُ وَمَايَمْتَنِعُ بِهٖ كَذَالِكَ اِخْتَلَفُوْا فِیْ اَنَّ نَبِيَّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ كَلَّمَ رَبَّهٗ لَيْلَةَ الْاَسْرٰی بِغَيْرِ وَاسِطَةٍ اَمْ لَا۔ وَحُكِیَ عَنِ الْاَشْعَرِیِّ وَقَوْمٌ مِنَ الْمُتَكَلِّمِيْنَ اِنَّهٗ كَلَّمَهٗ بِغَيْرِ وَاسِطَةٍ دعزی بَعْضُهُمْ هٰذَا الْقَوْلُ اِلٰی جَعْفَرِ بْنُ

مُحَمَّدِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكَذَالِكَ اخْتَلَفُوْا
فِيْ قَوْلِهِ (دَنَافَتَدَلّٰى) فَالْاَكْثَرُ عَلٰى اِنَّ هٰذَا الدَّنُوُّ
وَالتَّدَلُّ مِنْهُمْ بَيْنَ الْجِبْرَئِيْلُ وَ نَبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ اَوْ مُخْتَصٌّ بِاَحَدِهَا مِنَ الْاٰخِرِ وَ مِنْ سِدْرَةِ
الْمُنْتَهٰى وَ ذَكَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَالْحَسَنُ الْبَصَرِيُّ مُحَمَّدُ
بْنُ كَعْبٍ وَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَغَيْرُهُمْ اِنَّ دُنُوَّ النَّبِيِّ
اِلٰى رَبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ اَوْ مِنَ اللّٰهِ اِلَى النَّبِيِّ وَعَلٰى هٰذَا
اَلْقَوْلِ يَكُوْنُ الدُّنُوُّوَالتَدَلّٰى مِنَاوَلَا لَيْسَ عَلٰى وَجْهِهٖ
بَلْ كَمَا قَالَ جَعْفَرُ ابْنُ مُحَمَّدٍ الدُّنُوُّ مِنَ اللّٰهِ لَاحَدَّلَهٗ
وَمِنَ الْعِبَادِ بِالْحُدُوْدِ فَيَكُوْنُ مَعْنٰى وَنُوْمِنُ النَّبِيُّ اِلٰى
رَبِّهٖ وَ قُرْبِهٖ مِنْهُ ظُهُوْرٌ عَظِيْمٌ مَنْزِلَتِهٖ لَدَيْهِ وَاشْرَاقُ اَنْوَارِ
مَعْرِفَتِهٖ عَلَيْهِ وَاطِّلَاعِهٖ مِنْ غَيْبٍ وَاسْرَاءِ مَلَكُوْتِهٖ
عَلٰى مَالَمْ يُطَّلَعْ سِوَاهُ عَلَيْهِ وَالدُّ نُوُّ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى
اِظْهَارُ ذَالِكَ وَ عَظِيْمُ بِرِّهٖ وَ فَضْلُهُ الْعَظِيْمُ عَلَيْهِ
وَيَكُوْنُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْاَدْنٰى عِبَارَةٌ لُطْفُ
الْمَحَلِّ وَاِيْضَاحُ الْمَعْرِفَةِ وَلَا اشْرَافَ عَلَى الْحَقِيْقَةِ مِنْ
نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللّٰهِ اِجَابَةُ الرَّغْبَتِهٖ
وَاَبَانَتِهٖ الْمَنْزِلَتِهٖ هٰذَا اٰخِرُ كَلَامِ الْقَاضِىْ عَيَّاضٍ قَالَ
الشَّيْخُ مُحِيَّ الدِّيْنِ وَاَمَّا صَاحِبُ التَّحْرِيْرِ فَاِنَّهُ اِخْتَارَ
اِثْبَاتُ الرُّؤْيَتِهٖ وَالْحُجُّ فِي الْمَسْئَلَهٖ وَاِنْ كَانَتْ

كَثِيْرَةٌ وَلٰكِنْ لَاتَمَسَّكُ اِلَّا بِالْقُوٰى مِنْهُمَا وَهُوَ
حَدِيْثُ ابْنُ عَبَّاسٍ اَتَعْجَبُوْنَ اَنْ تَكُوْنَ الْخُلَّةُ لِاِبْرَاهِيْمَ
وَالْكَلَامُ لِمُوْسٰى وَالرُّؤْيَتُهُ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ وَعَنْ عِكْرَمَهُ قَالَ سُئِلَ
اِبْنُ عَبَّاسٍ هَلْ رَاٰى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ
وَسَلَّمَ رَبَّهٗ عَزَّوَجَلَّ قَالَ نَعَمْ وَ تَرْرُوِىْ بِاِسْمِنَا وَلَا بَاسَ
بِهٖ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَاٰى مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ
عَزَّوَجَلَّ وَاِلَّا وَكَانَ الْحَسَنُ الْبَصَرِىُّ يَحْلِفُ لَقَدْ رَاٰى
مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ رَبَّهٗ عَزَّوَجَلَّ وَالْاَ
صْلُ فِىْ مَسْئَلَةِ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ حَبْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةَ وَ
عَالِمُهَا الْمَرْجُوْعُ اِلَيْهِ فِى الْمُعْضَلَاتِ وَ رَاجَعَهٗ ابْنُ عُمَرَ
فِى هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ وَاَرْسَلَهٗ هَلْ رَاٰى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ رَبَّهٗ عَزَّوَجَلَّ فَاَخْبَرَهٗ اِنَّهٗ رَاٰهُ وَلَا
يَقْدَحُ فِىْ هٰذَا حَدِيْثُ عَائِشَهِ لِاَنَّ عَائِشَهُ لَمْ تُخْبِرْ
الْاُمَّةَ اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ
يَقُوْلُ لَمْ اَرَ رَبَّهٗ وَ اِنَّمَا ذَكَرَتْ مُتَاوِلَةٌ بِقَوْلِهٖ
تَعَالٰى مَاكَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْمِنْ
وَّرَاءِ حِجَابٍ اَوْيُرْسِلَ رَسُوْلًا ۔ وَلِقَوْلِهٖ تَعَالٰى
لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۔ وَالصَّحَابِىُّ اِذَاقَالَ قَوْلًا وَ خَالَفَهٗ
غَيْرُهُمْ مِنْهُمْ لَمْ يَكُنْ قَوْلُهٗ حُجَّتُهٗ وَاِذَاصَحَّتْ

الرِّوَايَاتُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّهُ تَكَلَّمَ فِي هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ بِاِثْبَاتِ الرُّؤْيَتِهِ وَجَبَ الْمَصِيْرُ اِلَيْهِ لِاَنَّهَا لَيْسَتْ مِمَّا يُدْرَكُ بِالْعَقْلِ وَيُؤْخَذُ بِالظَّنِّ وَاَنَّمَا يَتَلَقّٰى بِالسَّمْعِ وَلَايَسْتَجِيْزُ اَحَدٌ اَنْ يَظُنَّ بِابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّهُ تَكَلَّمَ فِي هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ بِالظَّنِّ وَالْاِجْتِهَادِ وَقَدْ قَالَ مَعْمَرُ بْنُ رَاشِدٍ حُسَيْن ذَكَرَ اِخْتِلَافُ عَائِشَةَ وَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا عَائِشَةُ عِنْدَنَا اَعْلَمُ مِنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ ثُمَّ اَثْبَتَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَانَفَتْهَا وَالْمُثْبِتُ مُقَدَّمٌ عَلَى النَّافِي هٰذَا كَلَامُ صَاحِبِ التَّحْرِيْرِ فِي اِثْبَاتِ لِلرُّؤْيَتِ قَالَ الشَّيْخُ مُحْيُ الدِّيْنُ فَالْحَاصِلُ اَنَّ الرَّاجِحَ عِنْدَالْاَكْثَرِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَبَّهُ عَزَّوَجَلَّ بِعَيْنِ رَاْسِهِ لَيْلَتَهَ الْاَسْرَاءِ الْحَدِيْثُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَغَيْرُهُ مِمَّاتَقَدَّمَ وَاِثْبَاتُ هٰذَا لَايَاخُذُوْنَهُ اِلَّابِالسَّمَاعِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ هٰذَا مِمَّا يَنْبَغِيْ اَنْ لَايَتَشَكَّكُ فِيْهِ ثُمَّ اِنَّ عَائِشَةَ لَمْ تَنْفِ الرُّؤْيَتَهِ بِحَدِيْثٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَلَوْكَانَ مَعَهَا حَدِيْثٌ لَذَكَرَتْهُ وَاِنَّمَا اعْتَمَدَتْ عَلَى الْاِسْتِنْبَاطِ مِنَ الْاٰيَاتِ وَسَنُوْضِحُ الْجَوَابُ عَنْهَا فَنَقُوْلُ اَمَّاالْاِحْتِجَاجُ لِعَائِشَةَ بِقَوْلِهٖ لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ فَجَوَابُهُ ظَاهِرٌ بَانَّ الْاِدْرَاكَ هُوَالْاِحَاطَتُهُ وَاللّٰهُ لَايُحَاطُ بِهٖ وَاِذَا

کرکَ النَّقْصُ يَنفِی الاحاطَتُه لايَلزَمُ لِنفیِ نفیِ الرُّؤيَةِ
بِغَيْرِ اِحَاطَتِه وَهٰذَا الْجَوَابُ فِیْ نِهَايَتِهِ الْحَسَنِ مَعَ
اِخْتِصَارِهِ وَاَمَّا اِحْتِجَاجُ عَائِشَةَ بِقَوْلِه تَعَالٰی مَاكَانَ
لِبَشَرٍاَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّاوَحْيًا اَوْمِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ
اَوْيُرْسِلَ رَسُوْلاً الْاٰيَةُ فَالْجَوَابُ مِنْهُ مِنْ اَوْجُهٍ اَحَدُهَا
اِنَّهٗ لَايَلْزَمُ مَعَ الرُّؤْيَةِ وُجُوْدُ الْكَلَامِ حَالَ الرُّؤْيَةِ
فَيَجُوْزُ الرُّؤْيَةُ بِغَيْرِ كَلَامٍ وَ الْوَجْهُ الثَّانِیْ اِنَّهٗ عَامٌ
مَخْصُوْصٍ بِمَا تَقَدَّمَ مِنَ الْاَدِلَّةِ الْمَخْصُوْصِ اَلَّايَكُوْنُ
حُجَّتُهٗ فِی الْبَاقِیْ لِاحْتِمَالِ التَّخْصِيْصِ فِيْهِ اَيْضًا"
فَلَايَكُوْنُ قَطْعِیُّ الْحُكْمِ فِيْهِ اَلْوَجْهُ الثَّالِثُ
مَاقَالَهٗ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ وَاِنْ لمُرَادُ بِالْوَحْیِ الْكَلَامِ مِنْ
غَيْرِ وَاسِطَةٍ وَ هٰذَا الْقَوْلُ اِنْ كَانَ مُحْتَمَلاً لٰكِنْ
اَلْجَمْهُوْرُ عَلٰی اِنَّ الْمُرَادُ بِالْوَحْیِ هٰهُنَا الْاِلْهَامُ وَ
الرُّؤْيَةُ فِی الْمَنَامِ وَكِلَاهُمَا يُسَمّٰی وَحْيًا" وَاَمَّاقَوْلُهٗ
تَعَالٰی اَوْمِنْ وَّرَاءِحِجَابٍ فَقَالَ الْوَاحِدِیُّ وَغَيْرُهٗ مَعْنَاهٗ
غَيْرُمُجَاهِرٍ بِهِمْ بِالْكَلَامِ بَلْ يَسْمَعُوْنَ كَلَامَهٗ
سُبْحَانَهٗ مِنْ حَيْثُ لَايَرَوْنَهٗ وَلَيْسَ الْمُرَادُ اِنَّ هُنَاكَ
حِجَابًا يُفَصِّلُ مَوْضِعًا عَنْ مَوْضِعٍ وَ يَدُلُّ عَلٰی
تَحْدِيْدِ الْمَحْجُوْبِ فَهُوَ بِمَنْزِلَتِهٖ مَايَسْمَعُ مِنْ وَّرَاءِ
حِجَابٍ حَيْثُ لَمْ يَرَ الْمُتَكَلِّمَ

امام نوادی کی تحقیق کا ترجمہ :

شیخ محی الدین نوادی نے جو کلام آیت **لقد راہ نزلۃ اخری** کے متعلق ہے۔ کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے یا نہیں، یعنی شب معراج میں۔ وہ کہتے ہیں کہ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ آنحضرت کی رویت باری تعالیٰ میں متقدمین اور متاخرین اختلاف رکھتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رویت کا انکار کیا ہے۔ جیسے صحیح مسلم میں ہے۔ ایک روایت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ہے اور جماعت محدثین اور متکلمین کا بھی یہی خیال ہے۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ اسی طرح حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے بھی کہا ہے۔ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ قسم اٹھا کر فرماتے ہیں کہ ضرور دیکھا ہے۔ ایک روایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابی ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ سے بھی ہے اور ابوالحسن الاشعری رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں سے بھی ایسا منقول ہے اور بعض مشائخ نے اس میں توقف کیا ہے اور کہا ہے کہ اس معاملہ میں کوئی واضح دلیل نہیں۔ لیکن رویت باری تعالیٰ دنیا میں ممکن ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا سوال اس پر دلیل ہے۔ کیونکہ کوئی نبی اس بات سے جاہل نہیں ہوتا کہ فلاں چیز اللہ تعالیٰ کے متعلق جائز ہے اور فلاں جائز نہیں اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے بلاواسطہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شب معراج میں کلام کی یا نہیں۔ حضرت ابوالحسن الاشعری رحمتہ اللہ علیہ اور متکلمین کی ایک جماعت نے کہا کہ کلام کی ہے۔ بعض نے یہ قول حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول "دنیٰ فتدلیٰ" میں بھی اختلاف ہے کہ یہ "دنو" اور "تدلی"، جبرائیلؑ اور رسول کے درمیان ہے۔ یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت محمد بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ یہ "دنو" اور "تدلی" نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے۔ اس قول کے مطابق "دنو" اور "تدلی" کا معنی حقیقی نہیں بلکہ متاول ہے جیسے حضرت جعفر بن محمد رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کی کوئی حد نہیں اور بندوں کے قرب کی حد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم مرتبہ اور منزلت حاصل ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے انوار معرفت کا اشراق ہوا اور اللہ تعالیٰ کے غیوب پر مطلع ہوئے اور اسرار ملکوتی سے واقف ہوئے جو کسی کو حاصل نہیں ہوئے اور اللہ کی طرف سے قرب و تدلی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسرار معرفت کا اشراق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیا اور عظیم شفقت سے نوازا اور اپنے ہاں عظیم مرتبت سے نوازا۔ اور قاب قوسین کا مطلب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عظیم الطافات ربانی کا نزول ہوا اور معرفت الٰہی کا کھل کر حصول ہوا۔ اور انوار خداوندی پر خوب اطلاع

پائی۔ اور اللہ تعالیٰ سے یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر رغبت مبذول کی اور قرب منزلت کا کھل کر اظہار فرمایا۔ یہاں تک قاضی عیاض کی عبارت تھی۔

شیخ محی الدین نوادی کہتے ہیں کہ صاحب تحریر نے رویت الٰہی کے اثبات کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ اس میں دلائل کثیر ہیں۔ لیکن ہم سب سے قوی دلیل پر تمسک کرتے ہیں۔ وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے۔ کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ خلیل لقب حضرت ابراھیم علیہ السلام کو ملا اور کلیم کا لقب موسیٰ علیہ السلام کو اور رویت کا شرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاگرد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، فرمایا ہاں ضرور دیکھا اور حضرت شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ اور حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ قسم اٹھا کر کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ اس مسئلہ میں بنیادی حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے جو اس امت کے حبر یعنی بلند پایہ عالم ہیں۔ ہر مشکل مسئلہ میں صحابہ کا انہی کی طرف رجوع ہوتا تھا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ پہلے رویت کے قائل تھے۔ ان کے قول کی طرف رجوع ہوتا تھا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ کیا

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ ضرور دیکھا اور اس معاملہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا انکار اس میں کوئی ناقص یا نقصان دہ نہیں۔ کیونکہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس معاملہ میں کوئی حدیث پیش نہیں کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے بلکہ انہوں نے صرف قرآن مجید کی آیت سے استدلال پکڑ کر انکار کیا۔ آیت **ماکان لبشر ان یکلمه اللّٰه الا وحیا اومن وراء حجاب اویرسل رسولا (الآیه)** اور اللہ تعالیٰ کا قول **لاتدرکه الابصار** (ترجمہ پہلی آیت) کسی بشر کو یہ حق حاصل نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہو۔ مگر وحی کی صورت میں یا پس پردہ یا رسول بھیج کر (دوسری آیت کا ترجمہ) نظریں اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور اللہ تعالیٰ انہیں احاطہ میں لے سکتا ہے۔

اصول حدیث کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر کوئی صحابی بات کرے اور دوسرے صحابی اس کی مخالفت کریں تو اس کا قول دلیل نہیں بنے گا۔ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح روایت موجود ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں واضح ثبوت دیا ہے تو ان کے قول کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ کہ مسئلہ رویت عقل اور اجتہاد سے نہیں ہو سکتا۔ اس مسئلہ میں سماعت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضروری ہے اور کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رویت کا ثبوت ظن اور اجتہاد سے کیا ہے۔ حضرت معمر بن راشد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اختلاف پیش آیا تو انہوں نے کہا کہ عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا ہمارے نزدیک ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ عالم نہیں۔ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس چیز کو ثابت کرتے ہیں۔ جس کی دوسرے نفی کرتے ہیں اور اصول یہ ہے کہ مثبت کی بات کو مانا جاتا ہے اور اسے ترجیح دی جاتی ہے۔ یہ کلام اثبات رویہ باری تعالیٰ میں صاحب تحریر کی تھی۔

اب شیخ محی الدین کا فیصلہ سنئے اکثر علماء کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج میں اپنے رب کو اپنے سر کی دو آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ یہ مسئلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی ثابت کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ یقینی ہے' اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ کیونکہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حدیث کی نفی کسی حدیث سے نہیں کی۔ ان کے پاس کوئی حدیث نہیں تھی اور نہ آیت سے استنباط کیا ہے۔ حدیث کی موجودگی میں استنباط جائز نہیں۔ آیت قرآن کے استنباط کا جواب یہ ہے کہ آیت سے ادراک کی نفی ہوتی ہے اور ادراک احاطہ کلی کا نام ہے۔ اور نظر اللہ کا احاطہ کلی نہیں کر سکتی۔ تو اس آیت سے رویت احاطہ کلی کی نفی ثابت ہوتی ہے نہ کہ مطلق رویت کی نفی ہوتی ہے۔ اور مدعا مطلق برویت ہے کیونکہ یہچے رویت احاطہ کلی ناممکن ہے۔ اسی دوسری آیت کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے تو صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی بشر اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالمشافہ کلام نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ رویت کے ساتھ کلام بھی ہو۔ ہماری کلام صرف یتہ میں ہے کہ جو ممکن ہے۔ نہ رویت مع الکلام ہمارا دعویٰ ہے۔ یہ پہلا

جواب ہے۔ دوسرا جواب اس آیت کے ساتھ عدم رویت کا ثبوت پیش نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ یہ آیت عام مخصوص البعض کا حکم رکھتی ہے۔ یعنی رویت اور کلام جمع نہیں ہو سکتیں۔ یہ آیت صرف اس بات کی دلیل ہے کہ رؤیت اور کلام اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ تو پھر اس آیت سے صرف رویت یا صرف کلام کا نہ ہونا کیسے ثابت کیا جاسکتا ہے۔ تو آیت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی بشر اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالشافہ ہمکلام نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ ضروری نہیں بالشافہ رویت کے ساتھ کلام بھی ہو (عموماً" بڑوں کا دیدار بغیر کلام ہی ہوتا ہے۔ عاشق معشوق کو صرف دیکھ دیکھ کر ہی سیر ہوئے ہیں۔ انہیں دیدار کے وقت کلام کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کلام کا لطف علیحدہ اٹھاتے ہیں اور دیدار کا لطف علیحدہ۔ انہیں ان دو لذتوں کو اکٹھا اٹھانے کی برادشت نہیں ہوتی۔)

حضرت احمد بن حنبلؒ کا عقیدہ رویت میں :

حضرت امام احمد بن حنبل کا عقیدہ اِنَّہٗ یَقُوْلُ اِذَا سُئِلَ رَءٰی رَءٰی حَتّٰی یَنْقَطِعُ نَفَسُہٗ (ترجمہ) جب امام حنبل رحمتہ اللہ علیہ سے رویت باری کا سوال ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تو وہ جواب میں کہتے ہیں دیکھا ہے.... 'دیکھا ہے....' دیکھا ہے.... یہی لفظ تکرار کرتے رہتے حتیٰ کہ آپ کی سانس رک جاتی۔ (روح المعانی جلد نمبر ۲۵ صفحہ

علامہ الطیبی کا فیصلہ رویت میں :

اَلَّذِیْ یَقْتَضِیْہِ النَّظْمُ اِجْرَاءُ الْکَلَامِ اِلٰی قَوْلِہٖ وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی عَلٰی اَمْرِ الْوَحْیِ وَتَلْقِیْہِ مِنَ الْمَلَکِ مِنْ قَوْلِہٖ سُبْحَانَہٗ (ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی) اِلٰی قَوْلِہٖ رَاٰی مِنْ اٰیَاتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی عَلٰی اَمْرِ الْمِعْرَاجِ اِلٰی جَنَابِ الْقُدُسِ ثُمَّ قَالَ وَ لَا یَخْفٰی عَلٰی کُلِّ ذِیْ لُبٍّ اِبَاءُ مَقَامِ (فَاَوْحٰی) اَلْحَمْلُ عَلٰی اَنَّ جِبْرَئِیْلَ اَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی) اِذْلَا یَذُوْقُ مِنْہُ اَرْبَابُ الْقُلُوْبِ اِلَّا مَعْنَی الْمُنَاغَاتِ بَیْنَ الْمُتَسَارِیْنَ وَمَا یَضِیْقُ عَنْہُ بِسَاطُ الْوَھْمِ وَلَا یُطِیْقُہٗ نِطَاقُ الْفَھْمِ وَکَلِمَتُہٗ ثُمَّ عَلٰی ھٰذَا لِلتَّرَاخِیْ الرُّتَبِیْ وَالْفَرْقُ بَیْنَ الْوَحْیَیْنِ اِنَّ اَحَدُھُمَا وَحْیٌ بِوَاسِطَۃٍ وَتَعْلِیْمٍ وَالْاٰخَرُ وَحْیٌ بِغَیْرِ وَاسِطَۃٍ بِجِھَتِ التَّکْرِیْمِ فَیَحْصُلُ مِنْہُ التَّرَقِّیْ مِنْ مَقَامِہٖ وَمَا مِنَّا اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَعْلُوْمٌ اِلٰی مَخْدَمِ قَابَ قَوْسَیْنِ روح المعانی جلد ۲۵ صفحہ ۴۶۔

نظم قرآن کا تقاضا یہ ہے کہ عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی سے وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی تک آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور جرائیلؑ کے درمیان وحی اور القاء کا معاملہ ہے۔ اور اس سے آگے ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی سے لَقَدْ رَاٰہُ مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی تک اللہ اور اس کے رسول کا معاملہ ہے۔ قُرْب اور

اور تدلّی اللہ اور اس کے رسول کے درمیان ہے۔ پھر یہی نے کہا کہ (فاوحیٰ تاماااوحیٰ) کو اس پر حمل کرنا کہ جرائیلؑ نے عبداللہ پر وحی کی۔ ہر ذی شعور پر یہ مخفی نہیں کہ اس قسم کا حمل اس مقام کے مخالف نہیں۔ مقام اس کا انکار کرتا ہے۔ صاحب ذوق اس کو پسند نہیں کرتے کیونکہ یہ تو دو سرگوشی کرنے والوں کے درمیان بچوں کو بہلانے والی بات ہے۔ یہ تو بساط وہم سے بھی باہر ہے اور فہم اسے سمجھنے سے قاصر ہے۔ ہماری اس رائے کے مطابق ثم کا کلمہ یہاں رہی تراضی اور دو وحیوں کے درمیان فرق کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے۔ پہلی وحی یعنی جرائیل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان وحی بالواسطہ اور تعلیم ہے اور دوسری وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم اور تعظیم ہے۔ اس صورت میں ترقی ہے کہ پہلا وحی جرائیلؑ سے شروع ہوا۔ اور ترقی ہوتے ہوئے بلاواسطہ اللہ تعالیٰ کی طرف وحی کا تکریم اور تعظیم ہوا۔ اور ہر مخلوق کا مقام معلوم ہے۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام پر وہ قاب قوسین تک ترقی کر گیا۔ (روح المعانی جلد ۲۵ صفحہ ۴۶۔)

حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ متعلقہ رویت میں :

حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآاَوْحٰی) کے معنی حبیب جب حبیب کے قریب ہوا تو حق سبحانہ نے اسے پالیا اور اسے الطافات سے نوازا۔ کیونکہ الطافات الٰہی نہ ہوتے تو وصف ھَیْبَۃِ الٰہِیَّۃ کی آپ کو تاب نہ ہوتی۔ محب اور محبوب کے درمیان ہوا جو کچھ ہوا۔

حبیب نے حبیب کو وہ کچھ کہا جو حبیب حبیب کو کہتا ہے۔ وہ عنایات کیں جو دوست اپنے دوست پر کرتا ہے اور وہ سرگوشی کی جو حبیب اپنے حبیب سے کرتا ہے۔ دونوں نے راز کو مخفی رکھا اور اس راز پر دوسرے کو مطلع نہ کیا۔ (روح المعانی جلد ۲۵ صفحہ ۴۶)

صوفیاء عظام کا فیصلہ

دَنٰی فَتَدَلّٰی دنو سے مراد اللہ تعالیٰ کا قرب اپنے حبیب کی طرف ہے اور حبیب کا قرب اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے رب کو اپنے سر کی دو آنکھوں دیکھا ہے۔ ان میں سے بعض نے مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰی کے معنی یوں کیے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ دیدار الٰہی کے وقت نہ ماند پڑی اور نہ جنت کی طرف دیکھا اور نہ اس کی تزئین کی طرف نظر پھیری اور نہ دوزخ اور نہ اس کے لہبات کو دیکھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف ٹکٹکی باندھ کے دیکھتی رہی اور اس دیدار سے ادھر ادھر نہ نظر پڑی۔ (روح المعانی جلد ۲۸ صفحہ ۴۶۔)

علامہ آلوسی کا عقیدہ

علامہ آلوسی صاحب روح المعانی کا عقیدہ وَاِنَا نَقُوْلُ بِرُؤْیَتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ رَبَّہٗ سُبْحَانَہٗ وَبِدُنُوِّہٖ مِنْہُ عَلَی الْوَجْہِ الْاَحَقِّ یعنی میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا خواہ صاحب الکشف کے قول کو مانوں یا علامہ طیبی کے قول کو تسلیم کروں۔ (روح المعانی جلد ۲۸ صفحہ ۴۶۔)

ابولہب اور اس کے بیٹے عتبہ کا تاثر متعلقہ "دنو وتدلی"

ابولہب اور اس کے بیٹے عتبہ کا تاثر "دنو" اور "تدلی" سے متعلقہ تفسیر ابن کثیر جلد نمبر ۴ صفحہ نمبر ۲۴۸۔

عَنْ هِبَارِ بْنَ الْاَسْوَدِ قَالَ كَانَ اَبُوْلَهَبٍ وَعُتْبَهُ تُجَهِّزُ اِلَى الشَّامِ فَتَجَهَّزْتُ مَعَهُمَا فَقَالَ اِبْنُهُ وَاللّٰهِ لَاَنْطَلِقَنَّ اِلٰى مُحَمَّدٍ وَلَاُ ذُنْتُهُ فِيْ رَبِّهٖ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى فَانْطَلَقَ حَتّٰى اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ هُوَ يَكْفُرُ بِالَّذِيْ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْاَدْنٰى۔ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْباً مِنْ كِلَابِكَ ثُمَّ انْصَرَفَ عَنْهُ فَرَجَعَ اِلٰى اَبِيْهِ فَقَالَ يَابُنَيَّ مَاقُلْتَ لَهٗ فَذَكَرَلَهٗ مَا قَالَ لَهٗ مَاقَالَ لَكَ قَالَ قَالَ اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِنْ كِلَابِكَ قَالَ يَابُنَيَّ وَاللّٰهِ مَاآمَنُ عَلَيْكَ دُعَائِهٖ فَسَفَرْنَا حَتّٰى نَزَلْنَا اِبْرَاهُ وَهِيَ فِيْ سُرَّةٍ نَزَلْنَا اِلٰى صَوْمَعَةِ رَاهِبٍ ۔ فَقَالَ رَاهِبٌ يَا مَعْشَرَالْعَرَبِ مَاانْزَلَكُمْ هٰذِهِ الْبِلَادَ فَاِنَّهَا يَسْرَحُ الْاَسَدُ فِيْهَا كَمَا تَسْرَحُ الْغَنَمُ فَقَالَ لَنَا اَبُوْلَهَبٍ اِنَّكُمْ قَدْ عَرَفْتُمْ كِبَرُسِنِّيْ وَحَقِّيْ وَاَنِّيْ هٰذَا الرَّجُلُ قَدْ دَعَا عَلٰى بُنَيَّ دَعْوَةً وَاللّٰهِ مَاآمَنُهَا عَلَيْهِ فَاجْمَعُوْ مَتَاعَكُمْ

اِلٰی هٰذَا الصَّرْمَةِ وَافْرِشُوْا اِبْنِیْ عَلَیْهَا ثُمَّ افْرِشُوْا حَوَالَهَا نَفْعَلْنَا فَجَاءَ الْاَسَدُ فَشَمَّ وُجُوْهَنَا فَلَمْ یَجِدْمَا یُرِیْدُ فَتَقْبِضُ نَوَثَبَ وَثَبَتُهٗ فَاِذَا هُوَ فَوْقَ الْمَتَاعِ فَشَمَّ وَجْهَهٗ ثُمَّ هَزَمَتُهٗ فَسَخَ رَاْسَهٗ۔ هبار بن الاسود صفحه ا وفی بعض روایة هبار بن الاسود

الخصائص سیوطی جلد اول صفحه نمبر ۱۴۷

ترجمہ : ھبار بن اسود سے روایت ہے بعض نسخوں میں ھبار بن الاسود ہے۔ کہ ابولھب اور اس کے بیٹے عتبہ نے شام کی طرف سفر کرنے کی تیاری کی تو میں بھی ان کے ساتھ تیار ہو گیا۔ ابولھب کے بیٹے عتبہ نے کہا کہ میں اللہ کی قسم محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس جاتا ہوں اور انہیں ان کے رب کے متعلق خبردار کرتا ہوں۔ پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس گیا اور کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) وہ اس کا انکار کرتا ہے جو قریب ہوا اور جھکا حتی کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ پر وہ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسے بددعا کی فرمایا اے اللہ اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کر تاکہ وہ اسے ہلاک کر دے۔ عتبہ وہاں سے ہٹ کر اپنے باپ کے پاس پہنچا تو ابولھب اس کے باپ نے پوچھا بیٹے تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیا کہا تھا۔ تو بتایا کہ میں نے ایسا کہا تو باپ نے پوچھا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تجھے کیا کہا۔ تو عتبہ نے بتایا کہ انہوں نے کہا کہ اے اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط کر۔ ابولھب نے بیٹے کو کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بددعا کی وجہ سے اب تو محفوظ نہیں پھر

ہم نے سفر شروع کیا۔ یہاں تک کہ ہم ابراہ پہنچے۔ جو سدہ کے علاقہ میں ہے۔ وہاں ایک زاہب کے حجرہ کے پاس ٹھہرے، ہمیں راہب دیکھ کر کہنے لگا۔ عربو! تم یہاں کیسے آگئے۔ یہاں تو شیر ایسے پھرتے ہیں جیسے بکریاں پھرتی ہیں۔ تو ابو لہب کہنے لگا اے میرے ساتھیوں تم میرے بڑھاپے کو جانتے ہو اور جو میرا حق ہے وہ بھی جانتے ہو اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نے میرے بیٹے کے حق میں بددعا کی ہے۔ اس لئے میں اپنے بیٹے کو محفوظ نہیں سمجھتا۔ اس لئے تم سب اپنا سامان اس حجرہ کے پاس اکٹھا کرو اور اس کے اوپر میرے بیٹے کا بستر بچھاؤ اور تم اپنے بستر اس کے اردگرد بچھاؤ۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ پھر شیر آگیا وہ ہمارے منہ سونگنے لگا لیکن وہ جس کی تلاش میں تھا وہ اسے نہ ملا۔ پھر اس نے اپنے بدن کو سمیٹا اور چھلانگ لگائی اور سامان کے اوپر جا پہنچا۔ عتبہ کا منہ سونگھا اور اس کے سر کو چبایا اور اسے توڑ پھوڑ دیا۔ ابولہب نے کہا کہ مجھے پتہ تھا کہ میرا بیٹا محمد (ص) کی بددعا سے بچ نہیں سکتا۔

اس حدیث میں چند نتائج اخذ ہوتے ہیں :

(۱) مکہ شریف میں معراج نبوی کا اتنا چرچا تھا کہ کفار بھی اس سے متاثر تھے۔ ان کے دل و دماغ میں بھی یہ بات بیٹھ چکی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آسمانوں پر گئے۔ اللہ تعالیٰ کے قریب ہو کر رویت باری حاصل کی۔ اگرچہ ان کا عقیدہ نہ تھا۔ لیکن ان کا زعم ضرور تھا کہ محمد (ﷺ) کہتا ہے کہ میں نے اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ ان کو آپ کے ساتھ ایمان نہ تھا۔ آپ کو

پریشان کرنے اور دکھ دینے کے لئے ایسی باتیں کرتے تھے۔

(۲) دنو اور تدلی کا انکار کفر ہے ورنہ عتبہ (واللہ) "مجھے اللہ کی قسم" کا لفظ بولتا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اللہ کا منکر نہ تھا بلکہ دنو اور تدلی کا منکر تھا۔ لہٰذا اس کے حق مین بددعا کی گئی۔

(۳) ابولہب کو یقین تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے ہیں۔ ان کے منہ سے نکلی ہوئی بات خطا نہیں ہوتی اس لئے اس نے کہا اِنَّ ھٰذَا الرَّجُلُ قَدْ دَعَا عَلٰی ابْنِیْ دَعْوَۃً وَاللّٰہِ مَا اٰمَنُھَا عَلَیْہِ کہ اس مرد نے میرے بیٹے کے حق میں بددعا کی ہے لہٰذا میرا بیٹا محفوظ نہیں رہ سکتا۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بددعا سے بھی شیر کو علم ہو گیا تھا۔ یہ شخص آپ کا دشمن ہے اور یہ دشمن نہیں۔ اس کا منہ سونگھنا اور ہلاک اسی کو کیا جو گستاخ تھا۔

(۵) جو منہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں گستاخی کرتا ہے وہ منہ گندہ ہو جاتا ہے۔ اس کی بو درندے بھی سونگھتے ہیں اور غضبناک ہو کر ایسے گستاخ منہ کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

(۶) جب شیر کو علم ہو گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ضرور علم ہو گا کہ گستاخ فلاں جگہ فلاں وقت شیر کی گرفت سے ہلاک ہو گا۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس راہب کا قوعہ دیکھ رہے ہونگے۔ عتبہ کا بستر سامان کے اوپر ہے۔ باقی لوگ

اس کے اردگرد سوئے ہیں شیر آرہا ہے۔ سب کے منہ سونگھتا ہے۔
جس کے منہ میں گستاخی کی بو نہیں اسے چھوڑ دیتا ہے اور گستاخ کو
ہلاک کر دیتا ہے۔ یہ سب نظر آپ کے سامنے ہو گا۔

(۷) اس حدیث میں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص بغیر تمسک
قول عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دنو اور تدلی کا انکار کرتا ہے وہ
گستاخ ہے اور مستحق غضب الٰہی ہے۔

سید محمد منور شاہ

المقصد

مقصد میں بھی چند فصلیں ہیں

فصل اول

مقدمہ میں مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔ (۱) اشیاء کی حقیقت اور صورت میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ جیسے ہاروت و ماروت فرشتے تھے ان کی حقیقت نور تھی اور صورت بشری تھی۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت مریمؑ کے پاس آئے تو صورت بشری میں آئے اور ان کی حقیقت نور تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ تھے اور صورت بشری میں تھے۔ (۲) کوئی بشر فرشتہ کو اس کی اصلی صورت میں نہیں دیکھ سکتا اور نہ ہی فرشتہ کی صورت میں ہوتے ہوئے کوئی بشر اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ کسی نبی نے، کسی ولی نے، کسی بشر نے سوائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی فرشتہ کو اس کی اصلی صورت "میں نہیں دیکھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو اس کی اصلی صورت میں دیکھا۔ (۳) کوئی بشر خواہ نبی ہو خواہ ولی ہو۔ اللہ تعالیٰ کو دنیا میں زندہ رہتے

ہوئے نہیں دیکھ سکا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دنیا میں' دنیاوی زندگی میں اپنے رب کو سر کی دو آنکھوں سے دیکھا۔

سوال : اگر آپؐ بشر ہیں تو جبرئیلؑ اور اللہ تعالیٰ کو کیسے دیکھا؟ اور اگر بشر نہیں تو اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کا اعلان کیوں؟

مقدمہ کے بعد اب ہم مقصد کی طرف آتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کا نظارہ کرنا ہو گا کہ آپ اگر بشر ہیں تو جبرئیل علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کو کیسے دیکھا؟ حالانکہ کوئی بشر دنیا میں فرشتوں اور اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نور ہیں۔ لہٰذا فرشتہ جبرئیلؑ اور اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ اگر آپ نور ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آپ نور ہیں تو اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کا اعلان کیسے ہوا؟ اس اعلان سے صاف ظاہر ہے کہ آپ بشر ہیں۔ بشر کی حقیقت عناصر اربعہ ہیں' بشر کی حقیقت نور نہیں۔

یقین کریں کہ اللہ تعالیٰ کا قرآن سچا ہے۔ مقدمہ کا ہر مسئلہ آیت قرآنی سے ثابت کیا گیا۔ لہٰذا ہر مسئلہ سچا ہے کہ بشر اللہ تعالیٰ اور جبرئیلؑ کو نہیں دیکھ سکتا۔ یہ نص قرآن سے ثابت ہو چکا ہے اور یہ مسئلہ بھی سچا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیلؑ اور اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ یہ بھی نص قرآن سے ثابت ہو چکا ہے کہ لہٰذا اس اجمال اور ابہام کے سمجھنے کے لئے ذرا تفصیل درکار ہے۔ کتاب "الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ" مصنف قاضی عیاض ابوالفضل

(اَلْاِمَامُ الْحَافِظُ عِيَاضٍ مُوسَى بْنُ عِيَاضٍ الْيَحْصِبِيُّ

الاندلسی من علماء القرن السادس الهجری ؒ کتاب الشفاء و قسم ثالث صفحہ نمبر ۷۹)

مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَسَائِرِ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ بَشَرٍ اُرْسِلُوْا اِلَی الْبَشَرِ لِعَلاَّ ذَالِکَ لَمَّا اَطَاقَ النَّاسُ مُقَاوَمَتِھِمْ وَالْقُبُوْلُ عَنْھُمْ وَ مُخَاطَبَھُمْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَوْ جَعَلْنَاہُ مَلَکًا لَجَعَلْنَاہُ رَجُلاًای لَمَّا کَانَ اِلاَّفِیْ صُوْرَۃِ الْبَشَرِ الَّذِیْنَ یُمْکِنُکُمْ مُخَالَتَھُمْ اِذْ لاَیُطِیْقُوْنَ مُقَاوَمَۃِ الْمَلَکِ وَ مُخَاطَبَتِہٖ وَ رُؤْیَتِہٖ اِنْ کَانَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ وَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَوْکَانَ فِی الْاَرْضِ مَلاَئِکَۃٌ یَمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْھِمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَلَکًا۔ اَیْ لاَیُمْکِنُ فِیْ سُنَّۃِ اللّٰہِ اِرْسَالُ الْمَلَکِ اِلاَّلِمَنْ ھُوَ مِنْ جِنْسِہٖ اَوْلِمَنْ خَصَّہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاصْطَفَاہُ وَ قَوَّاہُ عَلٰی مُقَاوَمَتِہٖ کَالْاَنْبِیَاءِ وَالرُّسُلِ عَلَیْھِمُ السَّلاَمُ فَالْاَنْبِیَاءُ وَالرُّسُلُ عَلَیْھِمُ السَّلاَمُ وَسَائِطُ بَیْنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ بَیْنَ خَلْقِہٖ یُبَلِّغُوْنَھُمْ اَوَامِرِہٖ وَنَوَاھِیْہٖ وَہٖ وَعْدِہٖ وَ وَعِیْدِہٖ وَیُعَرِّفُوْنَھُمْ بِمَالَمْ یَعْلَمُوْا مِنْ اَمْرِہٖ وَمِنَّتِہٖ وَ جَلاَلِہٖ وَسُلْطَانِہٖ وَجَبَرُوْتِہٖ وَمَلَکُوْتِہٖ فَنَظَرَ اَمْرِھِمْ اَجْسَادِھِمْ وَبُنْیَتِھِمْ مِثْلُھُمْ بِاَوْصَافِ الْبَشَرِ طَاوِیٌ عَلَیْھِمَا مَایَطْرَءُ عَلٰی بَشَرٍ مِنَ الْاَمْرَاضِ وَالْاَسْقَامِ وَالْمَوْتِ الْفَنَاءِ وَنَصُوْتُ الْاِنْسَانِیَّتِ وَاَرْوَاحِھِمْ وَبَوَاطِھِمْ مُتَصَفَۃٌ بِاَعْلٰی

مِنْ اَوْصَافِ الْبَشَرِ مُتَعَلِّقَةٌ بِالْمَلَاءِ الْاَعْلٰی مُتَشَبِّهَةٌ بِصِفَاتِ الْمَلَائِکَةِ سَلِیْمَةٌ مِنَ التَّغَیُّرِ وَالْاٰفَاتِ لَایَلْحَقُهَا غَالِبَةُ عِجْزِ الْبَشَرِیَّةِ وَلَا ضُعْفُ الْاِنْسَانِیَّةِ اِذْ لَوْکَانَتْ بَوَاطِنُهُمْ اَیْضًا خَالِصَةَ الْبَشَرِیَّةِ کَظَوَاہِرِهِمْ لَمَا اَطَاقُوْا الْاَخْذَ عَنِ الْمَلَائِکَةِ وَرُؤْیَتِهِمْ وَفِیْ مُخَاطَبَتِهِمْ وَ مُخَالَطَتِهِمْ کَمَا لَایُطِیْقُ غَیْرُهُمْ مِنَ الْبَشَرِ وَلَوْ کَانَتْ اَجْسَادُهُمْ وَ ظَوَاہِرُهُمْ مُتَّصِفَةً بِنَعُوْتِ الْمَلَائِکَةِ وَبِخِلَافِ الْبَشَرِ لَمَا اَطَاقَ الْبَشَرُ وَمَنْ اُرْسِلُوْا اِلَیْهِمْ مُخَالَطَتَهُمْ کَمَا تَقَدَّمَ مِنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی فَجَعَلُوْا مِنْ جِهَةِ الْاَجْسَادِ وَالظَّوَاہِرِ مَعَ الْبَشَرِ وَ مِنْ جِهَةِ الْاَرْوَاحِ وَالْبَوَاطِنِ مَعَ الْمَلَائِکَةِ

ترجمہ : محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور باقی سب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام بشر ہیں اور بشر کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ اگر بشر نہ ہوں تو لوگ ان کے ساتھ مل جل نہ سکیں۔ ان سے کوئی چیز سیکھ نہ سکیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ہم فرشتہ رسول بنا کر بھیجیں وہ بھی مرد کی شکل میں ہو گا۔ یعنی فرشتہ اپنی اصل شکل میں نہ ہو گا بلکہ وہ انسانی شکل میں ہو گا تاکہ لوگ اس سے مل جل سکیں اور اس سے فائدہ اٹھا سکیں اور اسے دیکھ سکیں کیونکہ بشر فرشتوں کے ساتھ میل جول نہیں رکھ سکتا اور نہ ان سے ہمکلام ہو سکتا ہے اور نہ انہیں دیکھ سکتا ہے۔ اگر فرشتہ اپنی اصلی صورت میں ہو۔

اللہ تعالیٰ کا دوسرا قول۔ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے بستے ہوتے تو ہم ان کی طرف فرشتہ اصلی صورت میں رسول بنا کر بھیجتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی

سنت جاریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتہ ان ہی کی طرف بھیجتا ہے جو ان کی جنس سے ہو یا ان کی طرف بھیجتا ہے جنہیں انسانوں سے خاص کر لے اور چن لے اور انہیں طاقت دے کہ وہ فرشتہ سے میل جول رکھ سکیں۔ جیسے انبیاء اور رسول کہ انہیں طاقت بخشی ہے پس انبیا اور رسول اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی بندوں تک پہنچتے ہیں اور وعدہ اور وعید انہیں سناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے متعلق جو انہیں علم نہیں ہوتا وہ انہیں سکھاتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے اوامر۔ اس کی وصف' خاصیت اور اس کا جلال' اور اس کی سلطنت و قدرت و جبروت وغیرہ۔ پس ان کے ظاہر اور بدن اور ان کی باڈی بشری اوصاف سے متصف ہوتی ہے اور ان کے اجسام پر وہ عوارض طاری ہوتے ہیں جو عام انسانوں پر طاری ہوتے ہیں۔ جیسے بیماری' موت' فناء اور باقی عوارض انسانیہ اور ان کے باطن اور روح ایسی صفات سے متصف ہوتے ہیں جو انسانی اوصاف سے بالاتر ہیں۔ جو صفات ملائکہ اور اللہ تعالیٰ کے لائق ہیں۔ ان کے ارواح اور بطون سلامت رہتے ہیں۔ متغیر نہیں ہوتے۔ انہیں آفات لاحق نہیں ہوتیں۔ انسانی کمزوری اور عجز سے مبرا ہوتے ہیں کیونکہ اگر ان کے بواطن بھی ظاہر کی طرح ہوں تو فرشتوں سے کچھ اخذ نہ کر سکیں اور نہ باتیں اور نہ ہی ان سے میل جول رکھ سکیں۔ نہ ہی انہیں دیکھ سکیں جیسے کہ دوسرے لوگ طاقت نہیں رکھتے اور اگر ان کے ظواہر اور اجسام بھی ملکوتی اوصاف سے متصف ہوں اور انسانی صفات سے ماوراء ہوں تو پھر انسان ان سے میل جول نہ رکھ سکیں اور نہ ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔ پس انبیاء کا ظاہر بشری صورت میں رکھا گیا ہے اور ان کا

باطن ملکوتی بنایا گیا۔

قاضی عیاض علیہ الرحمتہ کے فلسفہ کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کے دو رخ ہیں۔ ظاہر کا رخ بندوں کی طرف ہے' لہٰذا انہیں بشری صورت دی گئی تاکہ لوگ انہیں دیکھ سکیں' ہمکلام ہو سکیں' ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔ باطن کا رخ مَلَاءِ الْاَعْلٰی یعنی ملائکہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ لہٰذا انہیں نوری حقیقت دی گئی تاکہ ان سے اخذ کر سکیں اور ان سے ہمکلام ہو سکیں اور انہیں دیکھ سکیں۔

قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے جو کچھ کہا ہے یہ ان کی ذاتی تحقیق ہے اور قرین قیاس ہے جیسا کہ ہم مقدمہ میں ثابت کر چکے ہیں کہ شئے کی حقیقت اور صورت مختلف ہو سکتی ہے۔ ہاروت ماروت صورت میں بشر تھے اور حقیقت میں فرشتے تھے۔ اسی طرح تمام انبیاء صورت میں بشر ہیں اور حقیقت میں ملکوتی یعنی نوری ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام جب حضرت مریم کے پاس آئے تو صورت بشری میں تھے اور حقیقت میں فرشتے تھے۔

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے آپس میں مدراج میں بعض کو بعض پر فضیلت ہے۔

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّنْ کَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ وَ اٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَ اَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (پارہ ۳' رکوع)

ترجمہ : یہ رسول ہیں جن کو ہم نے ایک دوسرے پر فضیلت دی اور ان

میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے اپنا کلیم بنا کر شرف دیا اور بعض کو درجات کے ذریعہ بلند قدر بنایا۔ عیسیٰ بن مریمؑ کو ہم نے معجزات بنیات دیئے اور تائید کرائی روح القدس سے۔ اسی طرح انہیں شرف بخشا یعنی انبیاء علیہم السلام سب برابر کا درجہ نہیں رکھتے بلکہ ان کی ذات وصفات میں فرق ہے۔ سب کی حقیقت نورانی ہے لیکن نورانیت میں بھی فرق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات وصفات میں بلند درجہ رکھتے ہیں۔ جس طرح ملائکہ میں فرق ہے۔ ملائکہ مقربین کو باقی ملائکہ پر فوقیت ہے اور مقربین فرشتوں میں جبرئیلؑ کو بلند درجہ حاصل ہے۔ اسی لئے وہ انبیاء پر وحی لاتے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام علیہم السلام میں بھی فرق ہے آنحضرت ﷺ چونکہ نورانیت میں درجہ رکھتے ہیں اس لئے انہوں نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کا بھی دیدار کیا۔ دوسرے نبیوں کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا۔ **ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء**

الفصل الثانی

دوسری فصل : آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے انبیاء سے درجہ میں فضیلت رکھتے ہیں۔ ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت نورانی باقی انبیاء سے پہلے مخلوق ہوئی اور باقی انبیاء آپ کے نور سے پیدا ہوئے۔ دوسرا یہ کہ تمام انبیاء سے آپ کی اتباع کا میثاق لیا گیا۔ تمام انبیاء اور ان کی امتیں آپ کی امت ہیں۔ ملاحظہ ہو آیت قرآنی پارہ ۳، رکوع

نمبر ۱۷۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّ حِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَ اَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ○

ترجمہ : اور یاد کرو جب پکڑا اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد کہ جب دوں میں تمہیں کتاب اور حکمت پھر آئے تمہارے پاس رسول تصدیق کرے تمہاری کتاب اور حکمت کی تو تم اس کے ساتھ ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم نے عہد کا اقرار کیا (اور میرے عہد یعنی بوجھ ذمہ داری کو اٹھا لیا) کہا نبیوں نے ہم نے اقرار کیا (اور عہد ذمہ داری کو قبول کیا) فرمایا گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

خلاصہ کلام : آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء سے عہد لیا گیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمہاری موجودگی میں آئیں تو ان کے ساتھ ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا اور اپنی امت سے بھی یہی عہد لینا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اول صفحہ ۳۷۷ تا ۳۷۸)

قَالَ عَلِیٌّ وَ ابْنُ عَمِّہٖ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ مَابَعَثَ اللّٰہُ نَبِیًّا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ اِلَّآ اَخَذَ عَلَیْہِ الْمِیْثَاقَ لَئِنْ بَعَثَ اللّٰہُ تَعَالٰی مُحَمَّدًا وَھُوَحَیٌّ لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ وَ لَیَنْصُرَنَّہٗ وَاَمَرَہٗ اَنْ یَّاْخُذَ الْمِیْثَاقَ عَلٰی اُمَّتِہٖ لَئِنْ بَعَثَ مُحَمَّدٌ وَھُمْ

اِحْيَاءً لَيُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَيَنْصُرُنَّهٗ

ترجمہ : حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے عہد لیا ہے کہ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے زمانہ نبوت میں مبعوث ہوں اور وہ زندہ ہوں تو ان کے ساتھ ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا اور انہیں حکم دیا ایسا ہی اپنی امت سے عہد لیں۔ تفسیر ابن کثیر جلد اول صفحہ ۳۷۸

فَالرَّسُوْلُ مُحَمَّدٌ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ دَائِمًا اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ هُوَالْاِمَامُ الْاَعْظَمُ الَّذِيْ لَوْ وُجِدَ اَيَّ عَصْرٍ وُجِدَ لَكَانَ هُوَالْوَاجِبُ الطَّاعَةِ الْمُقَدَّمُ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ الْمُرْسَلِيْنَ حَتّٰى كُلُّهُمْ وَلِهٰذَا كَانَ اِمَامُهُمْ لَيْلَةُ الْاَسْرَاءِ لَمَّا اِجْتَمَعُوْا بَيْتُ الْقُدْسِ وَكَذَالِكَ هُوَ الشَّفِيْعُ فِيْ الْمَحْشَرِ فِيْ اِتْيَانِ الرَّبِّ جَلَّ جَلَالُهٗ لِفَصْلِ الْقَضَاءِ بَيْنَ عِبَادِهٖ وَهُوَالْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الَّذِيْ لَا يَلِيْقُ وَالَّذِيْ يَحِيْدُ عَنْهُ اُولُوْالْعَزْمِ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ حَتّٰى تَنْتَهِيَ النُّبُوَّةُ اِلَيْهِ فَيَكُوْنُ هُوَ الْمَخْصُوْصُ بِهٖ صَلٰوةُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ ۝

ترجمہ : اس رسول سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جو خاتم الانبیاء ہیں۔ ہمیشہ کے لئے تاقیامت رسول ہیں۔ وہ سب انبیاء کے امام ہیں جن کی اطاعت ہر نبی پر واجب ہے۔ جس زمانہ میں بھی ہو وہ تمام پر

مقدم ہے۔ اس لئے جب شب معراج میں تمام انبیاء بیت المقدس میں جمع ہوئے تو آپ نے ہی سب کی امامت کی۔ جب قیامت کے دن میدان محشر میں اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال کا فیصلہ فرمائیں گے اور شفاعت کا وقت ہو گا اور تمام انبیاء شفاعت سے کترائیں گے تو نوبت آپ ﷺ تک آئیگی تو آپ شفاعت فرمائیں گے ۔یہی مقام محمود ہو گا جو صرف آپ ﷺ ہی کو لائق ہو گا۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کا مرتبہ سب انبیاء سے بلند ہے۔ آپ ﷺ کی نبوت آدم علیہ السلام سے قیامت تک جاری ہے۔ تمام انبیاء اور ان کی امتیں آپ کے امتی ہیں اور آپ کی امت میں داخل ہیں اور یہ مرتبہ اس لئے حاصل ہوا کہ آپ کی حقیقت نورانی سب انبیاء کی حقیقت نوارنیہ سے ارفع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی الانبیاء ہیں اور کافۃ للناس آدم علیہ السلام سے تاقیامت سب لوگوں کے نبی ہیں۔ یہ ساری چیزیں اس کی دلیل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نورانیت میں سب انبیاء سے اعلیٰ نورانیت رکھتے ہیں اور اسی لئے آپ ﷺ کو فرشتہ جبرئیلؑ کو اصلی صورت میں دیکھنے کا موقعہ ملا اور اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوا۔ باقی انبیاء نے نہ کسی فرشتہ کو اس کی اصلی صورت دیکھا نہ دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے۔

السوال

ایک سوال اور اس کا جواب : آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب

آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک نبی ہیں تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ سب انبیاء سے بعد میں پیدا ہوئے اور چالیس سال پیدائش کے بعد نبوت ملی تو آپ پہلے انبیاء کے نبی کیسے بنے' جب آپ موجود ہی نہ تھے اور نہ آپ نبی تھے؟

الجواب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت یعنی باطن جسے ہم وہ رخ کہتے ہیں جو ملاء الاعلیٰ کی طرف ہے اور صورت یعنی ظاہر جسے ہم وہ رخ کہتے ہیں جو لوگوں کی طرف ہے ان دونوں میں فرق ہے۔ حقیقت محمدیؐ صورت محمدیؐ سے علیحدہ ہے۔ حقیقت محمدیؐ روحانی ہے جسے ہم ملکیت یا نورانیت کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور صورت محمدی بشری ہے جسے ہم بشر یا انسان کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں۔ حقیقت روحانی کی تحقیق اس وقت ہوئی جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے بلکہ کائنات کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ انبیاء علیہ السلام صدیوں بعد روحانی صورت میں پیدا ہوئے۔ آپ کی حقیقت نور ہے۔ جو ہر چیز سے پہلے پیدا کی گئی۔ یہ دعویٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود فرما چکے ہیں دیکھیں۔ الخصائص الکبریٰ الشیخ الامام العلامتہ ابی الفضل جلال الدین عبد

حدیث نمبرا :

عبدالرحمٰن بن ابی بکر - حدیث نمبر ا السیوطی

المتوفی ۹۱۱ھ جلد اول صفحہ ۳ ۔ اخرج ۔ ابن ابی حاتم فی تفسیرہ وابونعیم فی الدلائل من طرق عن قتادۃ عن الحسن عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَاٰیَتَہٗ کُنْتُ اَوَّلُ النَّبِیّٖنَ فِی الْخَلْقِ وَاٰخِرُہٗ فِی الْبَعْثِ فَبَدَءَ بِہٖ قَبْلَھُمْ

ترجمہ : حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روائیت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آیت بالا کی تفسیر میں فرمایا کہ پیدائش کے لحاظ سے سب انبیاء سے پہلے ہوں اور بعثت کے لحاظ سے یعنی ظہور کے لحاظ سے ان کے بعد ہوں۔ کائنات کی پیدائش کی ابتداء مجھ سے ہوئی۔ بعد میں انبیاء پیدا ہوئے۔

حدیث نمبر۲

اخرج احمد و البخاری فی تاریخہ وابطوانی۔ والحاکم والبیھقی و ابو نعیم عن میسرۃ الفجر قال قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَتٰی کُتِبَ نَبِیًّا قَالَ کُنْتُ نَبِیًّا" وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ الْجَسَدِ

ترجمہ : حضرت میسرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کب سے نبی ہیں ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایہ کہ میں اس وقت سے نبی ہوں کہ آدم ابھی روح اور جسد کی منزلوں میں تھے۔ یعنی

میری نوری حقیقت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے نبوت سے متصف تھی۔

حدیث نمبر۳

اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَالْحَاکِمُ وَالْبَیْھَقِیُّ عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَۃِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنِّیْ عِنْدَاللّٰہِ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ الْخَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ وَاِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنِہٖ

ترجمہ : حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے ہاں ام الکتاب میں خاتم النبین تھا اور آدمؑ ابھی مٹی میں تھے۔

حدیث نمبر۴

اَخْرَجَ الْبَزَّارُ وَ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ وَاَبُوْنُعِیْمٍ مِنْ طَرِیْقِ الشَّعْبِیِّ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قِیْلَ یَارَسُوْلَ مَتٰی کُنْتَ نَبِیًّا قَالَ وَ آدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ

ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کب سے نبی ہیں فرمایا اس وقت سے کہ آدم روح اور جسم کی منزلوں میں

تھے۔

حدیث نمبر ۵

اخرج الطبرانی و ابو نعیم عن ابن مریم الغسانی اَنَّ اَعْرَابِیًّا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَیُّ شَیْءٍ کَانَ اَوَّلُ نُبُوَّتِکَ قَالَ اَخَذَ اللّٰہُ مِنِّیَ الْمِیْثَاقَ کَمَا اَخَذَ مِنَ النَّبِیِّیْنَ مِیْثَاقًا وَ دَعْوَۃُ اِبْرَاہِیْمَ وَ بُشْرٰی عِیْسٰی وَرَأَتْ اُمِّیْ فِیْ مَنَامِہَا اِنَّہٗ خَرَجَ مِنْ بَیْنِ رِجْلَیْہَا سِرَاجٌ اَضَاءَ تْ لَہٗ قُصُوْرُ الشَّامِ

ترجمہ : ابو مریم غسانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پوچھا کہ کس چیز سے آپ کی نبوت کی ابتداء ہوئی۔ فرمایا میری نبوت کی ابتداء اخذ میثاق سے ہوئی۔ جو مجھ سے اور انبیاء سے لیا گیا اور میرے جدامجد ابراھیمؑ کی دعا سے اور عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری سے اور میری ماں کے خواب سے کہ میں پیدا ہوا تو میری ماں نے دیکھا ان کے پیٹ سے ایک چراغ نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

احادیث خمسہ کا خلاصہ :-

پہلی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ سب انبیاء سے پہلے آپ کی پیدائش ہوئی۔ بلکہ بقول آپ کے پوری کائنات کی پیدائش کا سلسلہ میری پیدائش سے شروع ہوا اور تین احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے نبی تھے اور پانچویں حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب انبیاء سے میثاق پکڑا گیا تو اس سے پہلے آپ پیدا ہو چکے تھے۔ اور نبوت سے متصف تھے اور اس کا اظہار اخذ میثاق سے ہوا۔ ان احادیث کا واضح مطلب یہی ہے کہ آپ ﷺ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے نبی تھے اور آپ کی حقیقت نوری نبوت سے بالفعل متصف تھی آپ حقیقتہ خارج میں موجود تھے اور فی الواقعہ خارج میں متصف بصفت نبوت اور متصف بصفت ختم النبین تھے۔ آپ کا وجود اور آپ کی نبوت کوئی فرضی چیز نہ تھی اور نہ یہ کہ اللہ تعالٰی کے علم میں اور لوح محفوظ میں یہ تھا کہ آپ مستقبل میں نبی ہوں گے اور خاتم النبین ہوں گے۔ بالفعل نہ موجود تھے اور نہ متصف بالنبوت تھے جیسا کہ بعض علماء نے ان احادیث کا مطلب نکالا ہے کیونکہ اس طرح آپ کا بیان نبوت تحدیث نعمت نہ ہو گا اور ایسی نبوت کوئی باعث فخر نہ ہو گی کیونکہ اس طرح تو سارے انبیاء اللہ تعالٰی کے علم میں اور لوح محفوظ میں نبی تھے۔ آپ کی نبوت کی کیا تخصیص اور کیا تحدیث نعمت اور کیا اظہار فخر تاکہ امت کو آپ کی قدر و منزلت سے آگاہی ہو۔ احادیث کا یہ مطلب نکالنا بالکل خلاف قیاس ہے جسے عقل سلیم قبول نہیں کرتی۔ فخر اور تحدیث نعمت اسی وقت شایان ہے کہ آپ کی حقیقت نوری مخلوق ہو چکی ہو اور بالفعل موجود ہو اور آپ کو بالفعل موجود فی الخارج نبی بنا دیا گیا ہو۔

مضمون بالا کی تائید نشر الطیب سے : میں اپنی اس رائے کی تائید میں مولانا اشرف علی تھانوی کا کلام پیش کرتا ہوں۔ نشر الطیب مؤلفہ مولانا اشرف

علی تھانوی صفحہ نمبر ۱۴ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی سن ۱۳۹۷ھ۔ دوسری روایت حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک میں اللہ کے نزدیک ختم النبین ہو چکا تھا اور آدمؑ ہنوز اپنے خمیر میں ہی پڑے تھے۔ یعنی ان کا پتلا ابھی تیار نہ ہوا تھا۔ روایت کیا اس کو احمد اور بیہقی نے اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے اور مشکوۃ میں شرح السنۃ سے بھی یہ حدیث مذکور ہے۔ (دیکھیں حاشیہ کتاب)۔

اور اس وقت ظاہر ہے کہ آپ کا بدن تو بنا ہی نہ تھا پھر نبوت کی صفت آپ کی روح کو عطا ہوئی تھی اور نور محمدیؐ اسی روح محمدیؐ کا نام ہے جیسے اوپر مذکور ہوا اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ شاید مراد یہ ہے کہ میرا خاتم النبین ہونا مقدر ہو چکا ہے۔ سو اس سے آپ کے وجود کا تقدم آدم علیہ السلام سے ثابت نہ ہو گا۔ اس کا جواب یہ ہو گا کہ اگر یہ مراد ہوتی تو آپ کی کیا تخصیص تھی۔ تقدیر تمام اشیاء مخلوقہ کی ان کے وجود سے متقدم ہے۔ پس تخصیص خود دلیل ہے اس کی کہ مقدر ہونا مراد نہیں بلکہ اس صفت کا ثبوت مراد ہے اور ظاہر ہے کہ کسی صفت کا ثبوت فرع ہے مثبت لہ کے ثبوت کی۔ پس اس سے آپ کے وجود کا تقدم ثابت ہو گیا اور چونکہ مرتبہ بدن متحقق نہ تھا اس لئے نور اور روح کا مرتبہ متعین ہو گیا اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس وقت ختم نبوت کے ثبوت کے بلکہ خود نبوت ہی کے ثبوت کیا معنی کیونکہ نبوت آپ کو چالیس سال کی عمر میں عطا ہوئی اور آپ چونکہ سب انبیاء کے بعد میں مبعوث ہوئے اس لئے ختم نبوت کا حکم کیا گیا۔ سو یہ وصف تو خود

تاخر کا مقتضی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تاخیر مرتبہ ظہور میں ہے، مرتبہ ثبوت میں نہیں۔ جیسے کسی کو تحصیل داری کا عہدہ آج مل جائے اور تنخواہ بھی آج ہی سے ملنے لگے مگر ظہور ہوگا کسی تحصیل میں بھیجے جانے کے بعد۔

حدیث نمبر ۲ :

نشر الطیب صفحہ نمبر ۱۵ چوتھی روایت :۔ شعبی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کب نبی بنائے گئے ؟ آپ نے فرمایا کہ آدمؑ اس وقت روح اور جسد کے درمیان میں تھے جب کہ مجھ سے میثاق (نبوت کا) لیا گیا۔ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَھُمْ وَ مِنْکَ وَمِنْ نُّوْحٍ (الایہ پارہ ۲۱ رکوع ۱۷ الا یتہ) روایت کی اس کو ابن سعد نے جابر جعفی کی روایت سے ابن رجب کے ذکر کے مواقع (حاشیہ دیکھیں نمبر۲)۔

حدیث بالا میں جو مقدر ہونے کے احتمال کا جواب دیا گیا ہے یہ حدیث اس جواب میں نص ہے کیونکہ اخذ میثاق تو یقیناً موقوف ہے۔ وجود اور ثبوت پر مرتبہ تقدیر میں میثاق ہونا نہ نقل اس کی مساعد ہے نہ عقل۔ (۱۲ سنہ نشر الطیب ۱۹۱۸ء حاشیہ نمبر۳)

ظاہر ہے کہ جنت کے سایوں میں ہونا اور نار خلیل میں ہونا یہ سب قبل ولادت جسمانیہ ہے۔ پس یہ حالات روح مبارک کے ہوئے کہ عبارت ہے نور (محمدی) سے اور ظاہران مراتب میں صرف آپ کا وجود بالقوۃ مراد نہیں۔ جو مرتبہ وجود مادہ کا ہے کیونکہ وجود تو تمام اولاد آدم و نوح و ابراہیم

علیہم السلام میں مشترک ہے۔ پھر آپ کی تخصیص کیا ہوئی اور مقام مدح مقتضی ہے ایک گونہ اختصاص کو پس یہ قرینہ غالبہ ہے کہ یہ مرتبہ وجود کا اوروں کے وجود سے کچھ ممتاز تھا۔ مثلاً یہ کہ اس جزء مادہ کے ساتھ (یعنی نطفہ انسان کے ساتھ) علاوہ تعلق روح اباء کے خود آپ کی روح کو بھی کوئی خاص تعلق ہو۔ یہ تو قرینہ عقلیہ ہے اور نقلی قرینہ خودان اشعار میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا سوزش سے بچنا سبب بنایا گیا ہے۔ آپ کے ورود فرمانے سے سوا اگر اسی جزء مادی کے ساتھ آپ کی روح کا خالق سے تعلق نہ مانا۔ تو اس جزء کے وارد فی النار ہونے کا کیا معنی کیونکہ ورود کے لغوی معنی مقتضی ہے۔ وارد کے خارج ہونے کو اور جزء کو داخل کہا جاتا ہے۔ وارد نہیں کہا جاتا۔ پس یہ امر خارجی آپ کی روح مبارک ہے' جس کا تعلق اس جزء مادی سے ہے کہ مجموعہ جز اور روح کا بوجہ ترکیب **من الداخل والخارج** کے خارج ہو گا۔ پس اس تقریر پر ان اشعار سے یہ تصورات آپ کے نور مبارک (حقیقت نوری) کے لئے ثابت ہو گئے اور یہی مدعا ہے اس فصل کا اور چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اشعار پر سکوت فرمایا اس لئے حدیث تقریری سے ان مضامین کا صحیح اور حجت ہونا ثابت ہو گیا۔

اس مدعی کا ثبوت شیخ تقی الدین السبکی
کے کلام سے پہلی وضاحت

دعویٰ کے ثبوت میں مزید تائید الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۳۰۲
فائدہ قال الشیخ تقی الدین السبکی فی کتابہ (التَّعْظِیْمُ وَالْمُنَّۃُ فِیْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَ

لَتَنصُرُنَّه)

فِیْ هٰذَاالْاٰیَةِ مِنَ التَّنْوِیْهِ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَ تَعْظِیْمُ قَدْرِهِ الْعَلِیِّ مَالَایَخْفٰی وَفِیْهِ مَعَ ذَالِکَ اِنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی تَقْدِیْرِ مَجِیْئِهٖ فِیْ زَمَانِهِمْ یَکُوْنُ مُرْسَلاً اِلَیْهِمْ فَتَکُوْنُ نُبُوَّتُهٗ وَرِسَالَتُهٗ لِجَمِیْعِ الْخَلْقِ مِنْ زَمَنِ آدَمَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَ تَکُوْنُ الْاَنْبِیَاءُ وَاَمَمُهُمْ کُلُّهُمْ مِنْ اُمَّتِهٖ وَیَکُوْنُ قَوْلُهٗ بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ لِاَنَّهٗ لَایَخْتَصُّ بِهِ النَّاسُ مِنْ زَمَانِهٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ بَلْ یَتَنَاوَلُ مِنْ قَبْلِهِمْ اَیْضًا وَتَبَیَّنَ بِذَالِکَ مَعْنٰی قَوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔

تقی الدین سبکی کا کلام :

کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَ الْجَسَدِ تَبَیَّنَ اِنَّ مَنْ فَسَّرَهٗ بِعِلْمِ اللّٰهِ بِاَنَّهٗ سَیَصِیْرُ نَبِیًّالَمْ یَصِلْ اِلٰی هٰذَا الْمَعْنٰی لِاَنَّ عِلْمَ اللّٰهِ مُحِیْطٌ بِجَمِیْعِ الْاَشْیَاءِ وَ وَصْفُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بِالنُّبُوَّةِ فِیْ ذَالِکَ الْوَقْتِ یَنْبَغِیْ اَنْ یَفْهَمَ مِنْهُ اِنَّهٗ اَمْرٌ ثَابِتٌ فِیْ ذَالِکَ الْوَقْتِ وَلِهٰذَا رَاٰی آدَمُ اِسْمَهٗ مَکْتُوْبًا عَلَی الْعَرْشِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَلَابُدَّ اَنْ یَّکُوْنَ ذَالِکَ مَعْنًی ثَابِتًا فِیْ ذَالِکَ الْوَقْتِ وَلَوْکَانَ الْمُرَادُ بِذَالِکَ مُجَرَّدَ الْعِلْمِ بِمَا سَیَصِیْرُ فِیْ

الْمُسْتَقْبِلِ لَمْ يَكُنْ لَهُ خُصُوْصِيَّةٌ بِأَنَّهُ نَبِيٌّ وَ آدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ لِأَنَّ جَمِيْعَ الْأَنْبِيَاءِ يَعْلَمُ اللّٰهُ نُبُوَّتَهُمْ فِيْ ذَالِكَ الْوَقْتِ وَ قَبْلِهِ فَلَابُدَّ مِنْ خُصُوْصِيَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِأَجْلِهَا أَخْبَرَ بِهٰذَا الْخَبَرِ عَلَامًا لِأُمَّتِهِ لِيَعْرِفُوْا قَدْرَهُ عِنْدَاللّٰهِ تَعَالٰى فَيَحْصِلُ لَهُمُ الْخَبْرُ بِذَالِكَ

تقی الدین سبکی کے کلام کا ترجمہ : شیخ السبکی نے اپنی کتاب (اَلتَّعْظِیْمُ وَالْمِنَّةُ فِیْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّ بِهٖ) میں نے لکھا ہے کہ اس آیت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے اور ان کے اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند قدر مرتبہ کی عظمت کی طرف اشارہ ہے جس کا کوئی اندازہ ہی نہیں نیز اس کے باوجود اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس نبیؑ کے زمانہ میں بھی آئیں ان کی طرف رسول ہو کر آئیں گے۔ اس طرح آپ کی نبوت اور رسالت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک سب بنی آدم کے لئے ہے اور سب انبیاء اور ان کی امتیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہیں اور آپ کا قول بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ کَافَّةً آپ کے زمانہ کے لوگوں اور بعد کے لوگوں قیامت تک کے ساتھ مخصوص نہ ہو گا بلکہ ان لوگوں سے پہلے لوگوں آدمؑ تک کو شامل ہو گا اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا معنی بھی واضح ہو گیا کہ میں نبی تھا جب آدمؑ روح اور جسد کی منزل میں تھے اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جس نے کُنْتُ نَبِیًّا کا یہ معنی کیا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں میرا نبی ہونا تھا کہ مستقبل میں نبی

بنا کر بھیجے جائیں گے۔ اس نے یہ معنی غلط کیا' اصل معنی تک نہ پہنچا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم تو آدم علیہ السلام سے پہلے اور پیچھے ہر شئے کو محیط ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نبی ہونے کے علم کی کیا تخصیص۔ بلکہ اس کا معنی یہ سمجھنا چاہیے کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بالفعل امر ثابت تھی اسی لئے آدم علیہ السلام نے آپ کا نام عرش پر محمد رسول اللہ ﷺ لکھا ہوا پایا۔ پس ضروری ہے کہ پیدائش آدم سے پہلے آپ کی نبوت بالفعل متحقق ہو۔ اگر اس سے مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کو پیدائش آدمؑ سے پتہ تھا کہ آنحضرت صلیٰ اللہ علیہ وسلم زمانہ مستقبل میں نبی ہوں گے تو پھر آپ کی نبوت کی تخصیص سب انبیاء کی نبوت کا اس وقت اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ زمانہ مستقبل میں نبی ہوں گے اور اس وقت سے پہلے بھی علم تھا۔ بلکہ معنی یہ ہے اور مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بالفعل نبی تھے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی اور اپنی امت کو بتایا تاکہ امت پر آپ کی قدر و منزلت ظاہر ہو جو آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں حاصل ہے جو دوسرے انبیاءؑ کو حاصل نہیں۔ دعویٰ کی مزید وضاحت اور تائید کے لئے علامہ تقی الدین سبکی کی توضیح ملاحظہ ہو۔

دعویٰ کی مزید وضاحت کلام سبکی سے

بصورت سوال و جواب دوسری وضاحت :

ملاحظہ ہو الخصائص الکبریٰ علامہ سیوطی صفحہ ۵۰

فَاِنْ قُلْتَ اُرِیْدُ اَنْ اَفْهَمَ ذَالِكَ الْقَدْرَ الزَّائِدَ وَالتَّعْظِيْمَ

لِنَبِيٍّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَاِنَّ النُّبُوَّةَ وَصْفٌ لَابُدَّ
اَنْ يَّكُوْنَ الْمَوْصُوْفُ مَوْجُوْدًا ، وَاِنَّمَا يَكُوْنُ النَّبِيُّ نَبِيًّا
بَعْدَ بُلُوْغِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً اَيْضًا فَكَيْفَ يُوْصَفُ بِهٖ قَبْلَ
وُجُوْدِهٖ وَقَبْلَ الرِّسَالِتِهٖ وَاِنْ صَحَّ ذَالِكَ فَغَيْرُهٗ ذَالِكَ
قُلْتُ قَدْ جَاءَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ الْاَرْوَاحَ قَبْلَ الْاَجْسَادِ
فَقَدْ تَكُوْنُ الْاِشَارَةُ بِقَوْلِهٖ كُنْتُ نَبِيًّا اِلٰى رُوْحِهٖ
الشَّرِيْفَةِ اَوْاِلٰى حَقِيْقَةٍ وَالْحَقَائِقُ تَقْصُرُ عُقُوْلُنَا عَنْ
مَعْرُوْفَتِهَا وَاِنَّمَا يَعْلَمُهَا خَالِصَتُهَا وَ مِنْ اَمْرِهٖ بِنُوْرِ الْاِلٰهِيِّ
ثُمَّ اِنَّ تِلْكَ الْحَقَائِقُ يُؤْتِي اللّٰهُ كُلَّ حَقِيْقَةٍ مِّنْهَا
مَايَشَاءُ فِي الْوَقْتِ الَّذِيْ يَشَاءُ فَحَقِيْقَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَدْ تَكُوْنُ مِنْ قَبْلِ خَلْقِ آدَمَ وَ آتَاهُ اللّٰهُ
ذَالِكَ الْوَصْفَ بِاَنْ يَّكُوْنَ خَلَقَهَا مُتَهَيِّئَتِهٖ لِذٰلِكَ
وَاَفَاضَهٗ عَلَيْهَا مِنْ ذَالِكَ الْوَقْتِ فَصَارَ نَبِيًّا وَ كُتِبَ
اِسْمُهٗ عَلَى الْعَرْشِ وَاُخْبِرَ عِزَّتَهٗ بِالرِّسَالَةِ لِيَعْلَمَ
الْمَلَائِكَةُ وَغَيْرُهُمْ كَرَامَةً عِنْدَهٗ فَحَقِيْقَتُهٗ مَوْجُوْدَةٌ مِنْ
ذَالِكَ الْوَقْتِ فَاِنَّ تَاخِيْرِ الشَّرِيْفِ الْمُتَّصِفِ بِهَا
وَاتِّصَافُ حَقِيْقَتِهٖ بِالْاَوْصَافِ الشَّرِيْفَةِ الْمُفَاضَةِ عَلَيْهَا اِنَّ
الْحَضْرَةِ اللّٰهِيَّةِ وَاِنَّمَا يَتَاخَّرُ الْبَعْثُ وَالتَّبْلِيْغُ وَكُلُّ
مَالَهٗ مِنْ جِهَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَمِنْ جِهَةِ تَاهُّلِ ذَاتِهِ الشَّرِيْفَةِ
وَحَقِيْقَتُهٗ مُعَجَّلٌ لَاتَاخِيْرَ فِيْهِ وَكَذَالِكَ اِسْتِنْبَاهُ وَاِيْتَائِهٖ

اَلْکِتَابِ وَالْحُکْمِ وَالنُّبُوَّۃِ وَلِنَّمَا التَّاَخُّرُ تَکُوْنُہٗ وَتَنَقُّلُہٗ اِلٰی اَنْ ظَھَرَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔

عربی عبارت کا ترجمہ : سوال اگر تو کہے کہ میں چاہتا ہوں کہ میں سمجھوں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبہ زائدہ اور تعظیم کو جو دوسرے پیغمبروں کو حاصل نہیں اور تو کہہ کہ نبوت وصف ہے اور وصف کے لئے ضروری ہے کہ اس کا موصوف موجود ہو حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آدم علیہ السلام سے پہلے موجود نہ تھے اور میثاق النبین کے وقت بھی موجود نہ تھے۔ پھر نبوت صرف اس وقت ہوتی ہے جب نبی چالیس سال عمر کو پہنچے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آدم علیہ السلام سے پہلے موجود نہ تھے چہ جائیکہ آپ چالیس سال کی عمر کو پہنچیں اور آپ کو نبوت ملے تو پھر آپ کا یہ کہنا کیسے درست ہوا کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ اور اگر وجود اور چالیس سال کا ہونا ضروری نہیں تو سارے نبی آدم علیہ السلام سے پہلے نبی تھے پھر آنحضرت صلی علیہ وآلہ وسلم کی کیا خصوصیت؟

جواب : قُلْتُ میں کہتا ہوں یہ ثابت ہے کہ ارواح اجساد سے پہلے پیدا کئے گئے ہیں کُنْتُ نَبِیًّا سے اشارہ آپ کی روح مبارک یعنی حقیقت محمدی کی طرف ہو اور ان حقائق کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ جن میں حقیقت محمدیہ بھی شامل ہے۔ ہماری عقل ان کی معرفت سے قاصر ہے۔ ان حقائق کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اس کی حقیقت کو بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے جس کی ابتدا نور الٰہی سے کی گئی ہے، پھر ان حقیقتوں میں سے جس حقیقت کو چاہے جو چیز دینا چاہے، جس وقت دینا چاہے دے سکتا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

حقیقت آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا کی گئی اور اس حقیقت کو جس وصف کے لئے اہل بنایا گیا تھا وہ وصف عطا کی گئی۔ اور اس حقیقت کو اس وصف سے اسی وقت موصوف کر دیا گیا تھا۔ پس آپ اسی وقت نبی بنا دیئے گئے اور آپ کے نام کو عرش پر لکھ دیا گیا اور آپ کی رسالت کا اسی وقت اعلان کر دیا گیا تاکہ فرشتے وغیرہ آپ کی قدر جو انہیں اللہ کے ہاں حاصل ہے معلوم کر سکیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت اس وقت موجود تھی اگرچہ آپ کا جسد مبارک جو اس وصف سے موصوف ہونا ہے موجود نہ تھا اور اسی طرح باقی اوصاف جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے جانے والے ہیں موجود نہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت مقدسہ اس وقت موجود نہ تھی صرف جسد مبارک تبلیغ اور بعثت اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں حاصل ہونی تھی اور آپ اس کے اہل تھے متاخر رہے۔ حقیقت موجود ہو چکی تھی اس میں کوئی تاخیر نہ تھی۔ تاخیر صرف اظہار نبوت اور ایتاء کتاب اور حکم میں تھی اور تاخیر صرف ان کے تکون جسدی اور انتقال الیٰ صلب آدم الی اخرہ تھا۔ یہاں تک کہ آپ کی حقیقت مع صورت بشری نبی بن کر ظاہر ہوئی۔

مزید وضاحت نمبر ۳

کلام تقی الدین سبکی عربی عبارت تیسری وضاحت

الخصائص الکبریٰ صفحہ نمبر ۵ تقی الدین سبکی کا کلام

وَغَیْرُہٗ اِنَّ اَھْلَ الْکَرَامَۃِ قَدْ تَکُوْنُ اِضَافَۃُ اللّٰہِ تِلْکَ

الکرامتہ علیہ بعد وجودہ بحیثۃ کمایشاء سبحانہ و
تعالیٰ ولاشک ان کلما یقع فاللہ اعلم بہ من الازل
ونحن نعلمہ بالادلۃ العقلیۃ والشریعۃ ویعلم الناس
منہا مایصل الیہم من ظہورہ کعلمہم بنبوۃ النبی
صلی اللہ علیہ وسلم حین نزل علیہ القرآن فی اول
ماجاءہ جبرئیل وہو فعل من افعال اللہ تعالیٰ من جملۃ
معلوماتہ ومن آثار قدرتہ و ارادتہ و اختیارہ فی محل
خاص یتصف بہا بان فیہا مرتبتان الاولی معلومۃ
بالبرہان والثانیۃ ظاہرۃ للعیان بین مرتبتین وسائط
من افعالہ تعالیٰ تحدث علی حسب اختیارہ منہا
مایظہر بہم بعد ذالک و منہا مایحصل بہ کمال
لذالک المحل وان لم یظہر لاحد من المخلوقین و
ذالک ینقسم الی کمال یقارن ذالک المحل من
حین خلقہ والی کمال یحصل لہ بعد ذالک
ولایحصل الینا علم ذالک الا بالخبر الصحیح الصادق
والنبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر الخلق فلا کمال
لمخلوق من اعظم من کمالہ ولا محل اشرف من
محلہ فعرفنا بالخبر الصحیح الصادق حصول ذالک
الکمال من قبل خلق آدم لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم
من ربہ سبحانہ وتعالیٰ ولنہ اعطاہ النبوۃ من ذالک

الْوَقْتِ ثُمَّ اَخَذَ لَهُ الْمِيْثَاقَ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ لِيَعْلَمُوْا اَنَّهُ الْمُقَدَّمُ عَلَيْهِمْ وَاَنَّهُ نَبِيُّهُمْ وَ رَسُوْلُهُمْ وَفِىْ اَخْذِ الْمِيْثَاقِ مَعْنَى الْاِسْتِحْلَافِ وَلِذَالِكَ دَخَلَتْ لَامُ الْقَسَمِ فِىْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ

عربی عبارت کا ترجمہ وضاحت نمبر۳ :

اور آپ کے علاوہ دوسرے لوگوں کو کرامت ان کے دنیا میں موجود ہونے کے بہت مدت بعد حاصل ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جب یہ کرامت کسی کو حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اسے ازل سے جانتے ہیں اور ہمیں اس کا علم ادلہ عقلیہ اور شرعیہ سے حاصل ہوتا ہے اور دوسرے لوگوں کو اس وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ کرامت ظاہر ہو مثلاً آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت کا علم لوگوں کو اس وقت ہوا جب پہلی دفعہ جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس قرآن کی آیات لیکر آئے۔ یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کے ہیں کہ ایک چیز موجود ہوتی ہے اور اس کی موجودگی کا علم صرف اللہ کو ہوتا ہے۔ پھر ادلہ عقلیہ اور شرعیہ سے علماء کو علم حاصل ہوتا ہے اور جب چیز خارج میں وجود پذیر ہوتی ہے تو سب کو اس کا علم ہوتا ہے۔ یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کی معلومات میں ہیں۔ اس کی قدرت کے آثار ہیں اور اس کے ارادہ اختیار سے کسی محل میں وقوع پذیر ہوئے ہیں۔ پس اس چیز کے دو مرتبے ہیں ایک مرتبہ برہان سے معلوم ہوتا ہے اور دوسرا عیاناً ہوتا ہے اور ان دو مرتبوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کے افعال واسطہ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ

کے اختیار اور ارادہ سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ کچھ ان میں سے بعد میں ظاہر ہوتے اور کچھ ان سے محل موصوف کے لئے باعث کمال ہوتے ہیں۔ اگرچہ مخلوق میں سے کسی کو ان کا علم نہیں ہوتا۔ یہ افعال جو موصوف کے لئے باعث کمال ہوتے ہیں کچھ تو موصوف کی پیدائش کے ساتھ اسے حاصل ہو جاتے ہیں اور کچھ بعد میں اسے حاصل ہوتے ہیں اور ہمیں ان کا علم خبر صادق سے حاصل ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوقات سے بہتر ہیں کسی مخلوق کو آپ کے کمالات سے بڑھ کر کوئی کمال حاصل نہیں اور نہ آپ جیسا کسی کو شرف حاصل ہے۔ پس ہمیں خبر صحیح سے علم ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کمال حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے حاصل ہوا ہے۔ یعنی کمال نبوت آپ کو آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے حاصل ہوا اس کے بعد انبیاء علیہم السلام سے میثاق لیا گیا تا کہ انبیاء کو علم ہو کہ وہ ان سے مقدم ہیں۔ پیدائش میں بھی اور نبوت میں بھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے نبی اور رسول ہیں۔ یہ میثاق درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کا انبیاء سے حلف وفاداری کا عہد ہے۔ اسی لئے مضارع پر لام قسم لایا گیا۔ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ

مزید وضاحت نمبر ۴

کلام تقی الدین سبکی۔ عربی عبارت

الخصائص الکبریٰ صفحہ ۵ ۱۰ لطیفہ آخری:

وهى كانها ايمان البيعة التى تؤخذ من الخلفاء ولعل
الايمان من الخلفاء اخذت من هذا۔ فانظر هذا التعظيم
العظيم لنبى صلى الله عليه وآله وسلم من ربه
سبحانه فاذا عرفت هذا فالنبى صلى الله عليه وآله
وسلم هو نبى الانبياء ولهذا يظهر ذالک فى الاخرة
جميع الانبياء تحت لوائه و كذالک ظهر فى الدنيا
بالليلة الاسرى صلى بهم فى بيت المقدس ولواتفق
مجيئه فى زمن آدم و نوح و ابراهيم وموسى و عيسى
عليهم السلام وجب عليهم وعلى امهم الايمان
ونصرته وبذالک اخذالله الميثاق عليهم فنبوته
عليهم ورسالة اليهم معنى حاصل له وانما امره
يتوقف على اجتماعهم معه فتاخر ذالک الامر راجع
الى وجودهم لاالى عدم اتصافهم بما يقتضيه وفرق بين
توقف الفعل على قبول المحل وتوقفه على اهلية
الفاعل فهنا لاتوقف من جهة الفاعل ولا من ذات النبى
صلى الله عليه وآله وسلم الشريفة و انما هو من
جهته عدم وجود العصر المشتمل عليه فلو وجدنى
عصرهم لزمهم اتباعه بلاشک ولهذا ياتى عيسى
عليه السلام فى آخرالزمان على شريعته وهو نبى
كريم على حاله لاكمايظن بعض الناس انه ياتى غير

نبیٌ واحد من هذہ الامۃ بل یاتی نبیًا و واحدًا من امتہ
لماقلنا من اتباعہ لنبیّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم
وانما یحکم بشریعۃ نبیّنا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بالقرآن والسنۃ وکل ما فیھا من امر و نھی فھو متعلق
بہ کمایتعلق بسائر الامۃ ھو نبیٌ کریم علے مالہ لم
ینقص منہ شئیٌ کذالک لوبعث نبیٌ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم فی زمانہ اوفی زمان موسٰی و ابراھیم
و نوح و آدم کانوا مستمرین علی نبوتھم و رسالتھم
الی امحبھم والنبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم نبیٌ علیھم و
رسول الی جمعھم فنبوتہ ورسالتہ اعم واشمل واعظم
ومتفقۃ مع شرائعھم فی الاصول لانا لاتخلف وتقدم
شریعتہ فیما عساہ یقع الاختلاف فیہ من الفروع
اماعلی سبیل التخصیص واما علی سبیل النسخ
اولانسخ ولا تخصیص بل تکون شریعۃ النبیّ صلی
اللہ علیہ وسلّم فی تلک الاوقات بالنبتہ الی
اولیک ماجاء ت بہ الانبیاء وفی ھذا الوقت بالنبہ الی
ھذہ الامۃ ھذہ الشریعۃ والا حکام تختلف باختلاف
الاشخاص والاوقات وبھذا بان لنا معنی حدیثین کانا
خفیا علینا احدھما قولہ صلی اللہ علیہ وسلّم
کنت نبیاء و آدم بین الروح والجسد کنا نظن انہ

بالعلم فبان انه زائد علی ذالک علی ماشرحناه
والثانی قوله بعثت الی الناس کافة کنا نظن انه من
زمانه الی یوم القیامة فبان انه جمیع الناس اولهم
واخرهم من آدم الی القیامة وانما یفترق الحال بین
مابعد وجده صلی الله علیه وسلم وبلوغه اربعین و
ماقبل ذالک بالنبی الی المبعوث الیهم وتاهلهم
سماع کلامه لابالنبه الیه ولا الیهم لو تاملوا قبل
ذالک و تعلیق الافعال علی الشروط وقدیکون
لجسد العمل القابل وهو المبعوث الیهم وقبولهم
سماع الخطاب والجسد الشریف الذی یخاطبهم
بلسانه وهذا کما یوکل الاب رجلا فی تزویج بنته اذا
وجدت کفوا فالتوکیل صحیح وذالک الرجل اهل
لوکالته وکالته ثابة وقد یحصل التوقف والتصرف
علی وجود کفوولا یوجد الابعد مرة مریدة ولا یقدح
ذالک فی صحة الوکالة واهلیة التوکیل انتهی
کلام السبکی بلفظه والله اعلم بالصواب

مزید وضاحت نمبر ۴ کا اردو ترجمہ

میثاق الانبیاء کی مثال خلفاء کی بیعت ہے کہ ان کو خلیفہ بناتے وقت
ان سے قسم اٹھوائی جاتی ہے کہ شاید اسی دلیل سے خلفاء کی قسمیں لینا شروع

ہوئی ہوں۔ اس کے بعد اب معلوم ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سابق الانبیاء ہیں۔ اس کا ظہور دنیا میں بھی ہوا کہ آپ شب معراج میں تمام انبیاء کے امام بنے اور آخرت میں بھی ہو گا کہ تمام انبیاء اور ان کی امتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہوں گی۔ اگر آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کا اتفاق ہوتا تو ان سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایمان لانا ضروری ہوتا' اس لئے ان سے عہد لیا گیا۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور رسالت ان کی محتاج نہیں۔ وہ آپ کو حاصل ہے اس امر کا توقف اس پر تھا کہ ان کا زمانہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ متحد ہوتا۔ اس تاخر کا سبب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور آپ کا زمانہ ایک نہ تھا اس لئے کہ آپ ان کے نبی تھے۔ توقف فعل کبھی محل کی قابلیت کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی فاعل کی اہلیت کی وجہ سے ہوتا ہے اور دونوں میں فرق ہے۔ اس جگہ توقف اور تاخر فاعل کی وجہ سے نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے فعل ارسال میں کوئی توقف اور تاخر نہیں اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلیت کی وجہ سے ہے بلکہ انبیاء اور آپ کا زمانہ ایک نہ تھا۔ اگر زمانہ ایک ہوتا تو ان پر آپ کی اتباع ضروری ہوتی۔ اسی لئے عیسیٰ علیہ السلام جب آخری زمانہ میں آئیں گے تو اپنی نبوت پر قائم ہوں گے۔ ان کی نبوت پہلے کی طرح اب بھی موجود ہو گی اور اب بھی نبی ہوں گے لیکن ایسا نہیں ہو گا کہ آپ بحیثیت نبی ہوں گے بلکہ صرف ایک امتی ہوں گے حتیٰ کہ بدستور

سابق نبی ہوتے ہوئے آپ کی امت میں داخل ہوں گے اور آنخضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شریعت کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ قرآن و سنت کے تبع ہونگے اور آنخضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شریعت کے امر و نواہی ان سے متعلق ہوں گے اور ان کی نبوت میں کوئی نقص نہیں ہو گا۔ اسی طرح اگر آپ آدم' نوح' ابراہیم اور موسیٰ علیہم السلام کے زمانہ میں مبعوث ہوتے تو سب انبیاء اپنی نبوت پر قائم رہتے اور انبیاء اور ان کی امتیں آپ کی ہوتیں۔ لہٰذا آنخضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت اور رسالت عام ہے اور سب امتوں کو شامل ہے اور ایک نبوت عظیم ہے اور آپ کی شریعت ان کی شریعتوں سے متفق ہوتی کیونکہ اصول شرع میں اختلاف نہیں ہوتا اور جہاں فروع میں اختلاف ہوتا وہاں آنخضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شریعت مقدم ہوتی۔ ان کی شریعت میں تخصیص کر دی جاتی یا نسخ واقع ہوتی یا کچھ بھی نہ ہوتا بلکہ اس وقت کی شریعت آنخضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شریعت شمار ہوتی کیونکہ اشخاص اور اوقات کے خلاف سے احکام بھی تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اس وضاحت کے ساتھ کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حقیقت نوری آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے نبوت کے ساتھ بالفعل متصف تھی اور بالفعل موجود فی الخارج تھی۔ ان دو احادیث کا معنی واضح ہو گیا۔ ایک یہ حدیث کہ میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوں جس کا ہم معنے یہ سمجھے تھے کہ "کَافَّةً" کا معنی آپ کے زمانہ اور بعد کے لوگ مراد ہیں۔ اب سمجھا کہ آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک کے لوگ مراد ہیں۔ اور دوسری حدیث کہ کُنْتُ نَبِيًّا وَّ آدَمُ بَيْنَ الْجَسَدِ وَالرُّوحِ کا مطلب

ہم یہ سمجھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے تھی۔ اب معلوم ہوا کہ واقع میں اور خارج میں بالفعل موجود فی الخارج تھی نہ صرف علم الٰہی میں۔ جس طرح کہ مکی اور مدنی زندگی میں نبوت کا ظہور صرف میثاق الانبیاء سے شروع ہوا۔ آپ کی مکی و مدنی زندگی میں نبوت و رسالت اور پیدائش آدمؑ سے پہلے اور تاقیامت کوئی فرق نہیں۔ نبوت و رسالت ہر زمانہ میں برابر ہے کوئی فرق نہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ مکی اور مدنی زندگی میں نبوت اور رسالت کا موصوف حقیقت محمدی مع الجسد تھی اور آدم علیہ السلام سے پہلے موصوف صرف حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مجرد عن الجسد تھی۔ آپ کی اس نبوت کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کسی آدمی کو اپنی بیٹی کی تزویج کا وکیل بناتا ہے کہ جب تمہیں کفو مل جائے تو نکاح کر دینا۔ نکاح تو اس وقت ہو گا جب کفو مہیا ہو گی لیکن توکیل اور تزویج کے درمیان کا وقت ایسا ہے کہ اس شخص کی وکالت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ وکیل ہے اس کی وکالت قائم بالفعل ہے، خارج میں موجود ہے کیونکہ کفو نہ ملنے سے اس کی وکالت کا اظہار نہیں ہوا۔ اور نہ توکیل کا اظہار ہوا۔ امام تقی الدین السبکی کا کلام ختم ہوا۔

آیات قرآنی اور تقی الدین السبکی اور اشرف علی تھانوی کے کلام کا خلاصہ حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیدائش سے پہلے پیدا ہو چکی تھی اور موجود فی الخارج تھی اور وصف نبوت و رسالت سے متصف ہو چکی تھی۔ اس حقیقت اور اس کا وجود کوئی فرضی وجود نہ تھا بلکہ باقی ملکوتی مخلوق کی طرح واقعہ میں موجود تھی جس کی تخلیق کی ابتداء نور الٰہی سے ہوئی۔ حقیقت

محمدیہ کی حقیقت اس طرح ہے جیسے روح کی حقیقت ہے کہ ہمیں اس کا علم نہیں۔ اس کی حقیقت خود خالق کائنات ہی جانتا ہے۔ ہمیں اتنا ہی علم ہے کہ اسے نور سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ نورالٰہی سے پیدا ہوئی ہے۔ اس وقت یہ حقیقت جسد بشری سے مجرد تھی۔ اور اسی طرح مجرد رہی حتیٰ کہ آدم علیہ السلام کی پیشانی میں منتقل ہوئی پھر جب اس حقیقت موجودہ کو نبوت اور رسالت سے موصوف بنایا گیا تو اس کی نبوت اور رسالت کا اظہار اخذ میثاق النبین سے کیا گیا۔ اس وقت آدم علیہ السلام کی تخلیق نہیں ہوئی تھی۔ اس شرف کا اظہار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے **کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الرُّوحِ وَ الْجَسَدِ** سے فرمایا تاکہ امت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر و منزلت کا علم ہو جو انہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاصل ہے۔ اور نیز فرمایا **بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ کَافَۃً** "یعنی میری نبوت آدم علیہ السلام سے قیامت تک کے لوگوں کے لئے ہے۔ صرف میرے زمانہ سے قیامت تک کے لوگوں کے لئے نہیں۔ اس حقیقت کو حقیقت بشری نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ بشریت کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہوئی اور یہ حقیقت پہلے تخلیق ہو چکی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخبر صادق ہیں اس لئے **کُنْتُ نَبِیًّا آدَمُ بَیْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ** صدق اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ آپ کی حقیقت نوری مجرد عن البدن کی تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے تسلیم کی جائے اور ساتھ ہی نبوت و رسالت سے متصف ہونے کا اقرار کیا جائے۔ اس حقیقت کو بشری صورت اس وقت حاصل ہوا۔ جب یہ حقیقت آدم علیہ السلام میں منتقل ہوئی اور منتقل ہوتے ہوئے حضرت آمنہؓ کے بطن اطہر سے بصورت محمد مصطفیٰ صلی

اللہ علیہ و آلہ وسلم دنیا میں تشریف فرما ہوئی۔ آپ کی نبوت کے دو مرتبے ہیں پہلا مرتبہ پیدائش سے لے کر آدم علیہ السلام کی پشت تک اور وہاں سے پیدائش بطن آمنہ کے عرصہ تک اس مرتبہ میں نبوت اور رسالت سے متصف صرف حقیقت نورانیہ محمدیہ تھی جو نور الٰہی سے پیدا ہوئی۔ مرتبہ نمبر ۲ آمنہ سے پیدائش کے بعد تاقیامت اس مرتبہ میں نبوت اور رسالت سے متصف حقیقت نوری صورت بشری دونوں متصف تھیں پہلے مرتبہ میں آپ کو قوت تعلیم' قوت تزکیہ نفوس اور قوت تبلیغ حاصل تھی۔ اور مکمل طور پر ان افعال کی ادائیگی کی اہلیت تھی لیکن امت مدعوہ موجود نہ تھی۔ دوسرے مرتبہ میں امت مدعوہ بھی موجود تھی اور ان افعال کی ادائیگی کا عمل بھی پایہ تکمیل کو پہنچا۔

دوسری فصل

حقیقت محمدی ﷺ کا اسم مبارک' وقت پیدائش' مصروفیات وغیرہ ہیں۔

حدیث نمبر ا : سید المرسلین خاتم النبین محمد مصطفےٰ علیہ اَلتَّحِیَّۃُ وَالثَّنَاءُ نے ارشاد فرمایا اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ (زرقانی شریف جلد اول صفحہ ۳۷۔ تفسیر روح البیان جلد اول صفحہ ۵۴۵ تفسیر عرائس البیان جلد ا صفحہ ۲۲۸۔ تفسیر نیشاپوری جلد ۸ صفحہ ۵۵۔ مدارج النبوۃ فارسی جلد ۲ جواہر البحار بیان المیلاد النبوی صفحہ ۲۴ مطالع المسرات صفحہ ۲۷۔

حدیث نمبر ۲ : شرح قصیدہ لمالی صفحہ ۳۵ فتاویٰ رشیدیہ تفسیر حسنی صفحہ ۱۳۰ حدیث نمبر ۲ قال جابر قال قال رسول اللہ یا جابر ان اللہ خلق قبل کل الاشیاء نور نبیک من نورہ

ترجمہ : حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کی پیدائش سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا۔

مواہب اللدنیہ مصنف عبدالرزاق صفحہ ۹ ۔ زرقانی شریف جلد ۱ صفحہ ۴۶۔ سیرت الحلبیہ جلد اول صفحہ ۳۷ ۔ مطالع المسرات صفحہ ۲۱۰ ۔ حجتہ اللہ علی العالمین صفحہ ۶۸۔ نشرالطیب صفحہ ۶۰۵ از اشرف علی تھانوی دیوبندی۔ فتاویٰ حدیثیہ ابن حجر مکی صفحہ ۵۱۔

حدیث نمبر ۳ : عَنْ زَیْنِ الْعَابِدِیْنَ عَنْ حُسَیْنٍ عَنْ عَلِیٍّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُنْتُ نُوْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَبِّیْ قَبْلَ خَلْقِ آدَمَ بِاَرْبَعَۃَ عَشَرَ اَلْفِ عَامًا۔

ترجمہ : امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے باپ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے باپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ کے سامنے نور تھا۔
مواہب المدینہ جلد اول صفحہ ۱۰۔ رزقانی شریف جلد اول صفحہ ۴۹ ۔ جواہر

البحار صفحہ ۷۷۶۔ انوار محمدیہ صفحہ ۹ نشرالطیب صفحہ ۱۵۔

حدیث نمبر ۵ : تفسیر روح البیان جلد دوم صفحہ ۳۷۰ حجتہ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۲۶۔

پیدائش نور محمدی کی تفصیل

مدارج النبوت فارسی شیخ عبدالحق محدث دہلوی مقتدائے اہل السنتہ والجماعتہ ناشر علم حدیث ہندوستان

" بر آنکہ اول مخلوقات و واسطہ صدور کائنات و واسطہ خلق آدم نور محمد است صلی علیہ و آلہ و سلم چنانچہ در حدیث وارد شدہ اول ماخلق اللہ نوری۔ وسائر مکونات علوی و سفل ازان نور وازاں جوہر پیدا شدہ است از ارواح واشباح و عرش و کرسی، و لوح و قلم و بہشت و دوزخ و ملک و فلک وانس و جن و آسمان و زمین و بحار و جبال والاشجار وسائر مخلوقات۔ ودر کیفیت صدوراین کثرت ازاں وحدت و بروز و ظہور مخلوقات ازاں جوہر عبارات و تعبیرات غریب آوردہ اند، درحواشی مدارج النبوۃ از روضتہ الاحباب کہ کتاب معتبر مصنفہ محدث سید جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی"

اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی نے اپنے مدعا کے ثبوت میں اس کتاب سے کئی حوالے پیش کیے ہیں۔

(رسائل رضویہ حصہ دوم) "مدراج النبوۃ حاشیہ روضتہ الاحباب صفحہ ۲ جلد دوم در کیفیت خلق نور حقیقت محمدی روایات متعددہ و متنوعہ و اردشدہ است و حاصل مجموع انہا واللہ اعلم بالصواب باین معنی راجع میشود کہ حضرت خداوند تعالیٰ بچند ھزار سال پیشتراز آفرینش آسمان و زمین و زمان و عرش و کرسی و لوح و قلم و بہشت و دوزخ و ملک و انس و جن وسائر مخلوقات نور نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آفرید و در اقصائے عالم قدس ان نور را ترتیب کرد۔ گاہے بسجودش امر کرد وگاہے دیرا تسبیح مشغول میداشت و بجہت مستقران نور حجابہا خلق میفرمود و درہر حجابے مدت مدید نور را نگہداشت و تسبیح خاص حضرتِ حق تعالیٰ رایاد میفرمود و بعد از آنکہ ازاں حجب بیرون آمد از انفاس متبرکہ آں ارواح انبیاء و اولیاء و صدیقین والشہداء وسائر مومنین و ملائکہ بیافرید۔ وان راچند گونہ قسم گرداند وازان اقسام عرش و کرسی و لوح و قلم و بہشت و دوزخ و مواد و اصول و زمین و آسمان و زمین و آفتاب و کواکب و بحار و جبال دریاح موجود فرمود و بعدازاں زمین و آسمان را مسبط گرداند و ہر یکے از ہفتہا ہفت طبقہ کردہ و ہر طبقہ رابجہت مسکن جمع از مخلوقات مقرر کردد روز و شب راپدید آورد

ترجمہ : معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوقات سے پہلے نور محمد ﷺ پیدا فرمایا اور ان کے واسطہ سے آدم علیہ السلام اور باقی مخلوق کو پیدا کیا۔ یعنی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق نہ ہوتی تو نہ آدم ہوتے اور نہ باقی کائنات۔ آپ ہی کی وساطت سے ساری کائنات تخلیق ہوئی۔ صحیح حدیث یعنی **اول ماخلق اللہ نوری** میں آیا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا۔ پھر اس نور اور جوہر پاک سے علوی اور سفلی مخلوق پیدا ہوئی۔ یعنی روحیں' عرش و کرسی' لوح و قلم' بہشت و دوزخ' ملک و فلک' انسان اور جن و آسمان و زمین' سمندر و پہاڑ' درخت اور باقی مخلوق سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے پیدا ہوئے اور وحدت سے اس قدر کثرت اور اس جوہر پاک سے تمام مخلوق کا ظہور مختلف عبادات و عجیب و غریب تعبیرات سے بیان کیا گیا ہے۔

حاشیہ **مدراج النبوۃ** جلد دوم روضۃ الاحباب میں ہے کہ نور محمدی کی پیدائش اور پھر اس نور سے ساری کائنات کی پیدائش متعدد اور مختلف عبارات میں بیان کی گئی ہے۔ جن سب کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء سے جن کا اوپر ذکر ہوا ہزاروں سال ان کی پیدائش سے پہلے نور نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا اور عالم قدس کے اطراف میں اس نور کی تربیت فرمائی۔ کبھی اسے سجدہ کا حکم ہوا اور کبھی اسے **تسبیحات** میں مشغول رکھا اور نور کی قرارگاہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت سے حجاب پیدا کئے اور ہر حجاب میں سے بہت لمبا عرصہ رکھا اور اپنی خاص **تسبیحات** میں مشغول رکھا جب ان حجابات سے باہر تشریف لائے تو آپ کے انفاس مبارکہ

سے ارواح انبیاء ' اولیاء ' صدیقین ' شہدا اور باقی مومنین اور ملائکہ پیدا فرمائے اور ان انفاس کو چند قسم بنایا۔ انہی سے عرش و کرسی ' لوح و قلم ' بہشت و دوزخ اور مواد اور اصول اور آسمان و زمین ' مہتاب ' کوکب ' بحار ' جہان ' ریاح پیدا کئے بعدازاں آسمان و زمین کو بچھایا اور ہر ایک کے ساتھ طبقے بنائے اور ہر طبقہ کو مخلوق کے رہنے کے لئے مخصوص کیا اور دن اور رات پیدا کی۔

حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ :

(الشفاء حصہ اول صفحہ ۴۸) عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَانَتْ رُوْحُہٗ نُوْرًا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ اٰدَمَ بِاَلْفَیْ عَامٍ۔ یُسَبِّحُ ذَالِکَ النُّوْرُ وَتُسَبِّحُ الْمَلَائِکَۃُ بِتَسْبِیْحِہٖ

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح اللہ تعالٰی کے سامنے پیدائش آدم سے دو ہزار سال پہلے نور تھی۔

حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ

عَنْ زَیْنِ الْعَابِدِیْنَ عَنِ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ عَنْہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُنْتُ نُوْرٌ بَیْنَ یَدَیْ رَبِّیْ قَبْلَ اَنْ خَلَقَ اٰدَمَ بِاَرْبَعَۃِ عَشَرَ اَلْفَ عَامٍ۔

ترجمہ : حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے باپ حضرت حسین رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ اپنے باپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار سال پہلے تعالیٰ کے سامنے نور تھا۔

عبارات سابقہ سے معلوم ہوا کہ ملاء الاعلیٰ میں حقیقت محمدی کا نام نور تھا اب ہم حقیقت محمدی کو نور سے تعبیر کریں گے یعنی باطن میں نور ہیں اور ظاہر میں بشر ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے بقول عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بقول علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چودہ ہزار سال پہلے نور محمدی پیدا ہو چکا تھا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ نور کئی حجابات میں محجوب رہا اور عبادت الٰہی، تسبیحات و سجود میں مشغول رہا اور فرشتے بھی اس نور کے ہمراہ عبادت الٰہی میں مصروف رہے۔

کتاب الوفا باحوال المصطفیٰ :

کتاب الوفا باحوال المصطفیٰ مصنفہ امام ابوالفرج عبدالرحمٰن جوزی پیدائش ۵۱۰ء وفات ۵۹۷ء جو فن حدیث میں مرتبہ عالیہ رکھتے ہیں صفحہ ۳۴ حصہ اول

عَنْ كَعْبِ الْاَحْبَارِ رضی اللہ عنہ لَمَّا اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّخْلُقَ مُحَمَّدًا اَمَرَ جِبْرَئِيْلَ اَنْ يَاْتِيَ بِالْقَبْضَةِ مِنَ التُّرَابِ مِنْ مَوْضِعِ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَاهُ بِهَا فَعُجِنَتْ بِمَاءِ التَّسْنِيْمِ ثُمَّ غُمِسَتْ فِيْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ فَطِيْفَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَعَرَفَتِ الْمَلَائِكَةُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ تَعْرِفُ آلَادَمْ

ترجمہ : کعب الاحبار سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قبر کی جگہ سے ایک مٹھی سفید مٹی کی لائے۔ تو جبرئیلؑ لے آیا' اسے تسنیم کے پانی سے گوندھا گیا اور جنت کی نہروں میں اسے ڈبویا گیا اور آسمانوں اور زمین کے اطراف میں اسے پھیرا گیا اور ملائکہ کو بتایا گیا یہاں تک کہ فرشتوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو آدم علیہ السلام سے پہلے پہچانا۔ (حاشیہ مدارج النبوۃ جلد ۵۔ حاشیہ عبارت رونتہ الاحباب صفحہ ۲۰۔

نور محض کو صورت بشری دینے کے لئے خاک مدینہ سے مخلوط کیا گیا

پس اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام "را امر فرمود کہ قبضہ خاک پاک سفید از موضع قبر آنحضرت رسالتماب واربان نور مخلوط ساز جبرئیل موجب فرمودہ کار بند شد۔ آن نور رابان قبضہ خاک پاک بیامیخت وباب تسنیم تخمیر کرد و برخصال ودر .بفیاد ساخت وانزا در جوہیا جنت غوطہ داد و براسمان و زمین و دریاہا و کوہ ہاعرض کرد۔ فرشتکان ویرا پیش ازآنکہ آدم مخلوق شد .بشنا ختند"

ترجمہ : پس اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ

زمین پر جاؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی جگہ سے مٹی کی ایک پاک سفید مٹھی لاؤ۔ اور اس نور کو اس مٹی میں مخلوط کریں۔ جبرائیل علیہ السلام نے حکم کے مطابق عمل کیا اور نور اور مٹی کا ملایا اور چشمہ تسنیم جنت کے پانی میں گوندھا اور اسے سفید موتی کی طرح بنایا اور جنت کی نہروں میں ڈبویا۔ اور اس در یتیم کو آسمانوں اور زمین پر ظاہر کیا۔ اور ان سب چیزوں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روشناس کرایا۔ حتیٰ کہ تمام ملائیکہ نے اس نور کو آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے پہچان لیا۔

ان دو عبارتوں سے معلوم ہوا کہ نور محمدی یا حقیقت محمدیہ کو صورت بشری دینے کے لئے مٹی میں مخلوط کر کے تسنیم کے پانی سے گوندھا گیا اور نور کو خاکی صورت میں ڈھالا گیا۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت اور صورت دونوں آدم علیہ السلام سے پہلے تخلیق ہو چکی تھیں۔ جب حقیقت محمدی مع صورت بشری وجود میں بالفعل فی الخارج موجود ہو گئیں تو آسمانوں اور زمینوں میں آپ کا تعارف کرایا گیا اور ابھی آدم علیہ السلام پیدا نہیں ہوئے تھے۔ (مدارج النبوت صفحہ ۴ حاشیہ روضتہ الاحباب)

قلم نے سب سے پہلے لوح میں کیا لکھا؟

اول قلم بر لوح محفوظ نوشت این بود۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَااِلٰہَ اِلَّا اَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ مَنْ اَسْلَمَ لِقَضَائِیْ۔ وَصَبَرَ عَلٰی بَلَائِیْ۔ وَشَکَرَ عَلٰی نَعْمَائِیْ وَرَضِیَ بِحُکْمِیْ۔ کَتَبْتُہٗ مِنْ عِبَادِیْ وَمَنْ لَّمْ یَسْتَسْلِمْ لِقَضَائِیْ۔ وَلَمْ

يَصْبِرْ عَلٰى بَلَائِىْ وَلَمْ يَشْكُرْ عَلٰى نَعْمَائِىْ وَلَمْ يَرْضَ بِحُكْمِىْ فَلْيَخْرُجْ لِمَا سِوَائِىْ

ترجمہ : آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نورانی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے قلم کو حکم دیا کہ لوح محفوظ میں لکھے۔ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میرے رسول ہیں۔ جو میری قضاء کو تسلیم کرے گا اور میری مصیبت پر صبر کرے گا اور میری نعمت کا شکرگزار ہو گا اور میرے حکم پر راضی ہو گا میں اسے اپنے بندوں میں شمار کروں گا اور جو شخص میری قضاء کو تسلیم نہیں کرے گا اور میری مصیبت پر صبر نہیں کرے گا اور میری نعمت کا شکرگزار نہ ہو گا اور میرے حکم پر راضی نہیں ہو گا اسے اختیار ہے جس کا بن جائے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش قلم سے بھی پہلے ہے بعد میں قلم پیدا کیا گیا اور اس وقت لوح محفوظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نورانی حقیقت صفت نبوت سے بالفعل متصف ہو چکی تھی اور لوح محفوظ میں رسالت بھی ثبت ہو چکی تھی۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۵۰۴)۔

ساق عرش و اوراق اشجار بہشت میں قلم نے کیا لکھا؟

"چوں آفریدہ شد قلم حکم شان را کہ بنویسد بر ساق عرش وابواب بہشتہ و اوراق آں و انفاس آں و خیام ان لاالہ اللہ محمد رسول اللہ و بعدازاں نوشت انچہ کائن است تاروز

قیامت۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۵۰۴

در اخبار آمدہ کہ جون مخلوق شد نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بیرون آمد از وے انوار انبیاء علیہم السلام امر کرد اورا پرودگار کہ نظر کند بجانب انوار ایشان۔ پس جون نظر کرد آنحضرت بجانب ایشان پوشیدہ انوار ایشاں۔ گفتند ای پروردگار ما ایں کیست ؟ کہ پوشید انوار ما از نور او۔ اللہ تعالیٰ گفت ایں نور محمد بن عبداللہ است۔ اگر ایمان آورید بوۓ میگرانم شمار انبیاء گفتند ایمان آوردیم یارب بوۓ و نبوت وے پس گفت حق تعالیٰ گواہ شدم برشما ایں است معنی حق سبحانہ واذاخذاللہ میثاق النبیین۔

انوار انبیاء کی پیدائش نور محمدیؐ سے :

جب اللہ نے نور محمدی پیدا کیا تو آپ کے نور سے تمام کے انوار باہر آگئے اور اللہ تعالیٰ نے نور محمدی کو حکم دیا کہ انوار انبیاء کی طرف دیکھیں۔ جب آپ نے دیکھا تو انبیاء کی سب نور چھپ گئے۔ تو انوار انبیاء نے پوچھا اے پروردگار یہ کون ہے جس کے نور سے ہمارے نور چھپ گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ نور محمد بن عبداللہ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تم اس کے ساتھ ایمان لائے اور اس کی نبوت کے ساتھ بھی ایمان لائے۔ تو میں تمہیں نبی بنادوں۔ تو سب انبیاء نے کہا ہم اس کے ساتھ ایمان لائے اور اس کی نبوت کے ساتھ بھی ایمان لائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تم پر گواہ ہوا۔ یہی

معنی ہے اس آیت کا **واذ اخذ اللہ میثاق النبیین** اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تمام انوار انبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے پیدا ہوئے ان انوار سے ارواح انبیاء مراد ہیں۔

فائدہ عظیم :

کیفیت نور محمدی کے متعلق عبارات سے واضح ہو گیا کہ نوری محمدی سے ساری کائنات پیدا ہوئی۔ آسمان و زمین' عرش و کرسی' قلم' جنت و دوزخ' ملائکہ ساری کائنات آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے پیدا ہوئی۔ جس طرح ان اشیاء کا وجود آدم علیہ السلام سے پہلے خارج میں موجود بالفعل تھا۔ جس طرح آسمان و زمین' عرش و کرسی' جنت و دوزخ اب موجود ہیں اسی طرح یہ سب اشیاء آدم علیہ السلام سے پہلے موجود تھیں۔ اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور بھی پہلے موجود تھا جس طرح یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس وقت زمین و آسمان' جنت و دوزخ اور ملائکہ کا وجود فرضی تھا۔ اور کچھ وجود نہیں تھا اسی طرح یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور فرضی تھا۔ خارج میں موجود نہ تھا بلکہ جس طرح لوح و قلم و عرش و کرسی موجود تھے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت نورانیہ بھی موجود تھی اور صفت نبوت کے ساتھ متصف تھی۔ اگر فرضی وجود کہا جائے یا آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مستقبل کے لحاظ سے نبی کہا گیا ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول **کنت نبیًا و آدم بین الروح و الجسد** غلط ہو گا نعوذباللہ من ذالک کیونکہ مستقبل کے لحاظ سے تو ہر چیز کو

موجود کہا جاسکتا ہے۔ پھر آپ کی اس تحدیث نعمت کا مطلب ہی کیا؟ اور باقی انبیاء پر کیا فضیلت؟

اب یہ بات واضح ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حقیقت نوری پیدائش آدم سے پہلے مخلوق اور موجود تھی اور آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت اس حقیقت کا انتقال ہوا۔ آدم علیہ السلام کی پیشانی میں یہ نور منتقل ہوا اور سلسلہ انتقال شروع ہوا اور اصلاب طاہرہ میں انتقال جاری رہا حتیٰ کہ آپ بطن آمنہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے اور بصورت بشری میں وجود پذیر ہوئے۔ انتقال کا لغوی معنی کسی حقیقت کا ایک مکان چھوڑ کر دوسرے مکان میں جانا اور ایک زمانہ سے نکل کر دوسرے زمانہ میں داخل ہونا ہے۔ تو انتقال کا لفظ صاف ظاہر کر رہا ہے کہ آپ کی نورانی حقیقت آدم علیہ السلام سے پہلے موجود تھی پھر منتقل ہو کر جسد آدم میں وجود پذیر ہوئی اور اصلاب طاہرہ میں منتقل ہوتے ہوئے دنیا میں تشریف فرما ہوئی۔

الوفاء نور محمدی کا ملاء الاعلی سے صلب آدم کی طرف انتقال

پہلی حدیث

دیکھیں الوفاء ابن جوزی جلد اول صفحہ ۳۴

ثُمَّ كَانَ نُورُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرٰى فِي غُرَّةِ جَبْهَةِ آدَمَ وَقِيلَ لَهُ يَا آدَمُ هٰذَا سَيِّدُ وُلْدِكَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ فَلَمَّا حَمَلَتْ حَوَّا بِحِيثٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ انْتَقَلَ مِنْ آدَمَ إِلٰى حَوَّا وَكَانَتْ تَلِدُ فِي كُلِّ بَطْنٍ وَلَدَيْنِ

اِلاَّشِیْث فَاِنَّھَا وَلَدَتْہُ وَحْدَہٗ کَرَامَۃً لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَمْ یَزَلْ یَنْتَقِلُ مِنْ طَاھِرٍ اِلٰی طَاھِرٍ اِلٰی اَنْ وَلَدَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ

ترجمہ : پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نور مخلوط ۔عنصر خاکی جس کی تخمیر آب تسنیم سے کی گئی تھی اور جنت کے انہار میں ڈبوئی گئی تھی آدم علیہ السلام کے جسد میں منتقل ہوا اور ان کی پیشانی سے دکھائی دینے لگا اور آدم علیہ السلام کو کہا گیا کہ یہ تیرے ابناء انبیاء کے سردار ہیں۔ پھر جب حوا شیث علیہ السلام سے حاملہ ہوئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نور آدم علیہ السلام سے منتقل ہو کر حواء کے وجود میں آگیا اور حوا پہلے ایک بطن سے دو بچے جنتی تھے اس دفعہ شیث علیہ السلام کو جنا یہ آنحضرت کی کرامت تھی۔ پھر آپ کا نور اصلاب طاہرہ سے منتقل ہوتے ہوئے دنیا میں تشریف فرما ہوا۔

انتقال کی دوسری حدیث (الوفاء صفحہ ۳۵)

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَیْنَ کُنْتَ وَ آدَمُ فِی الْجَنَّۃِ وَ کُنْتُ فِیْ صُلْبِہٖ وَاُھْبِطَ اِلَی الْاَرْضِ وَ اَنَا فِیْ صُلْبِہٖ وَ رَکِبْتُ السَّفِیْنَۃَ فِیْ صُلْبِ اَبِیْ نُوْحٍ وَ تَزَقَّتُ فِی النَّارِ وَ کُنْتُ فِیْ صُلْبِ اَبِیْ اِبْرَاھِیْمَ لَمْ یَلْتَقِ لِیْ اَبَوَانِ قَطُّ عَلٰی سِفَاحٍ لَمْ یَزَلْ یَنْقُلُنِیْ مِنَ الْاَصْلَابِ الطَّاھِرَۃِ اِلَی الْاَرْحَامِ الطَّاھِرَۃِ النَّقِیَّۃِ مُھَذَّبًا لَا تَتَشَعَّبُ

شَعْبَانِ اِلَّا كُنْتُ فِیْ خَیْرِ مِمَّا اَخَذَ اللّٰهُ لِیْ بِالنُّبُوَّةِ الْمِیْثَاقِ وَ فِی التَّوْرٰاةِ بُشْرٰی وَ فِی الْاِنْجِیْلِ شُهْرُ اِسْمِیْ تَشْرِقُ الْاَرْضُ لِوَجْهِیْ وَالسَّمَاءُ لِرُؤْیَتِیْ۔ ...

ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پوچھا۔ جب آدم علیہ السلام جنت میں تھے۔ آپ اس وقت کہاں تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں جنت میں اور آدم کی پشت میں تھا اور جب زمین پر اتارے گئے تو اس وقت بھی ان کی پشت میں تھا اور سفینہ نوحؑ میں سوار ہوا۔ جبکہ میں ان کی پشت میں تھا اور آگ میں ڈالا گیا اور میں حضرت ابراہیمؑ کی پشت میں تھا۔ میرے والدین سے کوئی بھی بدکاری (زناء) کا مرتکب نہیں ہوا اور پاک پشتوں سے پاک و صاف رحموں کی طرف منتقل ہوتا چلا آیا۔ پھر جب ایک باپ کے دو بیٹے ہوتے اور وہ دو قبیلوں میں بٹتے ہیں تو ان میں سے اشرف قبیلہ میں منتقل ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے انبیاء سے عہد لیا تورات میں میرے آنے کی بشارت دی گئی اور انجیل میں میرے نام کی شہرت کی گئی۔ زمین میرے چہرے سے روشن ہے اور آسمان میری رویت سے چمکتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حبر امت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں اور ان کی نور کی پیدائش حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے ہے اور یہ نور ملاء الاعلی سے منتقل ہو کر پشت آدم میں آیا۔ جنت سے نکل کر زمین پر منتقل ہوا اور کشتی نوحؑ میں سوار ہوا اور نار خلیل میں ڈالا گیا۔ اور اصلاب طاہرہ اور

ارحام نقیہ میں منتقل ہوتے ہوئے بطن آمنہ رضی اللہ عنہا سے تولد ہو کر دنیا میں تشریف فرما ہوں۔

یہی عقیدہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ عم پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجئے کہ کچھ آپ کی مدح کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سلامت رکھے **لایفضض فاک** یعنی آپ کے منہ پر مہر سکوت ثبت نہ کرے یعنی سلامت رکھے۔

حضرت عباس کا عقیدہ حدیث ۳ :

الوفاء صفحہ ۳۵ **قَالَ الْعَبَّاسُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اَمْتَدِحَکَ فَقَالَ لَہٗ قُلْ لَایَفْضُضُ فَاکَ فَاَنْشَاءَ یَقُوْلُ**

ترجمہ : حضرت عباس رضی اللہ عنہ عم پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنحضور کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کی مدح کرنا چاہتا ہوں' آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعائیہ کلمہ ارشاد فرماتے ہوئے اجازت دی (فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے منہ پر مہر سکوت نہ لگائے یعنی تمہارے منہ کو سلامت رکھے) کہو جو کچھ کہنا چاہتے ہو۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ مدحیہ اشعار پڑھنے لگے۔

شعر نمبرا :

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِی الظِّلَالِ وَفِی ۔ مُسْتَوْدَعٍ حَیْثُ یُخْصَفُ الْوَرَقُ

ترجمہ : زمین پر اترنے سے پہلے آپ سایوں میں خوشحال تھے اور ایک قرارگاہ میں تھے جس کے درخت گھنے پتوں والے تھے۔

" خصف " کا لغوی معنی پتوں کا اوپر تلے ملا ہوا ہونا گھنا ہونا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ اکل ثمرہ ممنوعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب آپ نے ثمرہ ممنوعہ کھا لیا تو آپ کا لباس جنت میں اتر گیا تو آپ نے بدن ڈھانپنے کے لئے اوپر تلے پتوں کو رکھ کر بدن ڈھانپا۔ دراصل معنی پتوں کا گھنا ہونا ہے۔

شعر نمبر۲ :

ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ أَنْتَ ۔ وَلَا مُضْغَةٌ وَلَا عَلَقُ

ترجمہ : جب آپ زمین پر اترے نہ اس وقت آپ بشر تھے اور نہ گوشت کا ٹکڑا اور نہ خون منجمد تھے۔ یعنی جنت میں اور زمین پر اترتے وقت نہ آپ بشر تھے اور نہ گوشت تھے اور نہ خون منجمد۔ کیونکہ یہ حالتیں جنین کی ہوتی ہیں اور آپ جنین نہیں تھے۔ بلکہ حقیقت نورانی تھے۔ جو پشت آدم میں ودیعت تھی۔

شعر نمبر۳ :

بَلْ نُطْفَةٌ تَرْكَبُ السَّفِينَ وَقَدْ ۔ أَلْجَمَ نَسْرًا وَأَهْلَهُ الْغَرَقُ

ترجمہ : بلکہ ایک مادہ انسانی تھا جو کشتی نوح میں سوار تھا۔ جبکہ بت نسر

اور اس کے پجاریوں کو طوفان نوح نے غرق کر دیا تھا۔

شعر نمبر ۴ :

وَرَدْتَ نَارَ الْخَلِيْلِ مُكْتَتِمًا ۔ تَجُوْلُ فِيْهَا وَلَسْتَ تَحْتَرِقُ

ترجمہ : آپ نار خلیل میں وارد ہوئے' اس میں آپ گھومتے تھے اور آپ جلتے نہیں تھے۔

شعر نمبر ۵ :

تُنْقَلُ مِنْ صُلْبٍ اِلٰى رَحِمٍ ۔ اِذَا مَضٰى عَالِمٌ بَدَا طَبَقُ

ترجمہ : آپ پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتے چلے آئے۔ جب ایک جہان گزرتا یعنی ایک پشت میں رہنے کا زمانہ ختم ہوتا تو دوسرا طبقہ شروع ہو جاتا یعنی دوسری پشت میں انتقال شروع ہو جاتا۔

شعر نمبر ۶ :

حَتّٰى احْتَوٰى بَيْتُكَ الْمُهَيْمِنُ ۔ مِنْ خِنْدِفٍ عَلْيَاءَ تَحْتَهَا النُّطُقُ

ترجمہ : حل لغات (حتوا۔ گھیرنا۔ المھمن۔ محافظ و محفوظ۔ خندق۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد درکہ بن الیاس کی والدہ کا لقب ہے۔ علیا۔ بلند قدر و مرتبہ خاندان۔ **النطق**۔ جمع **نطاق**۔ کمربند مراد اوسط الاشیاء۔ درمیانہ درجہ رکھنے والا خاندان۔ اخلاق نحوی' احتوی فعل ماضی' بیتک' فاعل احتویٰ' المھیمن' صفت بیت' من خندف' من بیانیہ' **بیتک المھیمن**' کا بیان ہے۔ یعنی بیت میمن سے مراد خاندان خندف اولاد خندف

ہے۔ جو قریش کا بلند گھرانہ ہے' علیاء 'ترکیب نحوی میں' احتوئ کا مفعول بہ ہے' تحتھا النطق' جملہ حال ہے۔ علیاء کا اور پورے شعر کا ترجمہ۔ حتیٰ کہ آپ نے آپ کے گھرانہ محفوظ بنوہاشم نے ایک بلند خاندان کو احاطہ کر لیا۔ جس کے علاوہ باقی خاندان درجہ کے لحاظ سے نیچے ہیں۔ جیسے پہاڑ کی چوٹی کو پہاڑ کے اوساط سے نسبت ہے۔ یعنی آپ کا خاندان نبوت بنوہاشم جس میں آپ منتقل ہوئے تمام خاندان قریش سے بلند درجہ رکھتا ہے۔ اس گھرانے نے آپ کو اپنے اندر لے لیا۔

شعر نمبر ۷ :

وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ - وَضَائَتْ بِنُوْرِکَ الْاُفُقُ

ترجمہ : اور جب آپ دنیا میں وارد ہوئے تو زمین روشن ہوئی اور آپ کے نور سے آسمانوں کی بلندیاں منور ہو گئیں۔

شعر نمبر ۸ :

فَنَحْنُ فِیْ ذَالِکَ الضِّیَاءُ وَفِی النُّوْرِ - وَسُبُلُ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

ترجمہ : پس ہم اس روایت اور نور ہدایت کے راہوں میں زمین کو چیرتے پھاڑتے ہیں یعنی زمین کو قطع کر رہے ہیں۔

ان اشعار پر مولانا اشرف علی تھانوی کا حاشیہ ملاحظہ ہو۔ (نشر الطیب صفحہ ۱۸ حاشیہ نمبر۲)

ظاہر ہے کہ جنت کے سایوں میں ہونا اور نار خلیل میں ہونا' یہ سب قبل ولادت جسمانیہ ہے۔ پس حالات روح مبارک یعنی حقیقت نورانی کے

ہوئے جو عبارت ہے نور سے اور ظاہراً" ان مراتب میں آپ کا وجود بالقوہ مرا
نہیں۔ جو مرتبہ وجود مادہ (یعنی نطفہ انسانی) کا ہے کیونکہ یہ وجود تو تمام اولا
آدمؑ و نوحؑ و ابراہیم علیہم السلام میں مشترک ہے۔ پھر آپ کی تخصیص کی
ہوئی اور مقام مدح مقتضی ہے۔ ایک گونہ اختصاص کا۔ پس قرینہ غالبہ ہے کہ
مرتبہ وجود کا اوروں کے وجود سے کچھ ممتاز تھا۔ مثلاً یہ کہ اس جزء مادی کے
ساتھ علاوہ تعلق روح آباء کے خود آپ کی روح کو بھی کوئی تعلق تھا۔ یہ
قرینہ عقلی ہوا اور نقلی قرینہ خود ان اشعار میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا
سوزش سے محفوظ رہنا سبب بنایا گیا ہے۔ آپؐ کے ورود فرمانے سے۔ سو اگر
اس جزء مادی کے ساتھ آپ کی روح کا کوئی تعلق ہو تو پھر اس جزء کے وارد
فی النار ہونے کا کیا معنی ؟ کیونکہ ورود کے لغوی معنے مقتضی ہیں۔ وارد کے
خارج ہونے کو اور جزء کو داخل کہا جاتا ہے وارد نہیں کہا جاتا۔ پس یہ امر
خارجی آپ کی روح مبارک ہے جس کا تعلق اس جزء مادی سے ہے کہ مجموعہ
جزء مادی اور روح کا بوجہ ترکیب مِنَ الدَّاخِلِ وَالْخَارِجِ خارج ہو گا پس اس
تقریر پر ان اشعار سے یہ تطورات آپ کے نور مبارک (یعنی حقیقت نورانی)
کے لئے ثابت ہو گئے اور یہی مدعا ہے اور چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے ان اشعار پر سکوت فرمایا اس لئے اس حدیث تقریری سے
مضامین کا صحیح اور حجت ہونا ثابت ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری حدیث اور اشعار
حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ دونوں حدیثیں ہیں۔ پہلی حدیث قولی ہے جس
سے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ ظاہر ہوتا ہے اور یہ اشعار حدیث

تقریری ہیں کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان اشعار کے مضمون کو سن کر سکوت فرمایا ہے۔ تو ان دو احادیث سے واضح ہو گیا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ باپ اور بیٹے جو کبار صحابہ سے ہیں ان کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ آپ کی حقیقت نوری آدم علیہ السلام سے پہلے تخلیق ہوئی اور آدم علیہ السلام سے پہلے موجود فی الخارج تھی۔ پھر حقیقت نوری جسد آدمؑ میں منتقل ہوئی اور جنت اور طوفان نوحؑ اور نار خلیلؑ کو طے کرتی ہوئی دنیا میں تشریف فرما ہوئی۔

اور مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی اسی مضمون کی تشریح اور تصدیق کی ہے۔

تیسری فصل

وضاحت نور محمدی ﷺ

جو کچھ یہاں تک مذکور ہوا وہ سب تمہید کا حکم رکھتا ہے اور اب مقصود کا ذکر ہوتا ہے۔ سابقہ ذکر سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تخلیق میں تمام مخلوقات سے مقدم ہیں۔ ساری کائنات آپ کے نور سے پیدا ہوئی۔ عرش و کرسی، لوح و قلم، جنت و دوزخ، سب آپ کے نور سے پیدا ہوئے۔ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ہزاروں سال پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق ہوئی۔ جس طرح لوح و قلم، عرش و کرسی آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ہیں اور موجود فی الخارج اور موجد بالفعل

ہیں۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی پہلے ہیں کیونکہ ان اشیاء کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وجود سے ہوا۔ اس عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حجابات میں ذکر الٰہی' **تسبیحات** و سجود میں مصروف رہے اور وصف نبوت سے بھی بالفعل متصف ہوئے۔ پھر یہ نور حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں رکھا گیا۔ حتیٰ کہ انتقال کا سلسلہ شروع ہوا اور حضرت آمنہؓ کے بطن مبارک سے دنیا میں ورود مسعود ہوا۔ کم فہم اور عقل کے اندھے لوگ جو یہ خدشہ ظاہر کرتے ہیں کہ آپ بطن آمنہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے اور صلب عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نزول ہوا تو نور کیسے بنے۔ ماں باپ بشر خاکی اور بیٹا نور کیسے بن گیا اور یہ خدشہ کہ باپ ابھی پیدا ہی نہیں ہوا اور بیٹا ہزاروں سال پہلے کیسے موجود ہوا۔ اور آپ خاتم النبین ہیں اور سب سے آخری نبی ہیں اور سب انبیاء سے بعد میں پیدا ہوئے۔ تو سب سے پہلے کیسے بنے۔ یہ ہیں خدشات۔ اب ان سب کا ازالہ ہو گیا کہ سابقہ تفصیلات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حقیقت نوری جو دلائل عقلیہ اور **نقلیہ** سے ہم ثابت کر چکے ہیں۔ تخلیق میں سب کائنات سے پہلے اور صورت بشری جو بعد از تولد حاصل ہوئی۔ ان سب سے پیچھے ہے۔ حقیقت نوری کے لحاظ سے آپ لوح و قلم' عرش و کرسی سے بھی مقدم ہیں اور صورت بشری کے لحاظ سے آپ تمام انبیاء سے بعد میں ہیں۔ اس لئے آپ نے اعلان فرمایا **کنت نبیًا و آدم بین الروح والجسد** یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حقیقت نوری کے لحاظ سے آدم علیہ السلام سے

ہزاروں سال پہلے موجود فی الخارج تھے۔ اور صفت نبوت سے بالفعل متصف تھے۔ اگرچہ صورت بشری کے لحاظ سے آدم علیہ السلام بلکہ تمام انبیاء بلکہ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی بعد میں تھے۔ آپ حقیقت کے لحاظ سے نوری ہیں۔ اور صورت کے لحاظ سے بشر ہیں۔ بواسطہ حقیقت نوری مقدم ہے اور بواسطہ صورت بشری موخر ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔ اور صورت بشری کے لحاظ سے ماں باپ سے موخر ہیں۔ اور صورت بشری کے لحاظ سے بشر ہیں۔ حقیقت کے لحاظ سے نور ہیں اور صورت کے لحاظ سے بشر ہیں۔ جو لوگ آپ کے نور ہونے کا انکار کرتے ہیں یا تو اس حقیقت سے اور تفصیل سے جاہل ہیں یا احادیث اور اقوال سلف کا انکار کرتے ہیں۔ ان تقابل کو سچا سمجھنے کے بعد آپ کی نورانیت کا انکار رات اور دن کا انکار ہے۔ ہم پہلے سمجھا چکے ہیں اور مثالیں دے چکے ہیں کہ شئے صورت اور حقیقت کے لحاظ سے مختلف ہو سکتی ہے۔ اور واضح طور سمجھا چکے ہیں کہ تمام انبیاء کی صورت میں اور حقیقت میں فرق ہے۔ تمام انبیاء حقیقت کے لحاظ سے نوری اور ملکی ہیں۔ اور صورت کے لحاظ سے بشر ہیں۔ اس مسئلہ کو ہم قاضی عیاض علیہ الرحمتہ کی کلام سے بھی سمجھا چکے ہیں۔ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت اور باقی انبیاء کی حقیقت میں فرق ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو بھی اپنی آنکھوں اور اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ باقی انبیاء نے نہ جبرئیل علیہ السلام کو اصل صورت میں دیکھا اور نہ اپنے رب کو دنیا میں اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

عقیدہ اہلسنّت والجماعت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقت میں نور ہیں اور ظاہر میں بشر ہیں۔

حضور اقدس کے متعلق دو اعلان : آپ کی حقیقت نوری ہے اور صورت بشری ہے۔ ظاہری بشریت کے لحاظ سے اعلان ہوتا ہے **قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** اور حقیقت کے لحاظ سے اعلان ہوتا ہے **قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ** حضور اقدس کے متعلق اعلان اول **قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** کو سمجھنے کے لئے مزید وضاحت ملاحظہ ہو۔

موجودات ظاہر اور باطن کی کئی قسمیں ہیں۔ نوری' غیرنوری' غیرنوری کی دو قسمیں ہیں۔ سماوی' غیرسماوی۔ سماوی موجودات افلاک سبعہ یعنی سات آسمان اور عرش و کرسی' آٹھویں آسمان کو کرسی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور نویں آسمان کو عرش سے موسوم کیا جاتا ہے۔ غیرنوری اور غیر سماوی جن اور انسان ہیں۔ نوری مخلوق دو قسم کی ہیں نور محض جیسے ملائکہ اور ذات باری تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ پر نور کا اطلاق قرآن مجید میں آیا ہے۔ جیسے **اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** (پارہ ۱۸) لیکن یہ اطلاق مجازی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حقیقت کو مخلوق معلوم نہیں کر سکتی۔ وہاں عقل و وہم و علم کی رسائی نہیں۔ ہم صرف اس ذات غیب پر ایمان رکھتے ہیں جس کی کنہ کا اور ادراک بشری قواء کے فہم سے باہر ہے۔ **كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ** دوسری قسم نور جس میں دو اعتبار ہیں۔ ایک اعتبار سے نور ہیں اور دوسرے اعتبار سے بشر ہیں۔ وہ

جماعت انبیاء علیہم السلام ہیں جن کا ظاہر بشر ہے اور ان کا باطن نوری ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ وہ تمام انسان بشر محض ہیں۔ جیسے ملائکہ نور محض ہیں۔ بشر محض نور محض سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا' کیونکہ بشر محض نور محض کو نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ اس کا کلام سن سکتا ہے اور نہ اس کے ساتھ اس کا اختلاط ہو سکتا ہے کیونکہ بشر محض میں یہ طاقت ہی نہیں کہ نور محض کو دیکھ سکے یا اس کی کلام سن سکے۔ لہٰذا بشر محض نور محض سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ یہ بحث بحوالہ الشفاء قاضی عیاض مفصلا" ہم بیان کر چکے ہیں۔ اسی طرح جن کی حقیقت بھی نار محض ہے۔ وہ بھی نور محض سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

مخلوق غیرنوری اور غیرسماوی جو جن اور انسان ہیں۔ان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ انبیاء اللہ تعالیٰ سے تعلیمات حاصل کر کے جنوں اور انسانوں تک پہنچانے کا واسطہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات محض نور ہے جن اور انسان محض مادی ہیں اور غیرنوری ہیں۔ رسول اور نبی کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں۔ ملاء الاعلی یعنی اللہ تعالیٰ اور فرشتوں سے کچھ حاصل کرنے کی حیثیت سے ان کا باطن نوری بنایا گیا ہے تاکہ ان کے ساتھ اس کا کچھ اتحاد ہو تاکہ انہیں دیکھ سکے اور ان سے سن سکے۔ دوسری حیثیت جنوں اور انسانوں کے لحاظ سے ہے یعنی امت کے لحاظ سے۔ اس حیثیت سے نبی اور رسول کا ان کے ساتھ کچھ اتحاد ہونا چاہیے تاکہ وہ اس کو دیکھ سکیں اور اس سے کچھ سن سکیں۔ اس لئے نبی اور رسول کا ظاہر بشری بنایا گیا ہے۔ اگر نبی اور رسول کا ظاہر اور باطن ایک جیسا ہو تو نہ ملاء الاعلی سے کچھ حاصل

کر سکتا ہے اور نہ ملاء الاسفل کو کچھ فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ اس بحث کو ہم فصل اول میں جو کہ "المقصد" کی پہلی فصل ہے۔ ترجمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باقی سب انبیاء میں ذکر کر چکے ہیں۔ اسے غور سے پڑھیں۔ اب ماننا پڑے گا کہ رسول کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں۔ باطن کے لحاظ سے یعنی حقیقت کے لحاظ سے وہ نور ہوتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ سے اور فرشتہ جبرئیلؑ سے استفادہ کر سکے اور ظاہر کے لحاظ سے یعنی صورت کے لحاظ سے بشر ہوتا ہے تاکہ امت مدعوۃ کو فائدہ پہنچا سکے۔ اب یہ اعلان جو نمبر ا ہے وہ صورت کے لحاظ سے ہے یعنی میں صورت کے لحاظ سے تم جیسا بشر ہوں ورنہ حقیقت کے لحاظ سے ہم جیسے بشر نہیں ہیں۔

ایک خدشہ اور اس کا جواب

اس کے بعد خدشہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں بارہ دفعہ **بشر مثلکم** اور **بشر مثلنا** کا ذکر ہے' تو تم کس طرح یہ دعویٰ کر رہے ہو کہ انبیاء ہم جیسے بشر نہیں یہ تو نص قطعی کے بالکل خلاف ہے لہٰذا اس کی بھی وضاحت سنئے تاکہ یہ خدشہ شیطانی بھی دور ہو۔ **بشرمثلکم** اور **بشر مثلنا** جو قرآن مجید میں ذکر ہے اس کی تشریح سنئے۔

بشریت کی پہلی آیت

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ

○ (پارہ ۱۲ ا رکوع ۳)

ترجمہ : ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا تو انہوں نے رسالت کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ اے نوح ہم تجھے اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہماری قوم کے چند رذیل آدمی تمہارے پیچھے لگ ہیں۔ جن کی رذالت واضح ہے ڈھکی چھپی نہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ تمہیں ہم پر کوئی فضیلت نہیں بلکہ ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔

تشریح : اللہ تعالیٰ نے قوم نوحؑ کی طرف سے تین باتیں نقل کی ہیں۔ نمبرا آپ ہم جیسے بشر ہیں۔ نمبر۲ آپ کے امتی تابعدار ہم میں سے رذیل آدمی ہیں۔ ان کی اتباع کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ نمبر۳ تمہیں ہم پر کوئی فوقیت نہیں بلکہ ہم تمہیں کافر سمجھتے ہیں۔ اب آپ ان کی باتوں کا تجزیہ کریں۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا اور ان کے تابعداروں کو کفار پر کوئی فوقیت و فضیلت نہیں۔ کیا وہ اس دعویٰ میں سچے ہیں اور ان کا یہ دعویٰ کسی مومن کے لئے دلیل بن سکتا ہے کہ انبیاء کو کفار پر کوئی فوقیت نہیں۔ ہرگز نہیں یہ ان کا جھوٹا قول ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بطور انکار نقل کیا ہے کہ انہیں ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔ لیکن یہ لوگ چونکہ ظاہر بین تھے اس لئے بات کہہ دی ورنہ حقیقت میں انبیاء اور ان کی امتوں کو کفار پر ہر طرح سے فوقیت حاصل ہے۔ دوسری بات کہ ان کے امتی ہم سے ذلیل و رذیل ہیں۔ یہ دعویٰ بھی ان کا غلط ہے۔ کفار مویشیوں کی طرح ہیں۔ بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں اور مومن اللہ تعالیٰ کے ہاں باعزت ہے۔ یہ دعویٰ بھی ظاہر پر مبنی ہے جو سراسر باطل ہے۔ تیسری بات کہ تم ہم جیسے بشر ہو۔ دراصل یہ

بات بھی پہلی' دوسری اور تیسری بات کی طرح غلط ہے لیکن یہ لوگ چونکہ دیکھتے تھے کہ نوح علیہ السلام ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں' سوتے ہیں' بیوی بچے رکھتے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے یہ کہہ دیا تم ہماری طرح بشر ہو۔ اس لحاظ سے وہ سچے تھے۔ نوح علیہ السلام ظاہری صورت میں ان جیسے بشر تھے لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ نبی بشر نہیں ہو سکتا۔ نبی نوری اور ملکی ہوتا ہے۔ دراصل انہیں مغالطہ یہ ہوا کہ انہوں نے نبی اور رسول کو حقیقت اور صورت میں دونوں لحاظ سے نوری سمجھ رکھا تھا۔ انہیں یہ سمجھ نہ آیا کہ نبی صورت کے لحاظ سے بشر ہے۔ انہوں نے نبی کو صورت کے لحاظ سے بھی نوری سمجھ رکھا تھا۔ لہٰذا کہہ بیٹھے کہ تم ہم جیسے صورت میں بشر ہو۔ حالانکہ نبی کا صورت میں بشر ہونا ضروری ہے۔ کفار کے اس قول سے بشریت پر حجت پکڑنا اسی طرح غلط ہے جیسے نبی اور امت کی فوقیت اور فضیلت کا انکار اور امیوں کی رذالت پر ان کے قول کو حجت بنانا غلط ہے۔

بشریت کی دوسری آیت ۲

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ○ مَايَاتِيْهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ○ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تبصرون ○ (پارہ ۱۷ رکوع ۱)

ترجمہ : لوگوں کے حساب اعمال کا وقت قریب ہے اور لوگ غفلت میں

ہیں۔ حساب سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ انہیں اپنے رب کی طرف سے کوئی نئی یاددھانی نہیں آتی۔ مگر وہ کھیلتے غفلت برتتے ہوئے سنتے ہیں اور ظالم آپس میں بیٹھ کر سرگوشی کرتے ہیں۔ فیصلہ دیتے ہیں کہ یہ رسول (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم جیسا انسان ہے۔ جادوگر ہے۔ کیا اس جادوگر کے پاس آتے ہوئے تم اتنی سمجھ بھی نہیں رکھتے۔

تشریح : (نمبر۱) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے مکہ والوں کی طرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا تاکہ اعمال کی جواب دہی کے لئے تیار ہوں مگر وہ غفلت میں پڑے اس سے روگرانی کر رہے ہیں۔

(نمبر۲) ان کا وطیرہ ہے کہ جب بھی کوئی نئی یاددھانی کی جاتی ہے ان کے غافل دل کھیل میں مصروف غفلت میں سن کر دل سے نکال دیتے ہیں۔

(نمبر۳) سرگوشی کر کے فیصلہ دیتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم جیسا بشر ہے۔

(نمبر۴) یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے سامنے جادو لایا ہے۔ تم اس کا جادو سننے کے لئے اس کے پاس چلے جاتے ہو۔ تمہیں اتنی بھی عقل نہیں کہ تم سمجھ سکو۔

ان چاروں باتوں کو اللہ تعالیٰ نے کفار کی زبان سے نقل کیا ہے۔ پہلی بات کہ کافر حساب اعمال سے غفلت میں پڑ کر روگردانی کر رہے ہیں۔ کیا یہ رویہ ان کا صحیح ہے۔ سراسر غلط ہے۔ حساب اعمال کی طرف توجہ چاہیے تاکہ تزکیہ اعمال ہو۔ اعمال صالح اپنائے جائیں اور برے اعمال سے اجتناب ہو۔

تاکہ نجات ابدی حاصل ہو۔

دوسری بات ان کا وطیرہ ہے کہ یاددھانی کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں' یہ غلط ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے بلکہ نصیحت پر عمل کرنا چاہیے۔ نصیحت کو بھلانا بدبختی ہے۔

تیسری بات کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جادو پیش کرتے ہیں اس کے پاس نہ جاؤ۔ یہ بھی غلط ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جادوگر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ جو کچھ پیش کرتے ہیں وہ وحی خداوندی ہے جادو ہرگز نہیں۔

ان کی چوتھی بات کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم جیسے بشر ہیں یہ بھی غلط ہے اس کا جواب بالتفصیل پیچھے گزر چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہ ان ظالموں نے سرگوشی کر کے کتنا ظلم کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جیسا بشر سمجھنا ظلم ہے۔ جو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں وہ ظالم ہے۔ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ

بشریت کی تیسری آیت ۳

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ○ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ○ (پارہ ۱۸ رکوع

۱)

ترجمہ : نوح علیہ السلام کی قوم سے جنہوں نے نوح علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا کہ یہ شخص تم جیسا بشر ہے۔ یہ تجھ پر فضیلت کا ارادہ رکھتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجنا ہوتا تو فرشتوں کو رسول بناتا۔ ہم نے یہ اپنے آباؤاجداد میں نہیں سنا۔ یہ شخص مجنون ہے کچھ وقت انتظار کرو فیصلہ ہو جائے گا۔

تشریح : یہ آیت بھی نوح علیہ السلام کے متعلق ہے۔ اسی آیات میں ذرا وضاحت ہے کہ ان کے انکار کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ بشر نبی نہیں ہو سکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجنا ہوتا تو فرشتوں کو نبی بنا کر بھیجتا۔ اس کا بالتفصیل جواب آیت متعلقہ بشریت نمبر ۱ پڑھیں۔

بشریت کی چوتھی آیت ۴

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِلِقَاءِ الْآخِرَةِ وَأَتْرَفْنَاهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ ۝ وَلَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا لَخَاسِرُونَ ۝ (پارہ ۱۸ رکوع ۳)

ترجمہ : کہا اس جماعت نے جو نوح علیہ السلام کی قوم سے تھی جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کو جھٹلایا اور جنہیں ہم نے دنیا میں دولت مند بنایا ہے

کہ یہ شخص تم جیسا بشر ہے۔ تمہاری طرح کھاتا اور پیتا ہے اور اگر تم اپنے بشر کی اطاعت کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔

تشریح : یہ آیت بھی نوح علیہ السلام کے متعلق ہے۔ اس میں بھی کفار کی چند باتوں کا ذکر ہے۔

۱- نبوت نوحؑ کا انکار' قیامت کا انکار۔

۲- اللہ کی دی ہوئی نعمت کا ناشکر ہونا۔

۳- نبی کو اپنے جیسے بشر سمجھنا۔

اس آیت میں انکار نبوت کی عقلی دلیل پیش کی گئی ہے۔ یہ شخص تمہاری طرح کھاتا پیتا ہے اور اپنے جیسے بشر کی اطاعت موجب خسارہ ہے۔ ان کی یہ دلیل کہ یہ تمہاری طرح کھاتا پیتا بشر ہے' یہ دلیل غلط ہے۔ ان کا گمان تھا کہ نبی حقیقت اور صورت دونوں لحاظ سے ملکی اور نوری ہوتا ہے۔ حالانکہ نبی صورت کے لحاظ سے بشر ہوتا ہے۔ اس گمان غلط کی بنا پر کہ نوح علیہ السلام کو اپنے جیسی صورت میں دیکھ کر انکار کر بیٹھے۔ کفار نے جہاں بھی انبیاء کو اپنے جیسا بشر کہا ہے وہ غلط گمان پر کہا ہے۔ ان کے نزدیک نبی صورت اور حقیقت دونوں لحاظ سے نوری ہونا چاہیے تھا۔ چونکہ انبیاء ان کی طرح کھاتے پیتے سوتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے ان کو انبیاء تسلیم نہ کیا کیونکہ یہ ان کی طرح کھاتے پیتے سوتے بشر ہیں۔ ان کا یہ قول بھی غلط ہے کہ اپنے جیسے بشر کی اطاعت باعث خسارہ ہے۔ کیونکہ فطری طور پر ہر شخص کو کسی نہ کسی کی اطاعت کرنا پڑتی ہے اور اطاعت باعث سعادت ہوتی ہے' نہ کہ باعث خسارہ۔

بشریت کی پانچویں آیت ۵

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ○ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا
فَاْتِ بِاٰیَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ○ (پارہ ۱۹ رکوع ۱۲)

ترجمہ : قوم صالح علیہ السلام نے کہا اے صالح تو تو صرف جادو زدہ ہے اور تو صرف ہم جیسا بشر ہے۔ اگر سچا ہے تو کوئی دلیل پیش کرو۔

تشریح : صالح علیہ السلام کی قوم نے ان کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ اے صالح تو جادو زدہ ہے۔ تو نبی نہیں ہے۔ ہم جیسا بشر ہے۔ تو دعویٰ نبوت میں جھوٹا ہے۔ اگر سچا ہے تو کوئی دلیل پیش کرو۔ ان کا خیال بھی قوم نوحؑ کی طرح تھا کہ نبی بشر نہیں بن سکتا اور تم ہم جیسے بشر ہو۔ تم کیسے نبی بن گئے۔ نبی کے لئے تو صورت حقیقت کے لحاظ سے نوری ہونا چاہیے تم تو ہماری طرح کھاتے پیتے ہو اس کا جواب آیت نمبر ا اور نمبر ۴ میں گذر چکا ہے۔

بشریت کی چھٹی آیت ۶

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ○ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا
وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ ○ (پارہ ۱۸، رکوع ۱۴)

ترجمہ : قوم شعیب علیہ السلام نے کہا کہ شعیب تو جادو زدہ ہے اور تو ہم جیسا بشر ہے اور ہم تجھے جھوٹا سمجھتے ہیں۔

تشریح : انبیاء علیہ السلام کی تمام اقوام کا یہی عقیدہ تھا کہ بشر نبی نہیں ہو

سکتا بلکہ فرشتہ ہونا چاہیے۔ یعنی حقیقت اور صورت دونوں لحاظ سے نوری۔ اسی بنا پر سب نے انبیاء کو اپنے جیسا بشر کہا اور اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کر انبیاء کا انکار کر بیٹھے۔ ان کے اس قول سے یہ قطعی طور پر دلیل نہیں بن سکتی کہ نبی صرف بشر ہوتے ہیں۔ ان کی حقیقت نوری نہیں ہوتی۔ اگر ان کے قول کو صحیح مانا جائے تو نبی کو حقیقت اور صورت دونوں لحاظ سے نوری ہونا چاہیے' حالانکہ یہ فطرت الہیہ کے خلاف ہے۔ چنانچہ یہ بحث آیت لوجعلنا بشراً میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ ہو۔

بشریت کی ساتویں آیت ۷

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ○ (پارہ ۲۲ رکوع ۱۸)

ترجمہ : اصحاب قریہ انطاکیہ نے کہا کہ اے مدعیان نبوت تم صرف ہم جیسے بشر ہو اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز (نہ نبی اور نہ کتاب) نازل نہیں فرمائی۔ تم صرف جھوٹ بول رہے ہو۔

تشریح : اس آیت میں بھی کفار کا وہی قول اور دعویٰ ہے کہ بشر نبی نہیں ہو سکتا اور تم ہم جیسے بشر ہو۔ پھر تم نبی ہونے کا کیسے دعویٰ کرتے۔

یہ سات آیات ہیں جن میں انبیاء کی قوموں نے انبیاء کو **بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** یا **بَشَرٌ مِّثْلُنَا** کہا۔ ان سب آیات کا مطلب ایک ہی ہے کہ کافر کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی بھیجنا ہوتا تو آسمان سے فرشتے نبی بنا کر بھیجتا۔ پہلی بات کہ اللہ نے نہ کوئی نبی بھیجا ہے اور نہ کوئی کتاب نازل فرمائی۔

اس کو پارہ ۲۲ رکوع ۱۹ میں ذکر کیا گیا ہے۔ دیکھیں بشریت کی آیت نمبر ۷

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ○

ترجمہ اور تشریح پیچھے ملاحظہ ہو آیت نمبر ۷ گذشتہ صفحہ پر دوسری بات کہ اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجنا ہوتا تو آسمان سے فرشتے نازل کرتا۔ اس کا ذکر پارہ ۱۸ رکوع نمبر ۲ دیکھیں بشریت کی تیسری آیت

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ○

ترجمہ اور تشریح پیچھے دیکھیں بشریت کی تیسری آیت گذشتہ صفحہ۔ پہلی بات کی تردید اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے فرمائی پارہ ۷ رکوع نمبر ۱۷ بشریت

قل من انزل الکتاب الذی جاء به موسیٰ نوراً و هدی للناس ○

اس قول کے قائلین دو قسم کے لوگ تھے ایک اہل علم اور دوسرے جہلاء۔ اللہ تعالیٰ نے اہل علم کو خطاب کر کے فرمایا قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى یارسول اللہ ان اہل علم کو کہو کہ تورات کو موسیٰ علیہ السلام پر کس نے نازل فرمایا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمایا۔ تو پھر تم کیوں کہتے ہو اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں فرمائی۔ یعنی تمہارا یہ دعویٰ جھوٹا ہے کیونکہ تم مانتے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر تورات نازل فرمائی ہے۔ اور دوسری قسم جہلاء تو ان کو حکم ہوا

کہ تم خود علم نہیں رکھتے کہ کوئی چیز اللہ تعالٰی نے نازل فرمائی ہے یا نہیں تو اہل علم سے پوچھو (پارہ ۱۴ رکوع ۱۴) فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ○

دوسری بات کہ اللہ تعالٰی نے رسول بھیجنا ہوتا تو فرشتے نازل فرماتا۔ ان کے اس اعتراض کو اللہ تعالٰی نے دوسری جگہ یوں ذکر کیا۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا (پارہ ۱۵ رکوع ۱۱)

ترجمہ : جب لوگوں کے پاس ہدایت آئی تو انہیں ہدایت سے یعنی ایمان لانے سے کس چیز نے نہ روکا۔ مگر صرف ان کے اس عقیدہ نے کہ اللہ تعالٰی نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے یعنی اللہ تعالٰی کسی بشر کو رسول بنا کر نہیں بھیجتا۔

تشریح : یعنی کفار کا عقیدہ تھا کہ رسول فرشتہ ہونا چاہیے جو حقیقت اور صورت میں نورانی ہو۔ کیونکہ جو حقیقت اور صورت میں ہم جیسا بشر ہو گا وہ خود ہدایت یافتہ نہیں ہو گا۔ وہ دوسروں کو کیا ہدایت دے گا۔ ان کی یہ بات درست نہیں تھی۔ اس لئے کہ انہیں یہ احساس نہیں تھا کہ فرشتہ سے وہ کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے اور نہ اس کا کلام سن سکیں گے اور نہ اس کو دیکھ سکیں گے۔ تو پھر اس کے نبی ہونے کا کیا فائدہ۔ اگر زمین پر فرشتے بستے ہوتے تو ان کی طرف فرشتہ نبی بنا کر ہم بھیجتے لیکن یہ خود بشر ہیں تو پھر ان کی طرف فرشتہ نبی بنا کر کیسے بھیجا جائے۔ اور فرشتہ کو اگر نبی بنا کر ہم بھیجیں تو وہ مرد کی

صورت میں آئے گا تاکہ لوگ اس کو دیکھ سکیں اور اس کی کلام سن سکیں۔ پھر جب وہ مرد کی صورت میں آئے گا تو لوگ پھر کہیں گے یہ مرد کہاں سے نبی بن کر آگیا ہے اور وہ پہلے والا اعتراض پھر سے شروع کر دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے بشر کو نبی بنا کر بھیج دیا ہے۔ یہ ساری بحث گزر چکی ہے۔ دیکھیں مقدمہ کی دوسری فصل۔

گفتگو کا حاصل

تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کو کہ یہ ہم جیسے بشر ہیں اور فرمایا کہ تمہارا یہ قول غلط ہے اس لئے کہ رسول اگر ہر لحاظ سے بشر ہو تو واقعی ہدایت نہیں دے سکتا کیونکہ یہ تو نہ ملائیکہ سے کچھ اخذ کر سکے گا اور نہ لوگوں کو ہدایت دے سکے گا۔ جب خود ان جیسا بشر ہے تو اگر صورت کے لحاظ سے بشر نہ ہو گا تو لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔ لہٰذا رسول حقیقت کے لحاظ سے نور ہوتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں سے اخذ کر سکے اور صورت کے لحاظ بشر ہو گا تاکہ لوگ اس سے اخذ کر سکیں اور فائدہ اٹھا سکیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کو اس طرح رد فرمایا کہ اس کو تم اپنے جیسا بشر سمجھ کر انکار کر رہے ہو۔ یہ ہر لحاظ سے تمہاری طرح نہیں ہیں۔ ان کی حقیقت نورانی ہے۔ عصیان خداوندی سے معصوم اور محفوظ ہیں۔ ان کی حقیقت تم جیسی نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں سے اخذ کر سکیں اور عصیان خداوندی میں مبتلا ہو کر خود بھٹک جائیں۔ دوسروں کو کیا ہدایت دیں اور صورت میں تم جیسے ہیں تاکہ تم ان سے فائدہ اٹھا سکو' ان کو دیکھ سکو' ان کی کلام سن سکو اور

تم میں مل جل کر تمہاری پوری طرح رہبری کر سکیں۔

کفار کے اس قول سے کہ (نبی ہم جیسے بشر ہیں) استدلال پکڑنا کہ نبی صرف بشر ہوتے ہیں نور نہیں ہوتے غلط استدلال ہو گا۔ کیونکہ غلط قول سے استدلال پکڑنا بھی غلط ہوتا ہے۔ اب ان آیات کا ترجمہ اور تشریح سنئے جن میں انبیاء علیہم السلام نے اپنے بشر ہونے کا اعلان کیا ہے۔

پہلی آیت اعلان بشریت انبیاء کی طرف سے

قَالُوْا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۔ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ○ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَمُنُّ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَمَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نَّاْتِیَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ○ (پارہ ۱۳ رکوع ۱۴)

ترجمہ : کافروں نے کہا نہیں تم مگر ہم جیسے بشر۔ تم ہمیں اپنے اباء کے معبودوں سے روکنا چاہتے ہو۔ اس روکنے کے جواز میں کوئی قوی حجت پیش کرو۔ تو رسولوں نے ان کے جواب میں فرمایا کہ ہم تم جیسے بشر ہی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر عظیم انعام فرمایا ہے۔ جو انعام تمہیں حاصل نہیں اور ہم معجزہ اور حجت قوی اسی وقت لاتے ہیں جب ہمیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہو۔

باقی تم جو کہتے ہو کہ تم مدعی نبوت ہم جیسے بشر ہو یہ ٹھیک ہے ہم بھی کہتے ہیں کہ ہم بشر ہیں لیکن ہم پر اللہ تعالیٰ کا ایک احسان عظیم ہے جو تم پر

نہیں۔ وہ یہ کہ ہمیں نوری بنا کر نبوت اور رسالت عطا کی گئی ہے جس کے لئے روحانی اور بشری صلاحیت ہونی چاہیے۔ ہمیں نوری بنا کر نبوت اور رسالت کا اہل بنایا ہے۔ ہم نوری ہونے کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ سے فیض اخذ کر کے بشری ہونے کے لحاظ سے عام انسانوں تک پہنچا سکتے ہیں۔ ہمارا اللہ تعالیٰ اور مخلوق دونوں کے ساتھ اتحاد ہے۔ ہماری حقیقت نوری ہے ہم ملائکہ اور اللہ تعالیٰ سے ہدایت اخذ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ نوری ہونے کے لحاظ سے ہمیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اتحاد ہے اور ظاہر بشری ہونے کے لحاظ سے ہمیں عام انسانوں کے ساتھ اتحاد ہے اس لئے ہم اللہ تعالیٰ سے اخذ کردہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے بندوں تک پہنچا سکتے ہیں۔ ہمارا ظاہر بشری ہے اس لئے ہم تم جیسے بشر ہیں اور احسان الٰہی کے لحاظ سے نوری ہو کر تم سے فوقیت رکھتے ہیں اور تمہارے رہبر ہیں۔

دوسری آیت اعلان بشریت

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ
○ (پارہ ۱۶ رکوع نمبر ۳)

ترجمہ : اعلان کر دو میں تمہاری طرح بشر ہوں۔ میری طرف وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے۔

تشریح : آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ آپ اپنے بشر ہونے کا اعلان کریں۔ لیکن ساتھ یہ بھی اعلان کریں کہ میں رسول بھی ہوں مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ منجملہ وحی سے ایک یہ وحی ہے کہ تمہارا معبود

ایک ہے۔ تم رسول نہیں ہو اور تم پر وحی نہیں ہوتی۔ وحی کو رسول اخذ کر سکتا ہے کیونکہ باوجود صورت بشری کے میری حقیقت نوری ہے۔ اس لئے میں وحی اخذ کر سکتا ہوں تم بشر محض ہو تم وحی اخذ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ میری صورت بشری ہے اس لئے تم بھی مجھ سے اخذ کر سکتے ہو۔ اگر میری صورت بھی نوری ہوتی تو تم مجھ سے کچھ اخذ نہ کر سکتے۔ اس لئے میں تمہیں وحی بھی سنا سکتا ہوں اور تمہاری طرح بشر ہونے کا اعلان بھی کر سکتا ہوں۔

تیسری آیت اعلان بشریت

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ
○ (پارہ ۲۴ رکوع ۱۵)

ترجمہ : یہ بعینہ پہلی آیت کی طرح ترجمہ اور تشریح رکھتی ہے۔ اسی طرح دو اور آیتیں ہیں جن کا سمجھنا بھی ضروری ہے۔

دو اور آیتیں : پہلی آیت کی تشریح

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ○ (پارہ ۱۵ رکوع ۱۰)

ترجمہ : اعلان کر دو میرا پروردگار پاک ہے۔ میں صرف ایک بشر رسول ہوں۔

تشریح : اس آیت میں بھی بشریت کا اعلان ہے یہ اعلان بشریت کی چوتھی آیت ہے۔ ان چاروں میں مطلق بشریت کا اعلان نہیں بلکہ مقید بالرسالت اور مقید بالوحی ہے۔ بشر مقید بالرسالت نورانی ہوتا ہے۔ اسی طرح بشر موحیٰ

اور مقید بالوحی ہے۔ بشر مقید بالرسالت نورانی ہوتا ہے۔ اسی طرح بشر موحی الیہ بھی نورانی ہوتا ہے۔ اس کی صورت صرف بشری ہوتی ہے۔ کیونکہ بشر محض اللہ تعالیٰ اور فرشتہ سے کچھ اخذ نہیں کر سکتا۔ وحی اور رسالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ بالواسطہ جبرئیلؑ یا بلاواسطہ جبرئیلؑ بشر محض نہ فرشتہ جبرئیلؑ سے وحی اخذ کر سکتا ہے اور نہ خود اللہ تعالیٰ سے' تو جو بشر رسالت اور وحی کے ساتھ مقید ہے وہ حقیقت میں نورانی ہے اور صورت میں بشر ہے۔ کفار کے عقیدہ کے مطابق چونکہ نبی ملک یعنی فرشتہ ہونا چاہیے۔ اس لئے انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ اگر تم رسول ہو تو مندرجہ ذیل امور میں سے کوئی امر کر دکھاؤ۔

۱- زمیں سے چشمہ ابلتا ہوا نکال دو۔

۲- یا ایک باغ بنا کر دیکھا دو جس میں نہریں بہتی ہوں کھجور اور انگور کے درخت ہوں۔

۳- یا آسمان توڑ کر ہمارے اوپر گرا دو۔

۴- یا اللہ اور اس کے فرشتے ہمارے سامنے لا کھڑا کردو۔

۵- یا ایک سونے کا گھر اپنے لئے بنا دو۔

۶- یا ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ جاؤ۔

۷- یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مکمل لکھی ہوئی کتاب ہمارے پاس لے آؤ تاکہ ہم اسے پڑھیں۔

ان مطالبات کے رد میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تو صرف بشر رسول ہوں یہ چیزیں میرے بس کا روگ نہیں۔ میں تو صرف بشر

اور رسول ہوں۔ اللہ تعالیٰ اور تمہارے درمیان واسطہ ہوں۔ حقیقت نوری کے سبب اللہ تعالیٰ سے وحی اخذ کرتا ہوں اور صورت بشری کے لحاظ سے تم مجھ سے وحی اخذ کرتے ہو۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو استفادہ اور افادہ ختم ہو کر رہ جاتا۔ میں خدا نہیں ہوں کہ تمہارے انوکھے مطالبات پورے کر دکھاؤں۔ سبحان ربی' یہ مطالبات صرف میرا رب سبحانہ پورے کر سکتا ہے۔ میں تو صرف تم تک احکام خداوندی پہنچانے کا ذریعہ ہوں۔

دوسری آیت کی تشریح

وَمَامَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰۤى اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ○ قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓىِٕكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَىِٕنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ○ (پارہ ۱۵ رکوع ۱۱)

ترجمہ : لوگوں کو ایمان لانے سے صرف یہ چیز ہی روکے ہوئے ہے کہ جب انہیں ہدایت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ کہو اگر زمین پر فرشتے آرام سے چلتے پھرتے ہوتے تو ہم ان پر آسمان سے فرشتہ نبی بنا کر بھیجتے۔

تشریح : یہ آیت پہلے دو دفعہ گذر چکی ہے۔ مزید وضاحت کے لئے سنئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو جہتیں ہوتی ہیں۔ ایک جہت اللہ اور فرشتہ جبرئیلؑ کی طرف اور دوسری جہت امت کی طرف۔ اگر امت بشر ہے تو اس کی صورت بشری ہو گی تاکہ امت اس سے فائدہ حاصل کر سکے۔

اور اگر بالفرض امت فرشتے ہیں تو رسول فرشتہ ہونا چاہیے تاکہ فرشتے اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ زمین میں بشر بس رہے ہیں۔ لہٰذا فرشتہ ان کی طرف رسول بن کر نہیں آسکتا۔

بشر محض فرشتوں سے کچھ حاصل نہیں کر سکتا اور نور محض بشر کو ہدایت نہیں کر سکتا۔ اس لئے بشر محض اور نور محض میں واسطہ درکار ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے درمیان اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان جبرئیلؑ کی ضرورت نہ ہوتی پھر جبرئیلؑ اور امت کے درمیان انبیاء علیہم السلام واسطہ بنائے گئے اور انہیں حقیقت کے لحاظ سے نوری بنایا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ اور فرشتہ جبرئیلؑ سے وحی اخذ کر سکیں اور صورت کے لحاظ سے بشر بنایا گیا۔ تاکہ امت جو بشر محض ہے ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اب یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام ہم جیسے بشر نہیں ہیں کیونکہ ہم بشر ہیں اور انبیاء علیہم السلام **مِنْ وَجْهٍ** نور ہیں اور **مِنْ وَجْهٍ** بشر ہیں۔ اس لئے صورت کے لحاظ سے چونکہ بشر تھے اس لئے انہوں نے **اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** کہا تو انبیاء صرف صورت کے لحاظ سے بشر ہیں حقیقت کے لحاظ سے نور ہیں۔ تو انبیاء ہر لحاظ سے ہم جیسے نہیں۔ انبیاء علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر سمجھنا ان کی توہین ہے اور توہین انبیاء کفر ہے۔ جیسے بشریت کی آیت نمبر ۲ میں **وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** اپنے جیسا نبیوں کو سمجھنا ظلم ہے یعنی کفر ہے۔

الفصل الرابع

چوتھی فصل نورانیت کا اعلان

اعلان نمبر۲

قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ

(پارہ ٦ رکوع ٧)

ترجمہ : یقیناً آچکا ہے تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف نور اور کتاب وضاحت کرنے والی۔

قَالَ اِمَامُ الْمُفَسِّرِيْنَ ابْنِ جَرِيْرٍ يَعْنِيْ بِالنُّوْرِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ اَنَارَ اللّٰهُ بِهِ الْحَقَّ وَاَظْهَرَ بِهِ الْاِسْلَامُ وَمُحِقَّ بِهِ الشِّرْكُ فَهُوَ نُوْرٌ لِّمَنْ اِسْتَنَارَبِهٖ ○

ترجمہ : امام المفسرین ابن جریر نے کہا ہے کہ نور سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن کیا اور اسلام کو ظاہر فرمایا اور شرک کو نیست و نابود کیا۔ حضور ﷺ نور ہیں مگر اس کے لئے جو اس نور سے دل کو روشن کرنا چاہیں۔

(تفسیر عبداللہ بن عباس صفحہ نمبر ۷۲۔ جلالین شریف صفحہ نمبر ۹۵۔ الصاوی علی الجلالین صفحہ نمبر ۲۳۹۔ تفسیر روح المعانی وغیرہ۔)

محققین، مفسرین اس نور سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے

رہے ہیں اور قرآن مجید کے سیاق و سباق سے بھی یہی واضح ہوتا ہے۔ یہ آیت سورۃ مائدہ کے تیسرے رکوع میں ہے "کم" ضمیر کے مخاطبین یہود اور نصاریٰ ہیں۔ اس رکوع میں یہود اور انصاریٰ کے میثاق کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے تین باتوں کا واضح طور پر میثاق لیا کہ نماز قائم کرنا' زکوۃ دینا اور میرے رسولوں کے ساتھ ایمان لانا۔ رسولوں کے ساتھ ایمان لانے کا میثاق وہی میثاق ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام سے قبل پیدائش آدمؑ سے لیا گیا۔ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ النَّبِيِّيْنَ (الایتہ) دنیا میں اہل کتاب سے میثاق لینا اس میثاق کی تجدید ہے۔ دنیا میں بنی اسرائیل سے میثاق لینے کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں مبعوث ہونے کے وقت بنی اسرائیل کو یاددھانی کرائی گئی ہے کہ میرے رسولوں کے ساتھ ایمان لانے کا عہد تم کر چکے ہو۔ اب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایمان لاؤ۔ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ" اس ایک رکوع میں چار دفعہ آیا ہے اور خطاب بنی اسرائیل ہی کو ہے۔ ان کے درمیان کوئی حروف عطف نہیں۔ بلکہ بغیر حرف عطف کے چار دفعہ قَدْ جَآءَكُمْ کا لفظ آیا ہے۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نقرہ بطور تاکید لفظی چار دفعہ لایا گیا ہے۔ فقرہ میں فعل' فاعل' مفعول صراحتاً" ذکر ہیں۔ "کم" ضمیر مفعول بہ ہے۔ مخاطبین اہل کتاب ہیں اور فعل چار دفعہ قَدْ جَآءَ بغیر عطف مذکور ہے۔ پہلی اور تیسری جگہ فاعل" "رسولنا" ہے اور چوتھی جگہ بشیر نذیر ہے اور دوسری جگہ درمیان میں نور فاعل ہے۔ اب اس سیاق و سباق سے صاف ظاہر ہے کہ جس طرح تین جگہ فاعل رسول اور رسول بشیر ہے۔ چوتھی جگہ نور سے مراد

رسول ہی ہے کیونکہ تاکید اور مؤکدہ کا فاعل ایک ہی ہوتا ہے۔ تو جو فاعل اول اور آخر میں ہے وہی شخصیت درمیان میں نور سے بھی مراد ہے۔ یعنی اے اہل کتاب وہ رسول آچکا ہے جو نور ہے' جو بشیر ہے' جو نذیر ہے' چار دفعہ اہل کتاب کو خطاب بطور تاکید کیا گیا کہ وہ رسول جس کے ساتھ ایمان لانے کا تم عہد پیدائش آدم سے پہلے اور دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش سے پہلے کر چکے ہو وہ رسول' وہ نور اور بشیر و نذیر ہے آچکا ہے۔ اس کے ساتھ ایمان لاؤ۔ چونکہ میثاق کے وقت آپ کی حقیقت نور تھی اس لئے اسے نور کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

نور سے مراد کتاب مبین نہیں ... غلط ہے

پہلی وجہ : بعض لوگوں نے نور کتاب مبین میں واؤ عطف تفسیری بنائی ہے۔ یہ غلط ہے۔

نمبر ا یہ تفسیر بالرائے ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جو خیرامت محمدیہ ہیں وہ نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے رہے ہیں۔ جہاں قرآن کی تفسیر نقل سے ثابت ہو وہاں عقل سے تفسیر ناجائز ہے۔ دیکھیں تفسیر ابن عباسؓ صفحہ نمبر ۸۷

دوسری وجہ : واؤ کا حقیقی معنی عطف ہے اور عطف مغائرت کے لئے ہوتا ہے۔ یعنی واؤ کا ماقبل اور مابعد آپس میں مغائر ہوتے ہیں۔ جاء زید و عمرو یہاں زید اور عمرو علیحدہ علیحدہ مغائیر حقیقتیں ہیں' ایک نہیں ہو سکتیں۔ اسی طرح نور و کتاب مبین میں نور اور کتاب دو متغائر حقیقتیں ہونگی نہ کہ

ایک کتاب۔ حقیقی معنی اس وقت چھوڑا جاتا ہے جب حقیقت محال یا متعذر ہو۔ جب یہاں نقل سے ثابت ہے کہ عطف مغائرت کے لئے ہے نور سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کتاب سے قرآن مجید ہے تو پھر حقیقت کو چھوڑ کر مجازی معنی سوائے ہٹ دھرمی کے اور کچھ نہیں۔ اب معنی یہ ہو گا کہ اے اہل کتاب وہ نور محمدی جس کے ساتھ ایمان لانے کا وعدہ انبیاء علیہم السلام دے چکے ہیں اور تم دنیا میں کر چکے ہو وہ رسول سراپا نور آچکا ہے۔ اس کے ساتھ ایمان لاؤ پس و پیش مت کرو۔

تیسری وجہ : اگر نور سے مراد کتاب لی جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہی نہ ہو تو کتاب بغیر رسول نور بن ہی نہیں سکتی۔ کتاب نور اسی وقت بن سکتی ہے کہ مشکواۃ نبوی سے نکل کر آئی ہے اور نور الٰہی سے اتری ہے۔ کتاب اللہ تعالیٰ کی کلام نفسی ہے اور رسول کا کلام لفظی ہے۔ کلام کی عظمت متکلم سے ہوتی ہے۔ کتاب نفس خود مبین نہیں بن سکتی۔ لہٰذا آیت میں نور سے مراد نور محمدی ہے جیسا کہ الشفاء قاضی عیاض حصہ اول اور صفحہ ۱۰ پر ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ ○ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ الاٰيته قَالَ كَعْبُ الْاَحْبَارِ وَابْنُ جُبَيْرٍ اَلْمُرَادُ بِالنُّوْرِ الثَّانِيْ هٰذَا نُوْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیْ مَثَلُ نُوْرِهٖ اَیْ مَثَلُ نُوْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ : اللہ تعالیٰ کی کلام اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الاٰيته)

سورۃ نور پارہ ۱۸ میں دوسرے نور سے مراد نور محمدی ہے۔

صفحہ ۱۱ پر رقمطراز ہیں۔

قَدْ سَمَّاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ فِیْ غَیْرِ ھٰذَا الْمَوَاضِعِ نُوْرٌ اَوْ سِرَاجًا مُّنِیْرًا وَقَالَ قَدْجَاءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ○

ترجمہ : **قَدْ جَاءَ کُمْ نُوْرٌ** سے مراد نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسم بامسمی ہیں بلکہ فقیر کی رائے یہ ہے نور سے مراد بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کتاب مبین سے مراد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا **خُلُقُہُ الْقُرْآنُ** یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر عمل قرآن کے مطابق ہے جو عمل آپ کرتے ہیں وہ قرآن کا حکم ہے اور جس سے آپ رکتے ہیں وہ قرآن کی نہی ہے۔ آپ کی ہر حرکت مثبت اور ہر حرکت منفی عین قرآن ہے۔ آیت کا معنی یہ ہو گا کہ اے اہل کتاب! تمہارے پاس وہ رسول آگیا ہے جو مجسمہ قرآن ہے۔ ان کا ہر عمل قرآن کی تفسیر ہے جو کچھ آپ کرتے ہیں وہ قرآن کا امر ہے اور جو کچھ آپ چھوڑتے ہیں وہ مناہی قرآن ہیں یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور اور عملی کتاب مبین ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ بایں ہمہ اس آیت لفظ نور میں کوئی نزاع حقیقی نہیں۔ بلکہ نزاع لفظی ہے کیونکہ جو لوگ نور سے مراد کتاب مبین لیتے ہیں

اور عطف تفسیری بناتے ہیں وہ بھی نور کا اطلاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کرنے سے انکار نہیں کرتے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نزدیک بھی بطور ہدایت نور ہیں اور جو لوگ نور سے مراد نور محمدی لیتے ہیں وہ بھی کتاب مبین پر نور کا اطلاق کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ کتاب مبین بطور ہدایت نور ہے۔ دراصل حقیقی نزاع اس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت نور ہے یا صورت کی طرح حقیقت بھی بشری ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ ذات اقدس سراپا نور ہے اگرچہ ظاہری صورت بشری ہے۔

ہمارا عقیدہ

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے' اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مخلوق ہیں۔ لیکن بندہ ہونا اور نورانی ہونا آپس میں کوئی ضد نہیں۔ عبد اور نور میں نسبت عام و خاص من وجہ ہے۔ فرشتہ مادہ اجتماعی ہیں یعنی فرشتے عباد بھی ہیں اور نور بھی جیسے قرآن مجید میں ہے۔ بل عباد مکرمون کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے باکرامت بندے ہیں۔ زید' عمر' بکر بندے ہیں۔ ایک مادہ انفرادی لیکن نور نہیں ضوء قمر نور ہے دوسرا مادہ افتراق لیکن عبد نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور بھی ہیں اور عبد بھی ہیں۔ یہ مادہ اجتماعی ہے عبد اور نور میں کوئی تضاد نہیں۔

بشری اثرات

بشری اثرات بشریت کے لحاظ سے آپ بطن آمنہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔ آپ ہماری طرح سردی گرمی محسوس کرتے۔ آپ کھاتے اور پیتے تھے۔ بھوک اور پیاس کا احساس ہوتا۔ آپ نے شادیاں کیں اولاد بھی ہوئی۔ غصہ' گھبراہٹ بھی آپ پر طاری ہوتا۔ تھکاوٹ اور کمزوری بدن محسوس کرتے۔ آپ گھوڑے سے گر کر زخمی بھی ہوئے۔ کفار نے آپ کو زخمی کیا۔ آپ کے سامنے کے دانت بھی شہید ہوئے۔ آپ کو زہر بھی دی گئی۔ آپ پر جادو بھی ہوا۔ آپ نے دوا بھی کھائی۔ آپ نے پچھنے بھی لگائے۔ یہ سب عوارضات بشری ہیں۔

نورانی اثرات

نور ہونے کے اثرات جس طرح آپ سامنے دیکھتے' پیچھے بھی دیکھتے' (مشکوۃ باب تسویتہ الصفوف حدیث انسؓ۔)

آپ کی آنکھیں سوتیں اور دل جاگتا۔ (الشفاء حصہ دوم صفحہ ۱۵۹)

اسی لئے آپ کی نیند ناقض وضوء نہ تھی۔ آپ وصالاً" روزے رکھتے کئی دن متواتر نہ کھاتے اور نہ پیتے۔ فرماتے مجھے اللہ کھلاتا پلاتا ہے۔ (الشفاء حصہ دوم صفحہ ۱۵۹)

آپ کا پسینہ مشک کی مہک رکھتا تھا۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۶۶)

آپ کا سایہ نہ تھا (الشفاء حصہ اول صفحہ ۲۴۲)

آپ کے بدن کی خوشبو کستوری سے زیادہ خوشبو تھی۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۶۶)

آپ اندھیرے میں اسی طرح دیکھتے جیسے روشنی میں دیکھتے۔ (الوفا صفحہ ۲۴۴)

آپ نسیان سے محفوظ تھے۔ اگر آپ پر کسی وقت نسیان طاری ہوا تو وہ نسیان نہ تھا بلکہ وہ انساء تھا تاکہ امت کو اسی طرح تعلیم دی جائے۔ (الشفاء حصہ دوم صفحہ ۱۵۹)

آپ کا بول و براز زمین پر گرتے ہی زمین نگل جاتی اور ایسی خوشبو اٹھتی جیسے وہاں کستوری چھڑک دی گئی ہو۔ آپ کے لباس اور بدن پر مکھی نہ بیٹھتی۔ آپ کو جمائی کبھی نہیں آئی۔ آپ کی آواز' آپ کی سماعت آپ کی رویت بشری طاقتوں سے بالاتر تھی۔ آپ کی رفتار خلاف معمول تھی۔ آپ احتلام سے محفوظ تھے۔ آپ کی قوت گرفت اور قوت مردمی چالیس مردوں جیسی تھی۔ تمام بنی آدم کی عقل آپ کی عقل سے وہ نسبت رکھتی تھی جو ریت کے ایک ذرے کو پورے صحرا سے ہے۔ (یہ سب اثرات الخصائص الکبریٰ حصہ اول صفحہ نمبر ۶۶ تا صفحہ ۶۸)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور حضرت عبدالمطلب کے عنصر اطہر میں تھا تو ان کے بدن سے کستوری کی بو اٹھتی۔ (نشرالطیب)

جب ابرہہ نے خانہ کعبہ گرانے کی نیت سے صحرائے مکہ میں ڈیرے ڈالے تو حضرت عبدالمطلب نے خانہ کعبہ پر نظر ڈالی تو آپ کی آنکھوں سے ایک ہلالی نور نکلا جو اپنی شعاعیں خانہ کعبہ پر بکھیرنے لگا جس سے سارا کعبہ

روشن ہو گیا (نشر الطیب)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شکم مادر میں منتقل ہوئے تو شروع حمل سے تا ولادت حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا تکالیف حمل اور درد زہ سے محفوظ رہیں۔ (نشر الطیب)

آپ کا جھولا بچپن میں فرشتے ہلاتے۔ (نشر الطیب)

زمانہ رضاعت کے بعد جب آپ ابھی حلیمہ سعدیہ کے گھر تھے تو اپنی رضاعی بہن شیماء کے ساتھ دوپہر کو باہر نکلے تو باہر جانے اور واپسی تک بادلوں نے آپ پر سایہ کیا۔ (نشر الطیب)

آپ کے نزدیک قرب و بعد یکساں تھا۔ دونوں حالتوں میں نظر ایک جیسا دیکھتی۔ نجاشی کی میت کو دیکھ کر جنازہ پڑھلیا۔ آپ مدینہ میں تھے اور نجاشی کی میت حبشہ میں تھی۔ مکہ میں بیٹھ کر بیت المقدس کو دیکھتے رہے۔ ثریا کے گیارہ ستارے آپ کو صاف نظر آتے۔ مسجد نبوی بناتے وقت خانہ کعبہ کو دیکھتے رہے۔ چلتے وقت زمین آپ کے سامنے لپٹ جاتی۔ ابو رکانہ پہلوان جو عرب کا مشہور پہلوان تھا اس کو آپ نے تین دفعہ گرایا۔ (نشر الطیب)

سفر میں آپ کے ساتھی تھک جاتے اور آپ کو تھکان نہ ہوتی۔ شب معراج میں آپ حرم کعبہ میں لیٹے ہیں فرشتے آتے ہیں آپ کو اٹھا لے جاتے ہیں اور چشمہ زمزم پر لے جاتے ہیں۔ اور آپ کو پیٹھ کے بل لٹا دیتے ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام آپ کے سینہ کو شروع سینہ سے انتہائی پیٹ تک چاک کرتے ہیں اور سینہ سے دل نکال لیتے ہیں نہ کوئی آزار استعمال ہوا' نہ خون بہا'

نہ درد ہوا' دل کو طشت میں رکھ کر ماء زمزم سے تین دفعہ دھویا۔ آپ صحیح سلامت ہیں۔ سب ماجرا دیکھ رہے ہیں اور زبانی سناتے ہیں۔ دل نکالنے کے باوجود زندہ ہیں۔ نہ درد ہے نہ کمی خون ہے اور نہ خطرہ جان ہے۔ بغیر آلہ اپریشن کیسے ہوا۔ نہ خون بہا' نہ درد ہوا' دل علیحدہ پڑا ہے۔ آپ پہلے کی طرح اسی حالت میں ہیں گویا اپریشن ہوا ہی نہیں۔ ہوش و حواس سلامت ہیں۔ سرہتی خود سناتے ہیں۔ کیا یہ بشری طاقت ہے ہرگز نہیں۔ یہ سب نورانیت ہے۔

واقعہ معراج اور حقیقت نورانیہ

واقعہ معراج مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک رات کا سفر ہوتا ہے صبح مکہ میں اعلان سفر ہوا۔ کافر لوگ مسجد اقصیٰ کا نقشہ دریافت کرتے ہیں۔ مسجد حرام میں بیٹھے مسجد اقصیٰ دیکھ رہے ہیں کہ مسجد اقصیٰ کا تعارف بالکل درست ہے۔ یہ بھی اثرات نورانیت سے ہیں۔ مسجد اقصیٰ کے صحیح تعارف کے بعد کافر مطمئن ہو کر پوچھتے ہیں ہمارا ایک تجارتی قافلہ شام کو گیا ہوا ہے۔ ہمیں اس کی خیریت بہت اہم ہے۔ ذرا اس کی بھی اطلاع دیجئے۔ فرمایا میں ان کے قریب سے گذرا وہ مقام روحاء میں تھے۔ ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا۔ اسے تلاش کر رہے تھے۔ ان کے سامان میں ایک بڑا برتن تھا جس میں پانی تھا مجھے پیاس تھی میں نے پیا اور پیالہ برتن وہاں رکھ دیا۔ قافلہ سے یہ بھی دریافت کر لینا۔ پھر فرمایا میں فلاں قافلہ کے قریب سے گزرا ان میں سے دو آدمی سوار تھے۔ ان کا اونٹ مجھ سے ڈرا اور بھاگ کر گرنے سے انہیں چوٹ آئی یہ بھی ان

سے پوچھ لینا۔ پھر کفار نے ایک قافلہ کی تعداد' سواری اور حالت دریافت کی تو آپ نے اسی وقت انہیں ملاحظہ فرمایا اور بتایا کہ اتنے آدمی ہیں۔ اتنی سواریاں ہیں اور اب اس حالت میں ہیں۔ اور فرمایا فلاں دن سورج نکلتے وقت وہ یہاں پہنچ جائیں گے۔ پہنچتے وقت فلاں اونٹ اس کا حلیہ اور نشان یہ ہیں کہ ان کے آگے ہو گا۔ تو کفار اس دن سورج نکلنے کے قریب گھاٹی پر پہنچے۔ سورج کو دیکھنے لگے اور قافلہ کو بھی ایک نے کہا وہ سورج چڑھ آیا۔ دوسرے نے کہا وہ قافلہ بھی آنکلا۔ ان کے آگے وہ اونٹ تھا جس کی پیشین گوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی تھی۔ یہ سب کچھ کیا تھا آثار نورانیت سے تھا۔ (روح المعانی واقعہ معراج)

اثرات بشری

اثرات نمبرا : یہ ایسے عوارضات ہیں کہ ان کی مقتضی طبیعت حیوانی انسانی ہوتی ہے۔ ہر ذی عقل سمجھتا ہے کہ ان عوارضات کی علت باعثہ طبیعت حیوانیہ انسانیہ ہے۔ مثلاً کھانا' پینا' سونا ان کا اقتضاو طبیعت حیوانیہ ہے اور ہر انسان کو ان کا شعور ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسے عوراضات کا وجود اس امر کی دیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت بشری ہے صورت نورانی نہیں ورنہ عوارضات آپ پر طاری نہ ہوتے۔

اثرات نورانی

اثرات نمبر۲ : یعنی نورانی اثرات یہ ایسے عوارضات ہیں کہ انہیں طبیعت حیوانیہ انسانیہ نہیں چاہتی اور نہ ہی عوراضات اس کی طاقت میں ہیں۔

مثلاً طبیعت حیوانیہ انسانیہ پس پشت نہیں دیکھ سکتی۔ کئی دن بھوک پیاس برداشت نہیں کر سکتی۔ جب اس قسم کے عوارضات پیش آتے ہیں تو عقل انسانی متعجب ہوتی ہے کہ یہ کیسے عوارضات ہیں کہ انسانی قدرت سے باہر ہیں اور وہ انسان پر طاری ہوتے ہیں۔ جب اس قسم کے عوارضات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر طاری ہوتے ہیں تو کہنا پڑتا ہے کہ آپ کے اندر کوئی طاقت ہے جو ماورائے طاقت بشری ہے۔ وہ کون سی طاقت ہے؟ وہ حقیقت نوری ہے جو ان سب عوارضات کا سبب بن رہی ہے۔ لہٰذا مجبوراً کہنا پڑے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت بشری نہیں۔ ورنہ یہ عوارضات کیسے ظہور پذیر ہوتے۔

سوال : اصحاب کہف ۳۰۹ سال غار میں سوئے رہے نہ کھایا اور پیا۔ کیا ان کی حقیقت نوری تھی؟

جواب : خرق عادت اگر فعل نبی سے سرزد ہو تو اسے معجزہ کہا جاتا ہے اور اگر اس کے امتی سے سرزد ہو تو اسے کرامت کہا جاتا ہے۔ امتی کی کرامت اصل نبی کا معجزہ ہوتا ہے۔ امتی کو بذات خود یہ کرامت حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ کرامت کا سبب اس کا نبی ہوتا ہے۔ اصحاب کہف کا ۳۰۹ سال غار میں بغیر کھائے اور پیے زندہ رہنا ان کی نورانیت کی دلیل نہیں بلکہ نبی کے نورانی ہونے کے آثار ہیں۔ ان کا اظہار صرف ان کے وجود سے ہوا۔ اسی طرح کسی بھی شخص میں اگر یہ خواصات پائے جائیں گے تو یہ اس کی نورانیت کے آثار نہ ہوں گے بلکہ اس کے نبی کی نورانیت کے آثار ہوں گے۔ جیسے سلیمان علیہ السلام کے امتی آصف بن برخیا پر عرش بلقیس لانے میں

عارضہ پیش آیا۔ دراصل یہ معجزہ سیلمان علیہ السلام کا تھا اور ان کے امتی کے وجود سے رونما ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مجلس سے رات کو دو اصحابی اٹھتے ہیں ان کے ہاتھوں میں عصاء تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مجلس سے باہر آئے تو ایک عصاء نورانی ہو گیا جس کی روشنی میں دونوں چلتے رہے۔ آگے چل کر وہ علیحدہ ہوئے تو دوسرا عصا بھی منور ہو گیا اور دونوں اپنے عصاء کی روشنی میں گھر پہنچے۔ دراصل یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نورانیت کا اثر تھا جو ان کے عصاء میں ظاہر ہوا۔

خاتم الکتاب

خاتمہ کتاب جزء اول

جز اول :- خلاصہ المرام آنکہ نور محمدی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تخلیق پوری کائنات سے پہلے ہوئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے
اول ماخلق اللّٰہ نوری (زرقانی جلد ا صفحہ ۳۷)

نور محمدی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا کیا مِنْ نُورِاللّٰہِ کا لفظ متشابہات سے ہے۔ لَا یَعْلَمُ تَاوِیْلَہٗ اِلَّا اللّٰہ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا قول ہے :

فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ (پارہ ۱۴ رکوع ۳)

اس قول میں من روحی یعنی جب میں آدم میں اپنی روح سے روح پھونکوں جس طرح یہاں من روحی متشابہات سے ہے۔ اسی طرح من نوراللّٰہ بھی متشابہات سے ہے۔ آیت کا معنی۔ اے فرشتو! جب میں آدم میں اپنی روح سے روح پھونکوں تو تم اس کے سامنے سجدہ کرنا۔

دوسری مثال : فَنَفَخْنَا فِیْھَا مِنْ رُّوْحِنَا ۝ (پارہ ۲۸)

ترجمہ : ہم نے مریم میں اپنے روح سے روح پھونکی تو یہ تینوں لفظ نمبرا۔ مِنْ نُوْرِاللّٰہِ نمبر۲۔ من روحی نمبر۳۔ من روحنا متشابہات سے ہیں۔

ان کی تاویل اللہ تعالیٰ خود ہی جانتے ہیں۔ ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو آدم علیہ السلام کی روح کو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو پیدا کیا ہے۔ اس سے مزید تفصیل اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ اس حدیث کو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب "مدارج النبوۃ" میں بطور دلیل پیش کیا ہے اور اس کو انہوں نے صحیح کہا ہے۔ اس لئے یہ حدیث ہمارے لئے متمسک بہ ہے۔ ہم اس حدیث کو بطور دلیل پیش کر سکتے ہیں۔ اس حدیث کو رد کرنا گویا عبدالحق محدث دہلوی کی شخصیت کو رد کرنا ہے۔ قصر حدیث میں ان کی شخصیت ستون کی ہے۔ ان کی شخصیت کو رد کرنا قصر حدیث کو گرانا ہے۔ فن حدیث میں ان کی مثال ہندوستان بھر میں نہیں ملتی۔

دوسری حدیث مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم نے اپنی کتاب "نشر الطیب" میں کتاب "سیرت المواہب" سے نقل کی ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ (نشر الطیب صفحہ ۱۳ حاشیہ ۲ **یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ قَبلَ الْاَشْیَاءِ نُورَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ**

ترجمہ : اے جابر! اللہ تعالیٰ نے ہر شے سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا ہے۔

مولانا موصوف نے اس حدیث کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ مولانا موصوف بھی ہندوستان میں بلند پایہ علم رکھتے تھے۔ ان کی نقل کردہ حدیث بھی صحیح حدیث ہے۔ اس کا انکار بھی ممکن نہیں۔ وہی شخص انکار کرے گا جو بصیرت میں ابلہ اور بصارت میں اندھا ہے۔ ان دونوں حضرات نے اپنی کتاب

میں واضح طور لکھا ہے کہ ساری کائنات سے پہلے نور محمدی کی تخلیق ہوئی۔ نہ اس وقت عرش تھا' نہ کرسی' نہ لوح' نہ قلم اور نہ فرشتے۔ پھر نور محمدی سے ان اشیاء مذکورہ کو پیدا کیا۔ یعنی نور محمدی سے لوح و قلم پیدا ہوا۔ ان اشیاء سے بہت عرصہ بعد آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی' جس طرح آدم علیہ السلام سے پہلے عرش و کرسی' لوح و قلم پیدا ہو چکے تھے۔ اسی طرح نور محمدی بھی پہلے موجود اور پیدا ہو چکا تھا۔ جس طرح ان اشیاء کے وجود کا آدم علیہ السلام سے پہلے انکار ناممکن ہے' اسی طرح آدم علیہ السلام سے پہلے نور محمدی کا انکار ناممکن ہے۔ اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بدن مبارک موجود نہ تھا تاکہ آپ کو بشر کہہ سکیں۔ کیونکہ اس وقت آدم علیہ السلام کا بدن موجود نہ تھا تو پھر کس طرح آپ کا بدن مبارک موجود ہوتا۔ پس یہی ہے نور محمدی جو حقیقت ہے' محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی۔ اسی حالت میں اس نور کو نبوت سے متصف کیا گیا اور ختم نبوت سے بھی متصف کیا گیا اور تمام انبیاء سے ان کی اتباع کا عہد اور میثاق لیا گیا اور ان امتوں کی اتباع کا میثاق لیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے اس نور محمدی کی پیدائش ہوئی۔ اب اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نور ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت نوری ہے۔ صورت بشری سے مجرد یہ حقیقت موجود رہی ہے۔ ان دو احادیث کی رو سے عقیدہ رکھنا ہو گا۔

نمبر ۲ :۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نور ہیں ہم جیسے بشر نہیں۔ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الخصائص الکبریٰ'' میں پانچ

احادیث نقل کی ہیں جن کی صحت کے وہ خود ذمہ دار ہیں۔ وہ احادیث پیچھے گذر چکی ہیں۔ ان پانچوں احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اس وقت نبی تھا اور خاتم النبین تھا جب آدم علیہ السلام پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ یہ احادیث صحیح ہیں ان کی صحت میں شک نہیں ہو سکتا کیونکہ علامہ سیوطی نے ان احادیث کو بطور سند پیش کیا ہے۔ اتنا بڑا عالم اسی وقت کسی حدیث سے استدلال کرتا ہے۔ جس سے یقین ہو کہ یہ حدیث صحیح ہے ورنہ اسے بطور سند نہ پیش کیا جاتا۔ اگر حضور ﷺ کی نبوت آدم علیہ السلام سے پہلے نہ مانی جائے تو نعوذباللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کذب کی نسبت کرنی پڑے گی اور نبوت کے ساتھ ماننا پڑے گا کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے نور محمدی حقیقت محمدی بالفعل خارج میں موجود تھی اور متصف بصفت نبوت تھی۔ اور متصف بخاتم نبوت تھی۔ آپ ﷺ کا بدن موجود نہیں تھا' صورت بشرت حاصل نہیں تھی' اب سمجھنا چاہیے کہ ہم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور کہتے ہیں تو حقیقت کے لحاظ سے نور کہتے ہیں' صرف صورت کے لحاظ سے آپ بشر ہیں۔ ہم پیچھے "نشر الطیب" کا حوالہ نقل کر چکے ہیں کہ مولانا اشرف علی تھانوی نے تحقیق کر کے ثابت کیا ہے کہ آدم علیہ السلام سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق ہوئی اور آدم علیہ السلام کی تخلیق پر پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی حقیقت خارج میں موجود تھی اور متصف بوصف نبوت اور متصف بوصف ختم نبوت تھی۔ تو مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم کے نزدیک بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور تھے۔ لہذا علماء

سلف و خلف، علماء بریلوی اور علماء دیوبندی اس بات پر متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔ جو شخص اپنے کو متبع علماء دیوبند کہتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نور نہیں سمجھتا اسے اپنے عقیدہ پر نظرثانی کرنا چاہیے اور حقیقت واضح ہو جانے کے بعد اسے یقین کرنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا جیسا بشر سمجھنا کفار کا عقیدہ ہے نہ کہ کسی مسلمان کا۔ قرآن مجید میں جہاں بھی بشر مثلنا "یا" بشر مثلکم بغیر وحی اور بغیر من الٰہی آیا ہے۔ وہ کفار کا استعمال کردہ لفظ ہے۔ خداوند تعالیٰ نے کفار کا یہ قول بطور انکار نقل کیا ہے کہ ان ظالموں کو ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔ پیچھے تفصیل گذر چکی ہے اسے ذرا غور سے پڑھیں اور اس غلط عقیدہ سے نجات حاصل کریں۔ آپ صرف ظاہری صورت کے لحاظ سے بشر ہیں۔ ظاہری صورت لباس اور سواری کا حکم رکھتی ہے یعنی ظاہری صورت حقیقت کے لئے لباس ہے یا ظاہری صورت حقیقت کے لئے مرکب ہے۔ سواری ہے اور شئی کی حقیقت، دراصل شئی ہوتی ہے۔ لباس یا مرکب شئی کی حقیقت نہیں ہوتے۔ دیکھیں کیمیاء سعادت مصنفہ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ۔ دیباچہ کتاب لکھتے ہیں کہ انسان درحقیقت روح ہے جو بدن پر سوار ہے اور بدن کو جس طرح چاہے پھیرتا ہے۔

ا۔ علامہ اقبالؒ مرحوم کا عقیدہ

علامہ اقبال جاوید نامہ میں لکھتے ہیں کہ اگرچہ آپ جامہ بشری میں ملبوس تھے لیکن آپ کی اصل مادی نہ تھی بلکہ آپ کا جوہر ذات نوری تھا۔

یہی وجہ ہے کہ آپ اس وقت مرتبہ نبوت پر فائز ہو چکے تھے جبکہ آدم علیہ السلام کی تخلیق بھی نہیں ہوئی تھی چنانچہ فرمایا کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ ٥

کس ز سر عبدہ آگاہ نیست
عبدہ جز سر الا اللہ نیست

عبدہ از فہم تو بالاتر است
زانکہ اوہم آدم ہم جوہر است

آخری قطعہ کے آخری حصہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ آدم بھی ہیں یعنی آپ صورت کے لحاظ سے آدم یعنی بشر ہیں اور جوہر بھی ہیں یعنی حقیقت کے لحاظ سے نور ہیں۔ (جاوید نامہ اقبال شرح رموز خودی صفحہ ۱۵۰)

۲۔ شاہ عبدالرحیم دھلوی کا عقیدہ

شاہ ولی اللہ صاحب کے والد اور شاہ عبدالعزیز کے جدامجد اپنی تصنیف انفاس رحیمیہ صفحہ ۱۳ میں فرماتے ہیں۔ پس ظہور جمیع اسماء' اسماء متقابلہ چوں ہادی و مضل ، معطی ومانع' معزو مذل' باسط و قابض' رافع' مناقص و اسماء غیر متقابلہ و جمیع حقائق مختلفہ و جمیع افراد متعددہ از اعلیٰ و ادنیٰ ونفیس و خسیس از عرش تا فرش ملا ئکہ علوی جنات سفلی ہمہ ناشی ازاں حقیقت محمدی است وَقَوْلُ رَسُوْلٍ مَقْبُوْلٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَ خَلَقَ اللّٰہُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ مِنْ نُوْرِیْ۔ وَقَوْلُ لَوْلَاکَ لَمَاخَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ وَنِعْمَتُہٗ

لَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ رُبُوْبِیَّه۔

ترجمہ : پس تمام اسماء جو متقابلہ اسماء میں سے ہیں' ان کا ظہور ہوتا۔ جس طرح ہادی' مضل' معطی' مانع' باسط' قابض' رافع و مناقص اور اسماء غیر متقابلہ اور تمام حقائق مختلفہ و تمام افراد متعدد و اعلیٰ و ادنیٰ و نفیس و خسیس عرش سے فرش تک اور ملائک علوی اور جنات سفلی تمام اس حقیقت محمدی سے پیدا ہوئے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اول مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ وَ خَلَقَ مَاخَلَقَ اللّٰهُ مِنْ نُوْرِیْ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا اور پیدا کیا اللہ نے جو کچھ پیدا کیا میرے نور سے۔ اور فرمان الٰہی ہے لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ اگر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک کو بھی پیدا نہ کرتا اور آپ کی تعریف میں بھی ہے لَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرُّبُوْبِیَّةَ اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کا بھی اظہار نہ کرتا۔

مولانا عبدالرحیم مرحوم کی کلام سے مندرجہ ذیل امور اخذ ہوئے۔

۱۔ ان کا عقیدہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور سب مخلوق سے پہلے پیدا ہوا اور اسی نور سے باقی مخلوق پیدا ہوئی۔

۲۔ حدیث اول مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ کی صحت کی تصدیق بھی ہوئی۔

۳۔ حدیث لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ ۔ لَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرُّبُوْبِیَّةَ ان دو احادیث کی تصدیق بھی ہوئی۔

مولانا عبدالرحیم مرحوم تمام علماء دیوبند اور تمام علماء اہل حدیث کے نزدیک بھی مقبول شخصیت ہیں۔

۳- نواب صدیق حسن بھوپالی کا عقیدہ

یہ اہل حدیث اور جماعت دیوبندیہ کے نزدیک ایک مقتدر ہستی ہیں۔ اپنی کتاب "ہدایت السائل الی ادلتہ المسائل" صفحہ ۲۱۶ و صفحہ ۲۱۷ مطبوعہ دہلی پر لکھتے ہیں۔

"طلوع آفتاب نبوت و نیر اعظم رسالت اولا از افق ہند بودہ است زیر آنکہ آدم علیہ السلام اول انبیاء ست و چوں نور نبوت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در صلب اوبود از وے باصلائت دیگر بتدریج ازمنہ منتقل شد ثابت شد کہ مطلع نور محمدی و مبدء این فیض سرمدی ہند است وغایت ومنتہی و مظہروجود عنصری و مجلا او عرب و کفی بالھند شرف و خصلا"

ترجمہ : نبوت کا آفتاب اور رسالت کا بڑا ستارہ پہلے ہندوستان میں طلوع ہوا ہے کیونکہ دنیا میں سب سے پہلے نبی آدم علیہ السلام ہیں اور نور نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پشت میں ودیعت تھا اور ان کی پشت سے بتدریج زمانہ دوسری پشتوں میں منتقل ہوا۔ اس سے ثابت ہوا کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلع اور مبدء جو فیض ابدی میں ہندوستان ہے۔ اور اس کی انتہاء اور صورت بشری کا ظہور عرب میں ہوا۔ ہندوستان کے لئے یہ بہت بڑا شرف اور فضل ہے۔

۱- عبارات سے بھی یہ ثابت ہوا کہ نور محمدی یعنی حقیقت نبی ﷺ آدم

علیہ السلام سے پہلے موجود تھی اور ان کے بدن میں منتقل ہوئی۔ اور پھر بتدریج زمانہ باقی انبیاء کی پشتوں میں منتقل ہوئی۔

۲۔ پہلے یہ حقیقت نوری تھی پھر اسے عرب میں صورت بشری حاصل ہوئی۔

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں ابتداء نبوت ہندوستان سے ہوئی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پشت آدم میں جزیرہ لنکا میں اترے' پھر وہاں سے انتقال کر کے عرب میں بصورت بشری جلوہ افروز ہوئے ان کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

كَانَتْ لِاٰدَمَ اَرْضُ الْهِنْدِ مَنْهَبَطًا
وَفِيْهِ نُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَشْمُوْلُ

ترجمہ : حضرت آدم علیہ السلام پہلے ہندوستان میں اتارے گئے جبکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ان کے اندر شعلے مار رہا تھا۔ (حج الکرامۃ فی آثار القیامۃ صفحہ ۱۴۱)

۴۔ محمد یعقوب نانوتوی کا عقیدہ

محمد یعقوب نانوتوی جو مدرسہ دیوبند کے مدرس اول تھے اپنے قصیدہ میمومیہ میں نعت سید الابرار میں عقیدہ نور کی تائید کرتے ہیں۔

خدا نے نور کیا وہ تمہارا نورانی
کہ جس کے سامنے آئے نظر ہے نور ظلام

وہ نور آپ کا تھا جو ہوئی امانت عرض
سماء و ارض و جبال و شجر رہے جی تھام

وہ نور غیب سے ظاہر بشر کی صورت میں
کہ جیسے ضمہ سے کسرہ کیجئے اشمام

آخری شعر ملاحظہ ہو یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بشری صورت میں نور مستور تھے۔ یعنی آپ کی حقیقت نور تھی اور صورت بشری تھی۔ اسی مثال کو یوں سمجھیں کہ جس طرح ضمہ کو جسے ہم پیش کہتے ہیں' کسرہ جسے ہم زیر کہتے ہیں' اشمام کیا جائے۔ یعنی پیش کو اسی طرح پڑھیں کہ زیر کی صورت میں ادا ہو' گویا جس طرح ضمہ کو کسرہ میں چھپایا جاتا ہے اسی طرح نور محمدی کو صورت بشری میں چھپایا گیا۔

۵۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کا عقیدہ

مولانا رشید احمد گنگوہی جو دیوبندیوں کے علوم ظاہری اور علوم باطنی میں مسلمہ بزرگ ہیں اور ان میں قطب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اپنی کتاب "امداد السلوک" صفحہ ۵۸ فارسی میں لکھتے ہیں کہ

"حق تعالیٰ درشان حبیب نور صلی اللہ علیہ وسلم فرمود۔ کہ البتہ آمدہ نزد شما از طرف حق تعالیٰ نور و کتاب مبین۔ مراد از نور ذات پاک حبیب خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہست۔"

یعنی نور سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں۔

اسی کتاب میں فرماتے ہیں :

" بتواتر ثابت شدہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سایہ نداشتند و ظاہر است کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل مے دارند۔"

یعنی تواتر سے ثابت ہے کہ آنحضرت کا سایہ نہ تھا اور یہ ظاہر ہے کہ نور کے بغیر ہر شئے سایہ رکھتی ہے۔ تو ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور ہیں۔

٦۔ مولوی انور شاہ کشمیری کا عقیدہ

مولوی انور شاہ مرحوم کشمیری جو دارلعلوم دیوبند کے چوٹی کے دورہ حدیث تھے کے مدرس تھے۔ فرماتے ہیں (شعر عقیدہ الاسلام صفحہ ۲۱۴ مطبوعہ دیوبندہ)

کاندر آنجا نور حق بود و بند دیگر حجاب
دید و بشید آنچہ جز وے کس نشیدونہ دید

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں فرماتے ہیں کہ شب معراج عرش معلیٰ پر اللہ کے ہاں' وہاں اللہ تعالیٰ تھا اور نور حق یعنی نور محمد یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو سراپا نور تھے۔ دونوں تھے اور اس نور نے جو کچھ سنا یا دیکھا کسی دوسرے نہ دیکھا نہ سنا۔ ان کے اس عقیدہ سے مندرجہ ذیل عقائد اخذ ہوئے۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے' آپ کی حقیقت نوری تھی۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور اس کا کلام سنا یہ

فخر کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوا۔

۷ ۔ مولانا ذوالفقار علی دیوبندی کا عقیدہ

مولوی ذوالفقار علی دیوبندی جو کہ علماء دیوبند میں سے ہیں بڑے فاضل ادیب شمار ہوتے ہیں اور تقریباً سب کتب ادب کے شارح یا محشی ہیں۔ قصیدہ بردہ کے شعر کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ شعر

وکل آیای اتی الرسل الکرام بها
فانما اتصلت من نوره بهم

ترجمہ : ہر معجزہ جس کو رسولان کرام لائے۔ سوائے اس کے نہیں کہ وہ معجزہ ان کو صرف بدولت حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم پہنچا ہے۔ کیونکہ آپ ہی باعث ایجاد خلق ہیں۔ **اول ماخلق اللّٰہ نوری** عطر الوردہ صفحہ ۲۴ مطبوعہ دیوبند اسی شرح بردہ شریعت میں لکھتے ہیں ۔

کے ملک کردی بہ پیش آدم خاکی سجود
نور تو دروے نبودے گر ودیعت ای ہدیٰ

ترجمہ : اے ہادی کل صلی اللہ علیہ وسلم اگر حضرت آدم علیہ السلام خاکی میں آپ کا نور مبارک ودیعت نہ ہوتا تو فرشتے ان کو کب سجدہ کرتے۔

۸ ۔ مولوی حسین احمد مدنی کا عقیدہ

مولوی حسین احمد مدنی جو دارالعلوم دیوبند میں مدرس اور ناظم اعلیٰ رہے

ہیں وہ اپنی کتاب "الشہاب الثاقب" صفحہ ۴۷ مطبوعہ دیوبند میں لکھتے ہیں کہ

"ازل سے ابد تک جو رحمتیں عالم پر ہوئی ہیں اور ہونگی عام ہے وہ نعمت وجود کی ہو یا اور کسی قسم کی ان میں آپ کی ذات پاک اسی طرح پر واقع ہوئی کہ آفتاب سے نور چاند میں آیا ہوا اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں۔"

غرضیکہ حقیقت محمدیہ **علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ** واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیاں ہے۔ یہی معنی **لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ** اور **اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَاَنَا نَبِیُّ الْاَنْبِیَاءِ** وغیرہ کے ہیں۔

مولانا حسین احمد مدنی کے عقیدہ سے مندرجہ امور ثابت ہیں۔

۱۔ تین احادیث **لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ اَنَا نَبِیُّ الْاَنْبِیَاءِ** کی صحت کی تائید ہوتی ہے یعنی ان کے نزدیک تینوں درجہ صحت رکھتی ہیں۔

۲۔ **لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ** یعنی اگر حضور ﷺ کی حقیقت محمدیہ تمام کائنات سے پہلے تخلیق نہ ہو چکی ہوتی تو کائنات کو پیدا نہ کیا جاتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حسین احمد مدنی کے نزدیک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خلقت میں سب سے پہلے ہیں باقی کائنات حتیٰ کہ آدم علیہ السلام سب خلقت میں پیچھے ہیں۔

۳۔ **اَنَا نَبِیُّ الْاَنْبِیَاءِ** حدیث کا اشارہ میثاق النبین کی طرف ہے اور اشارہ **کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ** کی طرف ہے۔ اس سے بھی حقیقت

محمدیہ کی اولیت تخلیق ثابت ہوتی ہے۔

۹۔ مولوی محمد طاہر قاسمی کا عقیدہ

مولوی طاہر قاسمی جو بانی مدرسہ دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی کے پوتے ہیں واضح طور پر لکھتے ہیں کہ سب سے اول حق تعالیٰ نے نور عقل کو پیدا کیا جس کا دوسرا نام حقیقت محمدیہ ہے۔ اس کو تمام عالم کے لئے مدبر اور درجہ شرافت بنایا۔ اسی لئے تمام فرشتوں کو ان کے آگے جھک جانے کا حکم ہوا۔ خدا کے بعد درجہ عقل اول حقیقت محمدیہ کا ہے۔ اسی لئے جس مخلوق میں یہ نور عقل نہیں جھلکتا وہ مخلوق عالم صف اول میں جگہ نہیں پاسکتی۔ معلوم ہوا کہ نور محمدی بلحاظ خلقت سب مخلوق سے اول ہے اور بلحاظ ظہور سب سے آخر ہے۔ اسی لئے نور محمدی کا اول و آخر نور خدا ہونا تو ہو سکتا ہے لیکن اور کسی کے نور نبوت کا یہ منصب نہیں ہو سکتا۔ نہ حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبوت کا وجود ہی تسلیم کیا جاسکتا ہے اور اگر تسلیم کیا جائے تو اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ ایسے منکر گروہ نے حقیقت محمدیہ کی اولیت کا بھی انکار کر دیا ہے۔ "عقائد الاسلام قاسمی" صفحہ ۳۲ و ۳۳ مطبوعہ ادارہ المعارف دیوبند۔

خلاصہ : نور محمدیہ یا حقیقت محمدیہ سب سے پہلی مخلوق ہیں۔ اسے حدیث اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نوری کی تصدیق ہوئی۔ حقیقت محمدیہ تمام عالم کے لئے مدبر عالم کی حیثیت رکھتی ہے۔ حقیقت محمدیہ اول و آخر ہے۔ ان سے پہلے کوئی مخلوق نہ تھی اور صورت کے لحاظ سے سب سے آخری نبی ہیں' نہ آپ

کی اولیت کا انکار کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی آخریت کا۔ حقیقت کے لحاظ سے سب سے پہلے نبی ہیں اور صورت بشری کے لحاظ سے سب سے آخری نبی ہیں۔

۱۰۔ قاری محمد طیب دیوبندی کا عقیدہ

قاری محمد طیب دیوبندی موجودہ زمانہ کے دیوبندیوں کے مقتدر شخص قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نورانیت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک اور حقیقت پاک سب ہی نور ہیں۔ سب میں نورانیت اور جاذبیت نظر آتی ہے۔ بات کرتے وقت آپ کے دانتوں سے نور چھنتا ہوا نظر آتا۔ بینی مبارک (ناک) کا نور کی وجہ سے بلند محسوس ہونا۔ چہرے مبارک کی چمک دمک میں سورج جیسا محسوس ہونا۔ نص حدیث كَانَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ آپ کے چہرہ مبارک کا مقابلہ کر کے صحابہ کا آپ کے چہرہ مبارک کا نور کو چاند پر فوقیت دینا اور حقیقت محمدی کو حدیث میں نور کہا جاتا ہے۔ سب اسی کی علامات اور آثار ہیں۔ "آفتاب نبوت" صفحہ ۳۹ و ۴۰ جلد اول۔

قاری صاحب کے عقیدہ سے (یعنی ..... حقیقت محمدیہ کو حدیث میں نور کہنا) یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ حدیث صحیح ہے اور حقیقت محمدیہ کی تخلیق، تخلیق اول ہے۔

۱۱۔ محمد ادریس کاندھلوی کا عقیدہ

مولوی محمد ادریس کاندھلوی دیوبندیوں کے مشہور و معروف عالم اور فر..

ادب میں ممتاز مقدمہ مقامات حریری کے مؤلف اپنی کتاب "عقائد الاسلام" صفحہ ۷۷ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں لکھتے ہیں ۔

آنچہ اول شد پدید از جیب غیب
بود نور پاک او بے ہیچ ریب

اس شعر سے تصدیق ہوتی ہے کہ اول ماخلق اللہ نوری حدیث ان کے نزدیک صحیح حدیث ہے۔ محمد ادریس کاندھلوی ہی کتاب "بشائر النبین" صفحہ ۵۷ میں لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور قرآن مجید کو نور مبین کہا گیا ہے۔

۱۲۔ قاری صاحب کا عقیدہ

قاری محمد طیب دیوبندی ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ آفتاب نبوت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان صرف نبی ہونا ہی نہیں کیونکہ یہ شان قدر مشترک کے طور پر نبی میں موجود ہے۔ نیز ان تمام نجوم ہدایت یعنی انبیاء علیہم السلام سے کمالات نبوت میں محض اضافی طور پر کچھ زائد یا فائق ہونا بھی نہیں کیونکہ یہ تفاضل اور فرق مراتب اور انبیاء میں بھی قائم ہے جیسے قول باری تعالیٰ **تلک الرسل الایتہ** بلکہ آپ کا اصلی امتیازی وصف یہ ہے کہ آپ نور نبوت میں سب انبیاء کے مربی ہیں۔ ان کے حق میں مصدر فیض اور ان کے انوار کمال کی اصل ہیں۔ اس لئے اصل میں نبی آپ ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام سے نہیں بلکہ آپ کے فیض سے نبی ہوئے ہیں۔ ان مقدسین سابقین (انبیاء کرام علیہم السلام) باکمال و حقیقت ان کے

جوہروں کی صفائی اور شفافی اور استعداد اور ان کی باطنی استعدادوں کا فطری کمال ہے کہ جونہی ان کے قلوب صافی اور ارواح طاہرہ کے سامنے آفتاب نبوت سرور عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نورانی چہرہ آیا انہوں نے اس کی ساری شعاعیں قبول کر لیں اور خود منور ہو کر دوسروں کو وہ روشنی پہنچانی شروع کر دی۔ پس آپ ان سب حضرات انبیاء کے حق میں مربی اور دراصل نور ثابت ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے کو نبی امت ہی نہیں کہا بلکہ نبی الانبیاء بھی فرمایا ہے۔ جیسے کہ روایت حدیث میں مصرح ہے پس جیسے آپ امت کے حق میں نبی امت ہونے کی وجہ سے مربی ہیں ویسے ہی نبیوں کے حق میں بوجہ نبی انبیاء ہونے کے مربی ہیں۔ حضور کی شان محض نبوت ہی نہیں نکلتی بلکہ نبوت بخش نکلتی ہے کہ جو بھی نبوت کی استعداد پایا ہوا آپ کے سامنے آیا نبی ہو گیا۔ اور اس طرح نور نبوت آپ ہی سے چلا اور آپ ہی پر لوٹ کر ختم ہو گیا اور یہی شان خاتم کی ہوتی ہے کہ اسی سے اس کے وصف کی ابتداء بھی ہوتی ہے اور اسی پر انتہا بھی ہو جاتی ہے۔ اسی لئے ہم آپ کو وصف نبوت کے لحاظ سے صرف نبی ہی نہیں کہیں گے بلکہ خاتم النبین کہیں گے کہ آپ ہی پر تمام انوار نبوت کی انتہاء ہے۔ جس سے آپ منتہائے نبوت ہیں۔ آپ ہی سے نبوت چلتی ہے اور آخرکار آپ ہی پر عود کر آتی ہے۔ پس آفتاب کی تمثیل سے آفتاب نبوت کا مبدء بھی ثابت ہے اور منتہا بھی۔ نبوت میں اول بھی نکلتا ہے اور آخر بھی فاتح بھی اور خاتم بھی۔ چنانچہ آپ نے اپنی نبوت کی اولیت کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا۔ كُنْتُ نبيا وَّ آدمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ

جس سے واضح ہے کہ آپ انبیاء کے حق میں بمنزلہ اصل کے ہیں۔ باقی انبیاء آپ کی نسبت فرع کے ہیں۔ ان کا علم اور خلق آپ کے فیض سے ظہور پذیر ہوا۔ (آفتاب نبوت صفحہ ۱۱۱ از قاری طیب دیوبندی)

۱۴۳۔ قاری محمد طیب کا عقیدہ

قاری محمد طیب دیوبندی ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ طبعی طور پر آفتاب کے سلسلہ میں سب سے پہلے اس کا وجود اور خلقت ہے۔ جس سے اسے اپنے سے متعلقہ مقاصد کی تکمیل کا موقف ملتا ہے۔ اگر وہ پیدا نہ کیا جاتا تو عالم میں چاندنی اور روشنی کا وجود نہ ہوتا اور کوئی بھی دنیا کو نہ پہچانتا۔ گویا اس کے آنے کی صورت میں نہ صرف یہی کہ وہ خود ہی پہنچانا جاتا ہے۔ دنیا کی کوئی چیز بھی نہ پہچانی جاتی۔ ٹھیک اسی طرح اس روحانی آفتاب (آفتاب نبوت) کے سلسلہ میں اولا" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش ہے اور آپ کا اس ناسوتی دنیا میں تشریف لانا ہے۔ اس کو ہم اصطلاحا" ولادت باسعادت یا میلاد شریف کہتے ہیں۔ اگر آپ دنیا میں تشریف نہ لاتے تو نہ صرف یہی کہ آپ نہ پہچانے جاتے بلکہ عالم کی کوئی چیز بھی اپنی غرض وغائیت کے لحاظ سے نہ پہچانی جاتی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ (آفتاب نبوۃ صفحہ ۱۱۴ تا ۱۲۵)

خدا کے ہیں پیارے محمد نبی
ہوئے ان کی خاطر سے پیدا سبھی

حیات وحید الزمان صفحہ ۱۲

میں نے اس رسالہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی حقیقت عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کیونکہ میرا عقیدہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فخرموجودات حقیقت کے لحاظ سے نور محض ہیں' صرف آپ کی ظاہری صورت بشری ہے۔ میں نے اہلسنّت و الجماعت البریلویہ کے عقیدہ کی ترجمانی کی ہے اور اپنے اس عقیدہ میں مندرجہ ذیل دیوبندی حضرات علماء کو بھی شریک پایا ہے۔ انہوں نے اپنے اس عقیدہ کا مخلصانہ طور پر اظہار کیا ہے نہ کہ منافقانہ طور پر (نعوذباللہ من ذالک) اس لئے میں کہہ سکتا ہوں کہ اہل السنتہ الجماعت کے دو عظیم فرقے بریلوی اور دیوبندی اس امر پر متفق ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔ نور آپ کی حقیقت ہے' آپ کی بشریت ظاہری ہے جو صورت لباس کا حکم رکھتی ہے۔ یہ نوری حقیقت آدم علیہ السلام سے ہزاروں سال پہلے تخلیق ہوئی اور اسی نوری حقیقت سے باقی ساری مخلوق پیدا ہوئی۔ عرش و فرش کا وجود ملک و انس کا وجود جنت و دوزخ سب کا وجود اسی سے ہوا۔ آدم علیہ السلام سے پہلے یہ حقیقت نوری عرش و کرسی کی طرح موجود تھی۔

جبرئیل علیہ السلام کی عمر

تو سنئے جبرئیل امین کی زبانی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی۔ مدنی تاجدار' حبیب کردگار صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور و معروف صحابہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جرائیل امین سے پوچھا کَمْ عُمِّرْتَ مِنَ

السِّنِیْنَ تمہاری عمر کتنے سال ہے۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ میں بہت زیادہ تفصیل سے اپنی عمر کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔ البتہ اتنا جانتا ہوں کہ چوتھے حجاب میں ایک ستارہ تھا (جبکہ ابھی تک آدم علیہ السلام پیدا نہیں ہوئے تھے) یَطْلُعُ فِیْ کُلِّ سَبْعِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ مَرَّۃً رَائِیَۃُ اِثْنَیْنِ وَسَبْعِیْنَ اَلْفَ مَرَّۃٍ وہ ستارہ ہر ستر ہزار سال کے بعد طلوع ہوتا تھا۔ میں نے اس ستارہ کو بہتر ۷۲ ہزار بار دیکھا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ ستارہ میں ہوں۔ اب اظہر من الشمس ہے کہ نبی کریم روؤف و رحیم علیہ افضل الصلوۃ والسلام کی ذات والاصفات سیدنا آدم علیہ السلام سے بہت پہلے موجود تھی۔ لہٰذا آپ کی حقیقت بشری نہیں کیونکہ بشریت کی ابتداء سرکار آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ اسی لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اپنے رب کریم جل جلالہ کی عزت کی قسم کہ وہ ستارہ میں ہی ہوں۔ وَعِزَّۃِ رَبِّیْ جَلَّ جَلَالُہٗ اَنَا ذَالِکَ الْکَوْکَبُ (سیرت حبیبہ جلد ۱، صفحہ ۴۹۔ جواہرالبحار صفحہ ۷۷۶۔ تاریخ کبیر از امام بخاری۔ روح البیان صفحہ ۹۷۴۔)

۱۴۔ عبدالحی لکھنوی کا عقیدہ

عبدالحی لکھنوی جو دیوبندیوں اور وہابیوں کے نزدیک مسلمہ اور مستند ہیں رقمطراز ہیں کہ "بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب دھوپ میں اور چاندنی میں چلتے تھے تو آپ کا سایہ نہ ہوتا کیونکہ سایہ کثیف ہوتا ہے اور آپ کی ذات سر سے قدم تک نور ہے۔ (التعلیق العجب صفحہ ۱۳)

۱۵- امام فخر الدین رازی کا عقیدہ

اِنَّ الْمَلَائِکَۃَ اُمِرُوْا بِالسُّجُوْدِ لِاٰدَمَ لِاَجْلِ اَنَّ نُوْرَ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ فِیْ جَبْہَتِہٖ (تفسیر کبیر ج ۱ صفحہ ۳۰۲- جواہر البحار صفحہ ۴۵۵)

یعنی آدم علیہ السلام کے سامنے فرشتوں کو سجدہ حکم اس لئے دیا گیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ان کی پیشانی میں تھا۔

۱۶- علامہ عبد الغنی نابلسی کا عقیدہ

قَدْ خُلِقَ کُلُّ شَیْءٍ مِّنْ نُّوْرِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَمَا وَرَدَ فِی الْحَدِیْثِ الصَّحِیْحِ حَدِیْقَۃِ نَدِیَّۃٍ فِیْ طَرِیْقَۃٍ مُّحَمَّدِیَّۃٍ

یہ چیز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا ہوئی جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔

۱۷- ابن حجر مکی کا عقیدہ

اِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ نُوْرًا اِنَّہٗ اِذَا مَشٰی فِی الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَا یُظْہَرُ لَہٗ ظِلٌّ لِاَنَّہٗ لَا یُظْہَرُ اِلَّا لِکَثِیْفٍ وَھُوَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ خَلَّصَہُ اللّٰہُ مِنْ سَائِرِ الْکَثَافَاتِ الْجِسْمَانِیَّۃِ وَصَیَّرَہٗ نُوْرًا صِرْفًا لَا یُظْہِرُ لَہٗ ظِلٌّ اَصْلًا" شرح قصیدہ ہمزیہ

افضل القری (از ابن حجر مکی)

ترجمہ : نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نور محض بنایا۔ جب آپ دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نہ ہوتا کیونکہ سایہ کثیف چیزوں کا ہوتا ہے۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام بدنی کثافتوں سے پاک کیا تھا۔ اس لئے آپ کا ہرگز سایہ نہ ہوتا۔

۱۸۔ امام غزالیؒ کا عقیدہ

امام محمد غزالی علیہ رحمتہ اپنی کتاب " دقائق الاخبار " کے ابتداء میں "فِیْ تَخْلِیْقِ نُوْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ" لکھتے ہیں گویا آپ نے نور محمد کے بیان کا مستقبل باب قائم کیا ہے جس سے صاف واضح ہے کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کے قائل تھے۔

۱۹۔ علامہ اسماعیل حقی مفسر تفسیر روح البیان کا عقیدہ

قَدْ اِتَّفَقَ اَھْلُ الظَّاھِرِ وَالشُّھُوْدِ عَلٰی اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ جَمِیْعَ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ نُّوْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہ علیہِ وَسَلَّمَ (تفسیر روح البیان صفحہ ۱۳۹ جلد سوم)

۲۰۔ علامہ جلال الدین سیوطی کا عقیدہ

علامہ جلال الدین امام المحدثین اپنا اور ابن سبع کا عقیدہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ قَالَ ابْنُ سُبْعٍ مِنْ خَصَائِصِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ

ظِلُّہٗ کَانَ لَایَقَعُ عَلَی الْاَرْضِ وَاِنَّہٗ کَانَ نُوْرًا" (خصائص الکبریٰ)

ترجمہ : ابن سبع کہتے ہیں کہ دھوپ میں آپ کا سایہ زمین پر نہ ہوتا کیونکہ آپ نور ہیں۔

۲۱۔ علامہ زرقانی کا عقیدہ

عمدۃ المحدثین علامہ محمد بن باقی زرقانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اول ما خلق اللہ نوری کے مطابق کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا ہے اور اسی لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نور بنایا ہے اور سب سے اول پیدا کیا ہے۔ آپ کو نور الانوار وابوالارواح کہا جاتا ہے۔ (زرقانی صفحہ ۷ جلد ۱۔ مطبوعہ مصر)

علامہ زرقانی دوسری جگہ حدیث کُنْتُ اَوَّلُ النَّبِیِّیْنَ فِی الْخَلْقِ یعنی تخلیق کے لحاظ سے میں سب نبیوں سے پہلے پیدا ہوا۔ (زرقانی شریف صفحہ ۱۶۴ ج ۳۔)

اِبْرَازُ الْحَقِیْقَۃِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ مِنْ اَنْوَارِ الصَّمَدِیَّۃِ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

> "ھِیَ عَیْنُ النُّوْرِ الْاَحْمَدِیَّۃِ الْمُشَارِ اِلَیْہِ بِقَوْلِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ کَمَا فِیْ حَدِیْثِ جَابِرٍ عِنْدَ عَبْدُالرَّزَّاقِ مَعْنٰی یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ"

یعنی اس سے مراد نور احمدی ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث اشارہ کرتی ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا جیسا کہ عبدالرزاق والی معنوی حدیث دلالت کرتی ہے کہ اے جابر اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا۔ (زرقانی صفحہ ۴۷ ج ۱)

خلاصہ کلام : زرقانی رحمتہ اللہ علیہ جابر کی حدیث نور **اول ماخلق اللہ نوری** کی حدیث دونوں سے مراد حقیقت محمدیہ ہے جسے نور سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حقیقت محمدیہ سب اشیاء سے پہلے تخلیق کی گئی۔ تمام کائنات اس کے بعد پیدا ہوئی۔ پھر لکھتے ہیں :

اِنَّ وَجْهَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ شَدِيْدُ النُّوْرِ بِحَيْثِيَّتٍ يَقَعُ نُوْرُهٗ عَلَى الْجِدَارِ اِذَا قَابَلَهَا۔

یعنی آپ کا چہرہ اس قدر نورانی تھا جب اس کی نورانیت دیواروں پر پڑتی تو دیواریں چمک اٹھتیں۔ (زرقانی صفحہ ۲۱۰ - ج ۶)

۲۲۔ ملا علی قاری کا عقیدہ

سید المحدثین ملا علی قاری رحمتہ الباری فرماتے ہیں :

اَمَّا نُوْرُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَهُوَ فِىْ غَايَتِهٖ مِنَ الظُّهُوْرِ شَرْقًا وَّ غَرْبًا وَّ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرٌ وَّ سَمَّاهُ فِىْ كِتَابِهٖ نُوْرًا

یعنی نور محمدی شرقاً غرباً خوب ظاہر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے نور کو سب سے پہلے پیدا کیا اور قرآن میں آپ کا نام نور رکھا۔ (موضوعات کبیر صفحہ ۸۶۔)

۲۳۔ قاضی عیاض کا عقیدہ

اِنَّہٗ کَانَ لَاظِلَّ لِشَخْصِہٖ فِیْ شَمْسٍ وَلَا فِیْ قَمَرٍ لِاَنَّہٗ کَانَ نُوْرًا

یعنی آپ کا سایہ نہ سورج میں تھا نہ چاند میں تھا کیونکہ آپ نور ہیں۔ (الشفا صفحہ ۲۴۳ مطبوع مصر۔)

۲۴۔ علامہ خفاجی کا عقیدہ

علامہ احمد شہاب الدین الخفاجی المصری علیہ الرحمتہ اپنا عقیدہ تحریر فرماتے ہیں:

کَانَ نُوْرُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ جِبَاہِ اٰبَائِہٖ مِنْ اٰدَمَ اِلٰی اَبِیْہِ عَبْدِاللّٰہِ وَھُوَ نُوْرٌ جِسْمِیٌّ کَالْقَمَرِ فِیْ لَیْلَۃِ الظُّلْمَۃِ (شرح الشفاء صفحہ ۱۱۱)

یعنی آپ کا نور آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے والد حضرت عبداللہ کی پیشانیوں میں جسمی نور کی حیثیت سے موجود تھا جیسے اندھیری راتوں میں چاند۔

۲۵- علامہ حلبی کا عقیدہ

علامہ علی ابن برہان الدین علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں

اِذَا مَشٰی فِی الشَّمْسِ اَوِالْقَمَرِ لَایَکُوْنُ لَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ظِلّ لِاَنَّہٗ کَانَ نُوْرًا

یعنی آپ دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نہ ہوتا کیونکہ آپ نور ہیں۔ (سیرت حلبیہ صفحہ ۳۱۸ ج ۳ مطبوعہ مصر۔)

۲۶- علامہ سخاوی کا عقیدہ

علامہ سخاوی شمس الدین ابوالخیر محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی تحریر فرماتے ہیں :

لَاظِلّ لِشَخْصِہٖ فِیْ شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ لِاَنَّہٗ کَانَ نُوْرًا

یعنی آپ کا سایہ نہ سورج میں تھا نہ چاند میں تھا کیونکہ آپ نور ہیں۔ المقاصد الحسنۃ صفحہ ۶۳)

۲۷- علامہ سلیمان جزولی کا عقیدہ

علامہ سلیمان جزولی صاحب کتاب دلائل الخیرات شریف میں بارگاہ سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم میں دورد بھیجنے کا ہدیہ ان نورانی القاب سے پیش کرتے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا نُوْرِالْاَنْوَارِ وَسِرِّالْاَسْرَارِ

یعنی اے اللہ ہمارے آقا نور الانوار اور سر الاسرار پر اپنی رحمتیں نازل

فرمایا۔

گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علامہ جزولی کے نزدیک کائنات کے تمام انوار کا منبع ہیں۔ آپ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں (نور) بھی لکھا ہے۔ سید سلیمان جزولی کے متعلق اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ آپ کے وصال کے ستر سال بعد "بلاد سوس" آپ کی قبر سے نعش مبارک کو مراکش منتقل کیا گیا۔ تو آپ کو ایسا ہی پایا گیا جیسے دفن کیا گیا تھا۔ آپ کے حالات میں زمین نے کوئی اثر نہ کیا تھا اور طول زمانہ نے کوئی تغیر پیدا نہ کیا سر اور ڈھی میں خط بنوانے کا نشان ایسا ہی تھا جیسے انتقال کے وقت تھا کیونکہ انتقال کے روز آ . نے خط بنوایا تھا۔

دلائل الخیرات پڑھنے کا فیض

کسی شخص نے آپ کے . ہ پر انگلی رکھ کر چلائی تو اس کے نیچے سے خون ہٹ گیا جب انگلی اٹھائی تو خون لوٹ آیا جیسے زندہ آدمی میں ہوتا ہے۔ آپ کی قبر مراکش . ہے، قبر پر بہت عظمت برستی ہے، لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ بندھے رہتے . قبر پر دلائل الخیرات بکثرت پڑھتے ہیں اور پایہ ثبوت کو پہنچا ہے کہ حضو علیہ الصلوۃ والسلام پر کثرت درود کی وجہ سے قبر سے مشک کی خوشبو آتی . (جمال الانبیاء صفحہ ۱۳۸ - ۱۳۹ او جامع الکرامات اولیاء - فضائل درود شریف ۸۹)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی تلقین برائے قرات دلائل الخیرات

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اکابرین دیوبند محمد قاسم نانوتوی۔ رشید احمد

گنگوہی اور اشرف علی تھانوی کو دلائل الخیرات پڑھنے کی تلقین فرماتے۔ (المنہد صفحہ ۱۶۔)

شاہ ولی اللہ کو دلائل الخیرات کی اجازت

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی دلائل الخیرات کے متعلق فرماتے ہیں کہ دلائل الخیرات پڑھنے کی ہم کو (یعنی شاہ ولی اللہ کو) اجازت دی ہمارے شیخ ابو طاہر سے انہوں نے سید عبدالرحمٰن ادریس سے جو محجوب مشہور ہیں' سید شریف محمد بن سیلمان جزولی رحمتہ اللہ علیہ۔ (انتباہ فی سلاسل الاولیا صفحہ ۱۴۳۔)

۲۸۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ

حق سبحانہ او را نور و نام او را سراج منیر درغایت انارت خواند کہ روشن شد و پیدا گشت بوے طریق قرب و وصول و روشن شد بجمال و کمال وے ابصار و بصائر چنانچہ فرمود "**قَدْجَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ**" (مدارج النبوة صفحہ ۷۶ ج ۱)

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام نور اور سراج منیر رکھا کیونکہ آپ میں حد درجہ کی انارت تھی (انارت روشن کرنا' راہبری کرنا) آپ کی وجہ سے قرب و وصول الی الحق کے راستے روشن ہو گئے اور آپ کے جمال اور کمال سے آنکھیں اور دل و دماغ روشن ہو گئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **قَدْجَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ**

فخرالوہابیہ ابرہیم سیالکوٹی رقمطراز ہیں کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ سے مجھ عاجز ابراہیم میر کو علم و فضل اور خدمت علم حدیث اور صاحب کمالات ظاہری و باطنی ہونیکی وجہ سے حسن عقیدت ہے۔ آپ کی تصانیف میرے پاس موجود ہیں جن سے میں بہت علمی فوائد حاصل کرتا ہوں۔

وہابیہ نجدیہ کے مشہور رائٹر مولوی عبدالرحیم اشرف جو المنیر لائلپور کے ایڈیٹر بھی ہیں لکھتے ہیں :

اللہ عزوجل کی حکمت نے تین عظیم المرتبت شخصیتوں کو پیدا فرمایا جو اس ظلمت کدہ میں اسلام کے مسخ شدہ چہرہ کو اپنی اصلی حالت اور اصل نورانیت کی جلو میں پھر سے ظاہر کریں۔ ان حضرات نے قرآن اور حدیث کے خشک سوتوں کو از سرنو جاری کر دیا۔ اسلام کے عقائد کو اس شکل میں پیش کیا جو داعی اسلام فداہ روحی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیش کئے گئے تھے۔ علماء سو کو بے نقاب کر دیا گیا' ان کی اجارہ داری کو چیلنج کیا گیا اور واشگاف کہا گیا کہ ان کے اقوال اس قابل تو ضرور ہیں کہ انہیں جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے لیکن اس لائق ہرگز نہیں کہ انہیں اسلام کی تفسیر اور تعبیر کے طور پر حجت شرعی بنایا جائے۔ یہ عظیم تجدیدی کارنامے جن پاکباز نفوس نے انجام دیئے ان میں اول شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ ہیں جنہیں دنیائے اسلام میں مجدد الف ثانی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ دوم' شیخ عبدالحق محدث دہلوی ہیں جنہیں اس ملک میں حدیث نبوی کے علم کو عام کرنے کا شرف حاصل ہے۔ سوم' شیخ احمد بن عبدالرحیم جنہیں عالم اسلام میں شاہ ولی اللہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ (الاعتصام صفحہ نمبر ۱۹۵ مارچ ۱۹۵۴ء۔)

۲۹- مولانا رومی علیہ الرحمتہ کا عقیدہ

مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں ۔

نور حق راکس نہ جوید زاد و بود
خلقت حق راہ چہ حاجت تار و پود

اس شعر کا ترجمہ اور تشریح حکیم الامت اشرف علی تھانوی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

نور حق کے لئے کون زاد و بود تلاش کرتا ہے اور خلقت حق کے لئے تار و پود کی کیا ضرورت۔ مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مغز اور اصل نور خدا ہے تو اس کی کوئی اور اصل اور اس کے آباؤ اجداد تھوڑا ہی تھے۔ اس کے لئے تو کسی تانے بانے یا اصل کی ضرورت نہیں اس کی تو یہ شان ہے۔

کمترین خلعت کہ بدہد در ثواب
برنزاید برطراز آفتاب

یعنی سب سے گھٹیا خلعت کہ اللہ تعالیٰ ثواب بخشے وہ آفتاب کے نقش و نگار سے بہتر ہے تو بھلا پھر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا کیا ٹھکانہ، خوب سمجھ لو۔ (کلید مثنوی صفحہ ۱۵ دفتر چہارم مطبوعہ تھانہ بھون۔)

۳۰- علامہ صاحب تفسیر حسینی کا عقیدہ

علامہ حسین الدین کاشفی واعظ صاحب تفسیر حسینی علیہ الرحمتہ فرماتے

ہیں۔

وجہ تسمیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنور آنست کہ اول چیزیکے حق تعالیٰ و سبحانہ' بنور قدم از ظلمت کدہ عدم بوجود آوردہ' نور وے صلی اللہ علیہ وسلم بود۔

ترجمہ : آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور نام رکھنے کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا فرمایا اور عدم کے اندھیرے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور ازلی سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا فرمایا۔ آپ کی پیدائش [illegible] تمام کا [illegible] کو آپ کے لئے ظاہر فرمایا۔ اول ماخلق اللّٰہ نوری بعد ازاں تمام [illegible] ظہور [illegible] دگرانید۔

نور اوچوں اصل موجودات بود

ذات او چوں معطی ہر ذات بود

ترجمہ : جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور تمام کائنات کا اصل ہے تو گویا وہی سب کو وجود عطا کرنے والا ہے۔ (تفسیر حسینی فارسی صفحہ نمبر ۱۱۴۰ مطبوعہ نو لکشور۔)

۳۱۔ شیخ سعدی علیہ رحمتہ کا عقیدہ

شیخ مصلح الدین سعدی علیہ الرحمتہ اپنا عقیدہ پیش کرتے ہیں ۔

کلے کہ چرخ فلک طور اوست

ہمہ نور ہا پر تو نور اوست

ترجمہ : آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوئے بجائے پہاڑ طور کے ان کا طور آسمان بنا اور تمام نورانی ذرلت ان کی ذلت نورانی کا عکس ہیں۔ (بوستان سعدی۔)

۳۲۔ شیخ عطار کا عقیدہ

شیخ فرید الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ جن کی کتابیں "پندنامہ اور منطق الطیر" درس نظامی میں پڑھائی جاتی ہیں ان کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں جیسے کہ دیوبندیوں کی مقتدر شخصیت ادریس کاندھلوی نے ان کے یہ اشعار اپنی کتاب "عقائد الاسلام" میں نقل کئے ہیں' ان سے عیاں ہے۔

آفتاب شرع دریائے یقیں
نور علم رحمتہ للعالمین

ترجمہ : آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دین کا سورج اور یقین کا دریا ہیں۔ تمام کائنات کے لئے نور اور رحمت ہیں۔

آنچہ اول شد پدید از جیب غیب
بود نور پاک اوبے ہیچ ریب

ترجمہ : گریبان غیب سے جو سب سے پہلے نمودار ہوا بلاشک وہ آپ ہی کا نور مبارک تھا۔

۳۳۔ علامہ جامی علیہ الرحمتہ کا عقیدہ

علامہ عبدالرحمٰن جامی جن کی کتاب "جامی شرح کافیہ" تمام دینی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ ہر عالم دین کہلانے والا جامی کا مرہون منت ہے۔

فصلی اللہ علے نور کزو شد نورہا پیدا
زمیں در حب او ساکن فلک در عشق او شیدا

ترجمہ : اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اس نوری ذات پر نازل ہوں جس کے نور سے کائنات کی تمام نورانی شخصیات پیدا ہوئیں۔ اور زمین انہی کی محبت کی وجہ سے سکون پذیر ہے اور آسمان انہی کے عشق میں شیدا و فدا ہو چکا ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) (کلیات جامی)

۳۴۔ علامہ یوسف نبہانی کا عقیدہ

علامہ یوسف نبہانی رحمتہ اللہ علیہ جن کی منقبت میں دیوبندیوں کے مشہور مولوی محمد میاں صدیقی جامعہ مدینہ لاہور والے لکھتے ہیں کہ علامہ یوسف نبہانی چودھویں صدی ہجری کے اوائل کی ایک فاضل اور یگانہ روزگار شخصیت ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے آپ کو والہانہ عشق تھا۔ اس کی حرارت ان تحریروں میں عیاں ہے۔ یہ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق اور محبت کا اعجاز تھا جس نے آپ کے قلم سے ہزاروں صفحات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اخلاق پر تحریر کر

دیئے۔ (شمائل رسول صفحہ نمبر۹ مطبوعہ لاہور۔)

علامہ بنہانی نے اپنے عقیدہ کا اظہار اس طرح فرمایا۔

وَهُوَ نُورُ الْاَنْوَارِ اَصْلُ الْبَرَایَا

حِیْنَ لَا آدَمُ وَلَا حَوَّا !

ترجمہ : وہ نوری ذات جو تمام کائنات کا نور و اصل ہیں وہ نوری شخصیت موجود تھی جب آدمؑ اور حوا بھی موجود نہ تھے۔

(طیب السفراء فی مدح سید الانبیاء صفحہ ۱۸) پر پھر فرمایا کَانَ اِذَا تَبَسَّمَ فِی اللَّیْلِ اَضَاءَ الْبَیْتَ (جواہر البحار صفحہ نمبر۲۲۴۔)

ترجمہ : جب آپ ﷺ تبسم فرماتے تو نور سے مکان روشن ہو جاتا۔ پھر فرمایا اِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ لَاظِلَّ لِشَخْصِہٖ فِیْ شَمْسٍ وَّلَا قَمَرٍ لِاَنَّہٗ کَانَ نُوْرًا"

ترجمہ : آپ کے جسم مبارک کا سایہ دھوپ اور چاندنی میں نہ تھا کیونکہ آپ نور ہیں۔ (جواہر البحار صفحہ نمبر۶۱) پھر لکھتے ہیں اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرُہٗ وَمِنْہُ خُلِقَ الْخَلَائِقِ کُلُّھَاءَ

ترجمہ : اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ کی نوری حقیقت پیدا کی پھر اس سے تمام کائنات کو پیدا کیا اَلدَّلَالَاتُ الرَّضْحَاتُ صفحہ نمبر۸ برحاشیہ دلائل الخیرات)

۳۵- علامہ دحلان کا عقیدہ

(برحاشیہ دلائل الخیرات) علامہ احمد دحلان زینی مکی علیہ الرحمتہ بارگار مصطفوی میں عقیدہ پیش کرتے ہوئے عرض گزار ہیں ۔

اَوَّلُ الْخَلْقِ نُوْرُہٗ کَانَ قِدَمًا
مِنْہُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ وَ ثِمًّا

حَلَّ نُوْرُہٗ بِظَھْرِ اَبِیْہِ
آدَمَ ثُمَّ فِیْ کِرَامِ بَنِیْہِ

ترجمہ : آپ کا نور قدیم سب سے پہلے پیدا ہوا۔ اسی سے عرش پیدا ہوا۔ پھر آپ کا نور آدم علیہ السلام کے جبہ میں اترا' پھر ان کے ابناء کرام میں منتقل ہوتا چلا آیا۔ (افضل الصلوۃ صفحہ نمبر۲۰۵)

علامہ دحلان وہ شخصیت ہیں جن کے متعلق دیوبندیوں کے مقتدر مولوی عاشق علی میرٹھی نے لکھا ہے کہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے پہلے سفرحج جو کہ فرض تھا مکہ میں شیخ المشائخ مولانا الشیخ دحلان مفتی شافیہ سے روایت و اجازت حدیث حاصل کی۔ (تذکرۃ الخلیل صفحہ نمبر۲۸)

۳۶- میاں محمد جہلمی رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدہ

میاں محمد مرحوم کھڑی شریف والے جو مشہور و معروف کتاب سیف الملوک کے مصنف ہیں اور مقام ولایت میں بہت اونچا مقام رکھتے ہیں۔ حضور پرنور کی نورانیت کا تذکرہ عجیب دلکش انداز میں کرتے ہیں۔ اپنے

عقیدہ کا اظہا فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ (پنجابی اشعار)

نور محمد روشن آہا آدم جدوں نہ ہویا
اول آخر دوہیں پاسیں اوہا مل کھلویا

کرسی عرش نہ لوح قلم سی نہ سورج چن تارے
تدوں وی نور محمد والا دیندا سی چمکارے

سبھے نور اسے دے نوروں اس دا نور حضوروں
اس نوں تخت عرش دا ملیا موسیٰ نوں کوہ طوروں

(سیف الملوک)

استغاثہ نمبرا

استغاثہ برائے طلب اعانت و شفاعت بدرگاہ رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم۔

یَاشَفِیْعَ الْعِبَادِ خُذْ بِیَدِیْ
اَنْتَ فِیْ الْاِضْطِرَارِ مُعْتَمَدِیْ

دست گیری کیجئے میرے نبی
کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی

لَیْسَ لِیْ مَلْجَاءٌ سِوَاکَ اَغِثْ
مَسَّنِیَ الضُّرُّ سَیِّدِیْ سَنَدِیْ

جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ

فوج کلفت مجھ پر آغالب ہوئی

غَشَّنِیَ الدَّھْرُ یَا ابْنَ عَبْدِاللّٰہِ
کُنْ مُغِیْثًا فَاَنْتَ لِیْ مَدَدِیْ

ابن عبداللہ زمانہ ہے خلاف
اے میرے مولا خبر لیجئے میری

لَیْسَ لِیْ طَاعَةٌ وَلَا عَمَلٌ
بَیْدَ حُبِّکَ فَھُوَ لِیْ عُدَدِیْ

کچھ عمل ہے اور نہ طاعت میرے پاس
ہے مگر دل میں محبت آپ کی

یَارَسُوْلَ الْاِلٰہِ بَابُکَ لِیْ
مِنْ غَمَامِ الْغُمُوْمِ مُلْتَحَدِیْ

میں ہوں بس اور آپ کا دریا رسول
ابر غم گھیرے نہ پھر مجھ کو کبھی

جُدْ بِلُقْیَاکَ فِی الْمَنَامِ وَکُنْ
سَاتِرَ الذُّنُوْبِ وَالْفَنَدِ

خواب میں چہرہ دکھا دیجئے مجھے
اور میرے عیبوں کو کر دیجئے خفی

اَنْتَ عَافٍ اَبَرُّ خَلْقِ اللّٰہِ
وَمُقْبِلُ الْعِثَارِ وَاللَّدَدِ

درگزر کرنا خطا و عیب سے

سب سے بڑھکر ہے یہ خصلت آپکی

رَحْمَتُهٗ لِلْعِبَادِ قَاطِبَتُهٗ

بَلْ خُصُوصاً لِكُلِّ ذِیْ اَوْدِ

سب خلائق کے لئے رحمت ہیں آپ

خاص کر جو ہیں گنہگار و غوی

لَيْتَنِیْ كُنْتُ تُرْبِ طَيْبِكُمْ

فَاتَشَمْتُ النِّعَالَ ذَاقَدَمِ

کاش ہو جاتا مدینہ کی میں خاک

نعل بوسی ہوتی کافی آپ کی

فَاُصَلِّیْ عَلَيْكَ بِالتَّسْلِيْمِ

متحفا عند حضرت الصمد

آپ پر ہوں رحمتیں بے انتہا

حضرت حق کی طرف سے دائی

لعداد الرمال ولانفاس

والنبات الكثير الممتضد

جس قدر دنیا میں ریت اور سانس

اور بھی ہے جس قدر روئیدگی

وعلى الال كلهم ابداً

بالغاً عند منتهی امد

اور تمہاری آل پر اصحاب پر

تابقائے عمر دار اخروی

(از مفتی الٰہی بخش کاندھلوی بھوپالوی نشرالطیب صفحہ ۱۸۶ مطبوعہ ایم ایچ سعید کمپنی)

استغاثہ نمبر۲

وَاٰخَرُ مِنْ شَکْلِہٖ اس قسم کا ایک اور استغاثہ

جہاز امت کا کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
بس اب ڈباؤ یا تراؤ یارسول اللہ

پھنسا ہوں بے طرح گرداب غم میں ناخدا ہو کر
میری کشتی کنارے پر لگاؤ یا رسول اللہ

شفیع عاصیاں ہو تم وسیلہ بیکساں ہو تم
تمہیں چھوڑ اب کہاں جاؤں بتاؤ یا رسول اللہ

(از پیرو مرشد بزرگان دیو بند حاجی امداد اللہ مہاجر مکی۔ گلزار معرفت صفحہ ۴ مطبوعہ دیوبند۔)

استغاثہ نمبر۳

وَاٰخَرُ مِنْ شَکْلِہٖ اس قسم کا ایک اور استغاثہ

کالی کملی والے آقا ذرا خبر لے
منجدھار میں ہے بیڑا خیرالانام اپنا

اے ناخدائے امت اب آن کر ترا دو
عالم سے ورنہ شاہا مٹتا ہے نام اپنا

(از سردار الوہابیہ نجدیہ مولوی ثناء اللہ امرتسری اخبار اہلحدیث صفحہ نمبر۶ ۔ ۷ جولائی ۱۹۱۶ء)

استغاثہ نمبر۴

وَاٰخَرُ مِنْ شَکْلِہٖ اسی قسم کا ایک اور استغاثہ

میں بھی ہوں ان کی چشم شفاعت کا منتظر
اے چارہ ساز میں بھی ہوں بیمار مصطفٰے

(از فاضل نجدیہ راسخ عرفانی ابن فخرالوہابیہ مولوی محمد حسین گرجاکھی الاعتصام لاہور ا۔۷۔۵۷)

استغاثہ نمبر۵

وَاٰخَرُ مِنْ شَکْلِہٖ اسی قسم کا ایک اور استغاثہ

مدد کر اے کرم احمدی کہ نہیں تیرے سوا
مجھ قاسم بیکس کا کوئی حامی و چارہ کار

(از محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند۔ قصائد قاسمی۔ صفحہ ۵۰۴ مطبوعہ دیوبند۔)

استغاثہ نمبر۶

وَاٰخَرُ مِنْ شَکْلِہٖ اسی قسم کا ایک اور استغاثہ

بد سہی، چور سہی، مجرم و ناکارہ سہی
اے وہ کیسا ہی سہی ہے تو کریما تیرا

میں کیا میری عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارا تیرا

بزبان اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلویؒ

حقیر نے جو کچھ لکھا خلوص نیت سے لکھا، راہ صواب اختیار کیا، حد اعتدال سے ذرا بھر نہیں ہٹا۔ اللہ تعالیٰ میری سعی کو قبول فرمائے اور اخروی زندگی میں میری نجات کا ذریعہ بنائے۔ اے اللہ اس نوری حقیقت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل دنیا میں میرے گناہ ڈھانپے رکھنا اور آخرت میں مغفرت فرمانا۔ میرے اس مختصر رسالہ کو شرف قبولیت انام بخشنا تاکہ لوگ اسے شوق سے پڑھیں اور عاصی کے لئے تاقیامت صدقہ جاریہ رہے۔ آمین ثم آمین

(از کاتب الحروف محمد منور شاہ عفی عنہ ۱۹ اگست ۱۹۸۶ء)

(الف)

کتاب حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

دوسرا حصہ

علم النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی

مسئلہ علم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

از روئے قرآن مجید

(ب)

عرض حال

یہ رسالہ مختصراً" صرف قرآنی آیات سے دلائل پیش کر کے لکھا گیا ہے اس لئے رسالہ میں احادیث، اقوال مفسرین و متقدمین پیش نظر نہیں لہذا اس کو سمجھنے کے لئے صرف قرآنی آیات پر غور کیا جائے اور مسئلہ کو بادی نظر سے پڑھ کر نظرانداز نہ کیا جائے، بلکہ یہ علم غیب پر ایک تحقیقی رسالہ ہے جس کے سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ اَللّٰھُمَّ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ o

احقر الناس

سید محمد منور شاہ عفی عنہ

مطابق ۷ ذوالقعدۃ ۱۴۰۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ مسئلہ علم غیب رسول ؐ

عقیدہ : متعلقہ بعلم الٰہی از روئے قرآن مجید

علم الٰہی غیر متناہی ہے۔ ازلی ابدی ہے۔ غیر کمسب ہے۔ یعنی کسب و محنت حاصل نہیں کیا۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّىْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّىْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا○ (پارہ ۱۶، رکوع ۳)

تم فرما دو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لئے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔ اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لے آئیں۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِى الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ○ (پارہ ۲۱، رکوع ۱۲)

اور اگر زمین میں جتنے پیڑ ہیں سب قلمیں ہو جائیں اور سمندر اس کی سیاہی ہو اس کے پیچھے سات سمندر اور تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔

بیشک اللہ عزت و حکمت والا ہے۔

عقیدہ : متعلقہ بعلم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

متناہی، غیر ابدی مکتسب ہے۔ جس کی ابتداء بعد بعثت ہے۔ بذریعہ الہام الٰہی و رویاء صادقہ و بذریعہ تکلم باللہ تعالیٰ در شب معراج وغیرہ و بذریعہ وحی جبرئیل علیہ السلام۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ وَمَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ○ (پارہ ۲۶ رکوع ۱)

تم فرماؤ میں کوئی انوکھا رسول نہیں اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے اور میں نہیں مگر صاف ڈر سنانے والا۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا یَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَكِیْمٌ ○ (پارہ ۲۵ رکوع ۶)

اور کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائیں مگر وحی کے طور پر یا یوں کہ وہ بشر پردہ عظمت کے ادھر ہو یا کوئی فرشتہ بھیجے کہ وہ اس کے حکم سے وحی کرے جو وہ چاہے بیشک وہ بلندی و حکمت والا ہے۔

مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○ (پارہ ۲۵ رکوع ۶)

اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکام شرع کی تفصیل ہاں ہم نے اسے نور کیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں سے جسے چاہتے ہیں اور بیشک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو۔

تفصیل عقیدہ بعلم الٰہی و علم الرسول

اللہ تعالیٰ کا علم بحر بیکراں ہے جس کی ابتداء و انتہا نہیں۔ ازلی ابدی ہے۔ کیا انبیاء و کیا اولیاء ان کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کا ایک قطرہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم محدود ہے جو زمانہ نبوت سے شروع ہوا اور تااختتام اسباب علم الہام۔ رویاء صادقہ، تکلم باللہ و وحی جبرئیل بڑھتا رہا یعنی آپ کا علم بدء خلق سے تاقیام الساعۃ جمیع کائنات کو حاوی ہے۔ آپ علم ملکہ اور قوت ہے۔ جس چیز کی طرف آپ توجہ فرماتے ہیں وہ چیز آپ کے سامنے بصارت معلوم حاضر ہوتی ہے۔ جیسے شب معراج کی صبح مسجد اقصیٰ وغیرہ آپ کے پیش نظر رہے۔

دلیل اول

اَلْقُرْاٰنُ یُفَسِّرُ بَعْضُہٗ بَعْضًا یعنی بعض قرآن دوسرے بعض کی تفسیر کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ہر چیز اور غائب و حاضر موجود ہے کیونکہ قرآن مجید کا دوسرا نام کتاب ہے اور کتاب مبین میں ہر چیز حاضر و غائب موجود ہے۔ (پارہ ۲۰، رکوع ۲) **وَمَا مِنْ غَائِبَۃٍ فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ** (پارہ ۲۲ رکوع ۷) **لَا یَعْزُبُ عَنْہُ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ** (پارہ ۷، رکوع ۱۳) **لَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ** مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ ہر چیز غائب و

حاضر کتاب مبین میں موجود ہے اور قرآن مجید ہی کتاب مبین ہے۔ (پارہ ۲۵' رکوع ۷۔ پارہ ۲۵' رکوع ۱۳۔ پارہ ۲۰' رکوع ۴۔ پارہ ۱۹' رکوع ۱۲۔ پارہ ۱۲' رکوع ۱' پارہ ۶ رکوع ۷۔)

پس معلوم ہوا کہ بدء خلق سے قیامت تک ہر شے قرآن مجید میں موجود ہے اور اس کا علم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

۱۔ ایک شبہ اور اس کا جواب

اگر ہر چیز قرآن مجید میں موجود ہے تو بتایا جائے کہ دنیا کے حالات حاضرہ کہاں لکھے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

(الجواب) قرآن مجید دو حصوں میں منقسم ہے ایک قسم محکمات جس کا علم ہر قرآن پڑھنے والے کو حاصل ہو سکتا ہے۔ دوسرا متشابہات' جس کا علم خاص آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے۔ پہلی چیز کہ قرآن مجید دو قسم ہے۔ (پارہ ۳' رکوع ۷ **مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ** دوسری چیز کہ متشابہات کا علم آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے۔ (پارہ ۲۹' رکوع ۱۷ **لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ○ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ○**

خلاصۃ الکلام یہ ہے کہ ہر چیز قرآن مجید میں ہے اور ہر چیز کا علم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ واقعات حاضرہ' متشابہات' حروف مقطعات میں ہیں۔ جن کے بیان کرنے اور آپ کے سینے میں جمع کرنے کا ذمہ اللہ نے لیا ہے۔

۲۔ ایک اور شبہ اور اس کا جواب

کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے یا قرآن مجید؟

(**الجواب**) لوح محفوظ کے لئے قرآن مجید میں ام الکتاب کا لفظ **مستعمل** ہے۔ (پارہ ۲۵، رکوع ۷ **وَاِنَّهٗ فِیْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَكِیْمٌ**) قرآن مجید لوح محفوظ کا جزء ہے۔ قرآن مجید کے جملہ علوم ام الکتاب میں موجود ہیں۔ قرآن مجید پر کتاب مبین کا اطلاق بالذات ہے اور لوح محفوظ پر بالتبع ہے۔ یعنی تسمیۃ الکل باسم جزء یعنی لوح محفوظ پر اس لئے کتاب مبین بولا گیا ہے کہ کتاب مبین یعنی قرآن مجید اس کی جزء ہے۔ اسی لئے بعض مفسروں اور مترجموں نے کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ لیا ہے۔ ورنہ لوح محفوظ کا نام ام الکتاب ہے اور قرآن مجید کا نام کتاب مبین ہے۔

دوسری دلیل

کل اور شی کا لفظ عام ہے۔ ہر غائب، حاضر، گذشتہ موجودہ اور آئندہ سب پر بولا جاتا ہے۔ پھر **کل شی** بصورت ترکیب اضافی مزید عموم پیدا کرتا ہے۔ قرآم مجید میں ہے (پارہ ۱۳، رکوع ۶) **تَفْصِیْلُ كُلِّ شَیْءٍ** (پارہ ۱۴، رکوع ۱۸) **تبیانا لکل شی** (پارہ ۱۵، رکوع ۲) **كُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا**

خلاصہ کلام قرآن مجید ہر غائب، حاضر، گذشتہ اور آئندہ کی تفصیل اور بیان ہے **مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ** (پارہ ۷، رکوع ۱۰) قرآن مجید میں کسی چیز کو چھوڑا نہیں گیا، کسی چیز کے بیان کی کمی نہیں۔ اس پر بھی سابقہ

شبہ اور سابقہ جواب ہے۔

تیسری دلیل

عَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا

(پارہ ۵، رکوع ۱۴) "ما" کا لفظ عام ہے۔ یعنی ہر چیز جس کا علم آپ کو پہلے نہیں تھا اس کا علم عطا ہوا۔ خواہ غائب ہے، خواہ حاضر، گزشتہ ہے یا آئندہ، سب کا علم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا۔

چوتھی دلیل

اللہ تعالیٰ نے آپ کو "شاہد" کا لقب عطا کیا ہے۔ شاہد شہادت سے ہے شہادت کا معنی حضور ہے۔ یعنی آپ باعتبار علم حاضر مطلق ہیں "حضور" وصف حادث ہے۔ اس لئے آپ کا حضور علمی بدء خلق سے قیامت تک ہو گا۔

پس معلوم ہوا کہ بدء خلق سے قیامت تک تمام کائنات آپ کے سامنے حاضر ہے اور آپ تمام کائنات کا معائنہ کرتے ہیں (پارہ ۲۲، رکوع ۳) **یَاَیُّھَاالنَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا** (پارہ ۲۶، رکوع ۹) **اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا** آپ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کے انسانوں کے اعمال و احوال سے واقف ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز آپ کے زیر نظر ہے۔ اعمال و احوال کی واقفیت کی وجہ سے ہی آپ تمام انسانوں پر

گواہی دیں گے۔ کسی کے حق میں شہادت تزکیہ ہو گی اور کسی کے حق میں شہادت برائے اثبات جرم ہو گی جیسے امت مدعوہ کافرہ کے حق میں (پارہ ۲' رکوع ۱) وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا (پارہ ۱۴' رکوع ۱۸) وَیَوْمَ نَبْعَثُ فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا (پارہ ۲۹' رکوع ۱۳) اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَیْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَیْكُمْ ان آیات میں سے پہلی آیت اور چوتھی آیت میں "کم" ضمیر کی مخاطب امت محمدیہ ہے جس کے حق میں آپ کی شہادت تزکیہ ہو گی اور باقی آیات میں "کم" ضمیر کے مخاطب اور هٰؤُلَاءِ اسم اشارہ کے مُشَارٌ اِلَیْهِ النَّاسُ ہے یعنی آدم علیہ السلام کی پوری اولاد بلکہ جن کا ذکر (پارہ ۹' رکوع) قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا اور (پارہ ۱۸' رکوع ۱۴) لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا میں کہا گیا ہے یعنی آپ جن و انس سب کے نبی ہیں اور ان کے اعمال و احوال سے واقف ہیں۔

پانچویں دلیل

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں اور جنوں کے نبی ہیں چنانچہ چوتھی دلیل گذر چکی ہے۔ جنوں میں شیطان بھی داخل ہے اور انسانوں میں جمیع انبیاء بھی داخل ہیں۔ نیز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی الانبیاء ہونے کے ثبوت میں آیت (پارہ ۳۰' رکوع ۱۷) وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ بھی موجود ہے۔ جمیع انبیاء سے عہد لیا گیا۔ خود بھی اور اپنی امت کو بھی تلقین کریں کہ ہر بعد میں آنے والے نبی کے ساتھ ایمان لائیں۔ چونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں ہر سابقہ نبی آپ کی امت میں داخل ہے۔ لہٰذا جو علم جملہ انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے۔ وہ سب علم

داخل ہے۔ لہٰذا جو علم جملہ انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے۔ وہ سب علم آنحضور کو حاصل ہو گا چونکہ نبی کا علم امتی سے زیادہ ہوتا ہے' آدم علیہ السلام کو جو علم (پارہ ا' رکوع ۴) وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا سے حاصل ہوا۔ یا ابراہیم علیہ السلام کو (پارہ ۷' رکوع ۱۵) وَكَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یا عیسیٰ علیہ السلام کو (پارہ ۳' رکوع ۱۳) وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ یا حضرت خضر علیہ السلام کو (پارہ ۱۵' رکوع ۲۱) وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا" یا حضرت یوسف علیہ السلام کو (پارہ ۱۲' رکوع ۱۵) لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖ یا حضرت یعقوب علیہ السلام کو (پارہ ۱۲' رکوع ۱۵) اِنِّیْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ یا عزازیل شیطان اور اس کے قبیلے کو (پارہ ۸' رکوع ۱۰) اِنَّهٗ يَرٰكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ (پارہ ۸' رکوع ۹) لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ ان سب کو علم ہے وہ علم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل اور مزید اس کے علاوہ بھی آپ کو حاصل ہے۔

چھٹی دلیل

انسانوں کو فرشتوں پر فوقیت ہے کیونکہ انسان فرشتوں کا مسجودلہ ہے (پارہ ا' رکوع ۴) وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ پھر جملہ انسانوں پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شرف فوقیت حاصل ہے اور شرف و فوقیت بغیر علم حاصل نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا جو علم جمیع ملائکہ کو حاصل ہے۔ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ بارش برسانا' روح قبض کرنا' تدبیر امور ان سب کا علم جس طرح ملائکہ کو حاصل ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل

ہے۔ (پارہ ۷، رکوع ۱۴) **تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا** (پارہ ۲۵، رکوع ۱۴) **فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ** (پارہ ۳۰، رکوع ۳) **فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا** علم قیام الساعۃ بھی آپ کو حاصل ہے (پارہ ۲۹، رکوع ۲) **قُلْ إِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ مَا تُوعَدُونَ الخ** **مَا تُوعَدُونَ** سے مراد قیام الساعۃ اور **فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ** (پارہ ۲۹، رکوع ۲) سے بھی غیب خاص قیام الساعۃ پھر **إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ** میں استثناء کرنے سے معلوم ہوا کہ قیام الساعۃ کا علم آپ پر ظاہر کر دیا گیا۔ ہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اظہار علم قیام الساعۃ کی اجازت نہ تھی۔ (پارہ ۳۰، رکوع ۴) **فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرَاهَا** (پارہ ۹، رکوع ۱۳) **يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا** دونوں آیتوں میں استفہام انکاری ہے کہ آپ قیام الساعۃ کا ذکر نہیں کر سکتے اور نہ اس کے متعلق بحث کر سکتے ہیں۔

وہ آیات جن سے آنحضور ﷺ کے عدم علم پر استدلال کیا جاتا ہے

پہلی آیات

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ (پارہ ۲۰، رکوع ۱) **وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ** (پارہ ۷، رکوع ۱۳) اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا غیب کی کنجیاں صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ ان کو بھی کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا نہیں جانتا چہ جائیکہ کوئی غیب کو جانے۔

(۱- **الجواب**) غیب کے دو معنی کیے گئے ہیں۔ پہلا معنی مفسر بیضاوی نے کیا ہے **مَا لَا یُدْرِکُهُ الْحِسُّ وَلَا یَقْتَضِیْهِ بِدَاهَةُ الْعَقْلِ** یعنی غیب وہ ہے جسے حواس خمسہ پا نہیں سکتے اور نہ عقل کی سوچ بچار سے اس کا علم حاصل ہو سکتا ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے بدء خلق سے تاقیام الساعۃ کی جملہ اشیاء احوال و اعمال غیب ہیں ہی نہیں کیونکہ یہ سب حواس خمسہ سے معلوم کی جا سکتی ہیں اور سوچ بچار سے عقل انہیں معلوم کر سکتی ہے۔ پس ان آیات میں غیب سے اللہ تعالیٰ اور اس کی ذات و صفات اور معلومات ازلی و ابدی مراد ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی جان ہی نہیں سکتا۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ** (پارہ ۲۸، رکوع ۱۴) کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر دو اشیاء کو جانتا ہے۔ خواہ وہ ایسے غیب ہیں جنہیں حس اور عقل نہیں پا سکتے یا وہ ایسے ہیں جنہیں حس اور عقل پا سکتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم دوسری قسم کی اشیاء کے ساتھ ہے جنہیں عقل و حس پا سکتے ہیں۔ یعنی اشیاء کائنات حادثہ جو بدءِ خلق سے تاقیامت موجود ہونے والی ہیں پس یہ آیات ہمارے مدعا کے خلاف ہی نہیں۔

دوسرا معنی علامہ فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر نے کہا ہے **مَا یَکُوْنُ غَائِبًا عَنِ الْحَوَاسِ** غیب وہ چیز ہے جو حواس خمسہ سے چھپی ہوئی ہو۔ اس معنی کے لحاظ سے ان آیات میں غیب سے مراد بعض غائب مراد ہیں جن کا ذکر پہلے معنی میں ہوا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات و معلومات ازلی و ابدی جو خاصہ خدا ہیں۔ ان آیات میں جمیع غائب مراد نہیں۔ ورنہ قرآن مجید میں تعارض و تناقض لازم آتا ہے کیونکہ بعض غیوب کا علم بالاتفاق نص

سے ثابت ہے جیسے (پارہ ۴' رکوع ۹) **ماكان الله ليطلعكم على الغيب** (پارہ ۲۹' رکوع ۱۲) **فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ** پس ان آیات میں نفی بعض غیب کی ہے نہ کہ جمیع غیب کی اور بدءِ خلق سے تاقیام الساعۃ بعض غائب کا ثبوت ہے پس یہ آیات بھی ہمارے مدعا کے خلاف نہیں یعنی بعض غیب خاص اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں اور بعض آنحضور ﷺ کو جتلا دیئے گئے ہیں۔

خلاصہ الجوب : ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے علم ذاتی کی تخصیص ہے ورنہ مطلق غیب کی صورت میں یا جمیع غیب کی صورت میں قرآن مجید میں تعارض و تناقض لازم آتا ہے اور بعض غیب کی صورت میں یہ آیات ہمارے مدعا کے خلاف نہیں۔

دوسری آیات

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پارہ ۱۲' رکوع ۱۰) **وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** (پارہ ۱۵' رکوع ۱۶) **اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ الخ تا لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ** (پارہ ۱۳' رکوع ۱۴) ان آیات میں ظرف مقدم کر کے یعنی "للہ" کا لفظ پہلے لاکر اور لفظ استثناء یعنی "الا اللہ" لاکر علم غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے یعنی زمینوں اور آسمانوں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر نوح علیہ السلام تک کی امتوں کا حال خاص اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔

(۲۔ الجواب) ان آیات میں علم ذاتی کا حصر ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے دیئے

بغیر کوئی جان نہیں سکتا ان مغیبات کا علم صرف انہیں حاصل ہو سکتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ جتلائے۔ اگر اللہ تعالیٰ نہ جتلائے تو کوئی جان نہیں سکتا۔ اس کی مثال لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پارہ ۱، رکوع ۱۳) لَهُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پارہ ۱، رکوع ۱۴) لَهُ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پارہ ۲۴، رکوع ۳) لَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَاٰتُ فِی الْبَحْرِ (پارہ ۲۷، رکوع ۱۲) لَهُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پارہ ۱۷، رکوع ۲) ان آیات میں مُلْكُ اَشْيَاءِ مَقَالِيْدُ عِبَادٍ کا حصر اللہ تعالیٰ کے لئے ہے یعنی یہ چیزیں خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں مگر یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو دے رکھی ہیں اس کے دیئے بغیر کوئی انہیں حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی طرح زمینوں آسمانوں اور گزشتہ امتوں کا علم خاص اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اس کے دیئے بغیر کوئی جان نہیں سکتا۔

تیسری آیت

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ (پارہ ۷، رکوع ۱۱)

لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ (پارہ ۹، رکوع ۱۳) ان آیات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت نوح علیہ السلام نے غیب جاننے سے انکار کیا ہے پھر دوسرا کیسے کہہ سکتا ہے کہ انہیں علم غیب حاصل ہے؟

(۳۔ الجواب) ان آیات میں بھی خود بخود غیب جاننے کا انکار ہے یا جمیع غیب جاننے کا انکار ہے۔ ورنہ بعض غیب کا علم باطلاع خداوندی نص قطعی سے اور باتفاق ثابت ہے۔ ورنہ قرآن مجید میں تعارض و تناقض واقع ہو گا

جیسا کہ جواب نمبر۱ میں گذر چکا ہے۔

چوتھی آیت

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ (پارہ ۶' رکوع ۳) **وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ** (پارہ ۲۴' رکوع ۱۳) ان آیات میں کہا گیا ہے کہ ہم نے بعض اہم ماضیہ کا علم آنحضور ﷺ کو نہیں دیا۔

(۴ - الجواب) ان آیات میں لفظ قصہ مذکور ہے' قصہ کا معنی واقعہ کو تفصیلاً" بیان کرنا ہے جیسے ابرہیم علیہ السلام' نوح علیہ السلام' موسیٰ علیہ السلام وغیرہ کے قصص قرآن مجید میں موجود ہیں اور ہر پڑھنے والا پڑھ سکتا ہے۔ لیکن بطور مفہوم مخالف یہ کہنا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا علم نہیں یہ غلط ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن ہر نبی کی امت پر گواہ ہونگے جیسے **ویوم نبعث فی کل امۃ بشھید** (پارہ ۵' رکوع ۳) **وکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید** لفظ "کل" اور "من" دونوں عموم کے لئے ہیں اور اگر آپ کو جملہ انبیاء اور ان کی امتوں کا علم نہ دیا گیا ہوتا تو آپ ان کے انکار پر ان کے خلاف کیسے شہادت دیں گے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا علم بذریعہ تشابہات دیا گیا۔ اگرچہ امت محمدیہ کو تمام انبیاء کے قصائص سے آگاہی نہیں۔

پانچویں آیت

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَا اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا (پارہ

۷، رکوع ۵) روز قیامت اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے پوچھے گا کہ امتوں نے تمہیں کیا جواب دیا تو جواب میں انبیاء علیہم السلام عرض کریں گے۔ ہمیں کوئی علم نہیں ان رسولوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہوں گے۔ معلوم ہوا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سابقہ امم اور اپنی امت کا علم تک نہ ہوگا۔

(۵ - الجواب) "انبیاء علیہم السلام تو اصغا" یہ عرض کریں گے کہ ہمارا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ ورنہ ہر نبی کو اپنی امت کا پورا علم ہے۔ بعد میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے قَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (پارہ ۱۹، رکوع ۱)

چھٹی آیت

وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ (پارہ ۱۱، رکوع ۲) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کہ آپ کو مدینہ کے منافقین کا علم بھی نہ تھا چہ جائیکہ گزشتہ یا آئندہ امتوں کا علم ہو۔

(۶ - الجواب) اس آیت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کی حالت پر کڑی نگرانی رکھنے کی تنبیہہ ہے، ورنہ دوسری آیت میں واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین واضح طور پر معلوم تھے۔ مومنین اور منافقین میں امتیاز ہو چکا تھا۔ منافقین کوئی چھپے ہوئے نہ تھے مَاكَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ (پارہ ۴، رکوع ۵) یعنی اللہ تعالیٰ نے عام مومنین پر بھی منافقین واضح کر دیئے تھے۔ چہ جائیکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہ ہو

کے دل کے بغض و عناد بھی آپ پر چھپے نہ رہیں گے اور مزید آپ ان کو طرز کلام سے بھی بھانپ لیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین سے جہاد کا حکم فرمایا یعنی ایسا سلوک جو جہاد کی طرح سخت ہو نہ کہ تلوار سے جہاد کرنے کا حکم ہے۔ **جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنَافِقِيْنَ** (پارہ ۱۰' رکوع ۱۹) اگر منافقین کا علم آپ کو نہ ہوتا تو جہاد کا حکم کیسے ہوتا۔ **فَخُذُوْهُمْ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ** (پارہ ۵' رکوع ۹) **اَيْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا** (پارہ ۲۲' رکوع ۵) **سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ** (پارہ ۱۱' رکوع ۲) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو حکم ہوتا ہے کہ جہاں انہیں پاؤ قتل کرو۔ انہیں دگنا عذاب ہو گا ایک دنیا میں آپ کے ہاتھوں دوسرا آخرت میں فرشتوں کے ہاتھوں۔ تو ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ عام مومنین کو بھی منافقین کا علم تھا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو بطریق اولیٰ علم ہے۔

ساتویں آیت

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ (پارہ ۲۳' رکوع ۴) ہم نے اسے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو شعر کا علم نہیں دیا۔

(۷۔ **الجواب**) یہاں شعر کا معنی افتراء ہے یعنی ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو افتراء کی تعلیم نہیں دی۔ کیونکہ آیت کفار کے اقوال کی تردید میں ہے کفار کہتے تھے کہ محمد مفتری ہے' خود ساختہ ذہنی تخیلات لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ نعوذباللہ (پارہ ۲۳' رکوع ۶) **وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْا اٰلِهَتِنَا**

لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ (پارہ ۲۳، رکوع ۶) اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ (پارہ ۲۷، رکوع ۴) اللہ تعالیٰ نے کفار کی تردید کی کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مفتری، جھوٹا اور تخیلات ذہنی خود ساختہ پیش کرنیوالا نہیں بنایا بلکہ ہم نے آپ کو علم و حکمت اور قرآن سکھایا ہے، افترا آپ کے شایان شان نہیں۔

آٹھویں آیت

اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا (پارہ ۱۶، رکوع ۱۰) اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ (پارہ ۲۵، رکوع ۱) ان آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ علم الساعۃ اللہ تعالیٰ کا خاص مخفی راز ہے۔ اس کے سوا کسی کو کوئی پتہ نہیں کیونکہ ان سب آیات میں حصر موجود ہے۔

(۸۔ الجواب) اس حصر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی انسان خود بخود بغیر اطلاع کچھ نہیں جان سکتا۔

یہ مطلب نہیں کہ اللہ نے قیامت کی کسی کو اطلاع نہیں دی اس حصر کی چند واضح مثالیں ملاحظہ کریں اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ (پارہ ۴، رکوع ۱۱) اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (پارہ ۱۰، رکوع ۹) وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ (پارہ ۳، رکوع ۱۹) یعنی حسن الماٰب کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس کے بغیر یہ کسی کو حاصل نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حسن الثواب اجر عظیم اور حسن الماٰب اللہ تعالیٰ نے کسی کو دیئے ہی نہیں۔ ہر نبی اور مومن کو یہ عطایات حاصل ہیں۔ یہ سب چیزیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو

دے رکھی ہیں۔ اسی طرح علم الساعۃ بھی صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، جس کو چاہیے دیتا ہے۔ علم قیامت اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا ہے۔ جیسا کہ ساتویں دلیل ثبوت علم میں گذر چکی ہے۔ **اَکَادُاُخْفِیْهَا** کے الفاظ میں غور کریں اس کا معنی یہ ہے کہ علم الساعۃ اتنا اہم اور مخفی راز ہے کہ میں اسے ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ قریب تھا کہ میں اسے مخفی رکھوں اس کی مثال واضح طور پر سمجھیں۔ (پارہ ۱۶، رکوع ۹) **وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا" لَقَدْ جِئْتُمْ شَیْئًا اِدًّا○ تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ** معنی، نصاریٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بیٹا بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نے یہ اتنی بھاری بات کی ہے کہ قریب ہے اس سے آسمان پھٹ جائیں۔ یعنی نصاریٰ کا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنا اتنا بھاری ہے کہ آسمان پھٹ جائیں لیکن اس کے باوجود آسمان نہیں پھٹے۔ اسی طرح الساعۃ اتنا اہم مخفی راز ہے کہ یہ ہمیشہ مخفی ہی رہے لیکن ظاہر کرنا ہی کرنا ہے۔ ملائکہ موکلہ کو اس کا علم ضروری ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دینا ہی دینا ہے جیسے فرمایا (پارہ ۲۹، رکوع ۱۲) **قُلْ اِنْ اَدْرِیْ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ** ماتوعدون سے مراد علم الساعۃ اور **فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا** سے مراد علم الساعۃ ہے۔ پھر **اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ** استثناء کر کے واضح کر دیا گیا۔ اپنے خاص نبی کو علم غیب ظاہر کر دیا گیا یا ظاہر کر دیا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ علم الساعۃ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ملائکہ موکلہ پر ظاہر کرنا ضرور تھا۔ اس لئے مخفی نہ رکھا گیا اور **اِلَیْهِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ** کا مطلب یہ کہ سلسلہ علم کا لوٹتے لوٹتے اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔ یعنی مخلوق میں جس کو علم الساعۃ

حاصل ہے وہ لوٹتے لوٹتے اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔ رد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے کسی سے مکتسب یعنی حاصل کیا ہوا یا کمایا ہوا نہیں۔

نانویں آیت

اِنْ اَدْرِیْ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ (پارہ ۱۷، رکوع ۷) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اعلان فرما رہے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ قیامت قریب ہے یا بعید۔

(۹۔ الجواب) اس قسم کی ساری آیات مکی ہیں شروع نبوت میں آپ کو علم نہ تھا بعد میں عطا ہوا مکہ ہی میں یہ علم عطا ہو گیا دیکھو سورۃ الجن **فلایظهر**

دسویں آیت

یَسْئَلُکَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ (پارہ ۲۲، رکوع ۵) یہ آیت مدنی ہے اس میں بھی علم کا ذکر ہے۔ اگر مکہ میں قیامت کا علم ہو گیا تھا تو مدینہ میں پھر علم کی کیوں نفی کی گئی۔

(۱۰۔ الجواب) آپ کو مدینہ میں قیام الساعۃ کا علم تھا۔ مگر مکہ میں ہی آپ کو اس کے اظہار سے روک دیا گیا تھا۔ (پارہ ۳۰، رکوع ۴) یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا کفار کی عادت تھی کہ جس بات کا جواب نہ ملتا اس کے متعلق بار بار سوال کرتے۔ قیام الساعۃ کے وقت کا جواب نہ پا کر کفار مدینہ اور یہودی وغیرہ پھر سوال کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے جواب دینے اور اظہار علم قیامت سے روک دیا۔ فرمایا (فِیْمَ اَنْتَ مِنْ

ذِکْرَاهَا (پارہ ۳۰، رکوع ۴) "فیم" استفہام انکاری ہے۔ یعنی آپ کو اس کے ذکر کا کوئی اختیار نہیں۔ اِلٰی رَبِّکَ مُنْتَهٰهَا اس کے ذکر کی انتہا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے وہ ہی ذکر کر سکتا ہے۔ آپ کا کام صرف قیامت کے عذاب سے ڈرانا ہے پھر جب مدینہ میں سوال ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور بدستور سابقہ نفی میں جواب دیا گیا۔

گیارہویں آیت

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْکِ (پارہ ۱۸، رکوع ۸) واقعہ "افک" کی اصلیت آپ کو معلوم نہ تھی۔ ورنہ آپ اتنے پریشان نہ ہوتے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روگردانی نہ کرتے حتیٰ کہ تقریباً" ایک ماہ بھر تامل فرمایا اور کوئی فیصلہ نہ کر سکے۔

(۱۱ - الجواب) واقعہ افک کی متعلقہ آیات تقریباً" دو رکوع ہیں۔ ان آیات میں مفتریان واقعہ اور اس سے دلچسپی لینے والوں کو ڈانٹا گیا اور مفتریان کے لئے دنیا میں سخت تہدید اور آخرت میں سخت عذاب بتایا گیا ہے اور مفتریان کو چیلنج کیا گیا کہ اس واقعہ پر صداقت کے لئے چار گواہ پیش کریں اور آئندہ کے لئے افترا پردازی اور اس میں غور و خوض سے روکا گیا ہے۔ ان آیات سے صرف یہی معلوم ہوتا ہے۔ یہ قطعاً" معلوم نہیں ہوتا کہ آپ کو اصل واقعہ کا علم نہ تھا۔ بلکہ اشارہ نص سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ کے جھوٹا ہونے کا علم مسلمانوں کو بھی تھا اور ان کے تامل اور خاموشی پر انہیں تہدید کی گئی لَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ سے وَقَالُوْا هٰذَا اِفْکٌ مُّبِیْنٌ اس آیت سے صاف

معلوم ہوتا ہے کہ عام مسلمانوں کو واقعہ کے جھوٹا ہونے کا علم تھا اسی طرح آیت لَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْہُ سے هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عام مسلمانوں کو بھی یقین تھا کہ واقعہ جھوٹا ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی واقعہ کی اصل حقیقت کا علم تھا آپ کا تامل خاص مصلحت کے ماتحت تھا۔ ایک یہ کہ تردید اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ دوسرا یہ کہ مسئلہ لعان کے احکام نازل ہوں۔ تیسرا آپ کے نبی ہونے کی دلیل قائم ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
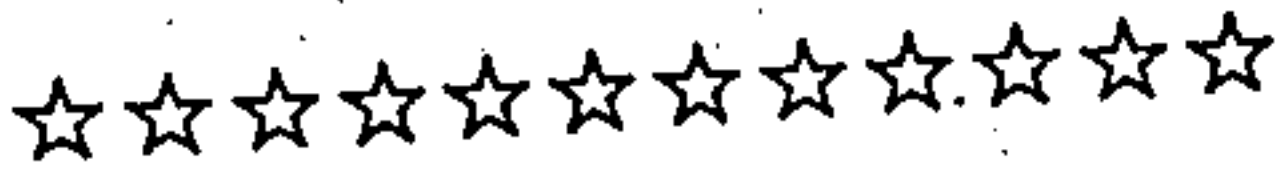
محمد منور شاہ مولوی فاضل مستند
پنجاب یونیورسٹی لاہور و فاضل
درس نظامی ....
مدرس جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور

اویسی
بک سٹال
0333-8173630